جلدِ پنجم

حصہ نہم

چاند، روزہ، واعتکاف، شب قدر وغیرہ کے متعلق

جو ۹ر مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

استاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

کتاب کا نام ـــ شمائل کبریٰ جلد پنجم

تاریخ اشاعت ـــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ـــ احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ـــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ـــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber net pk

ویب سائٹ: www zamzampublishers com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہو گئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

ـــ مِنجانب ـــ

احباب زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax 01204-389080
Mobile 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36 Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph 0044-116-2537640
Fax 0044-116-2628655
Mobile 0044-7855425356

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائل کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائل کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائل کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائل کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ "شمائلِ کبریٰ" جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو کر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک ﷺ بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد اول حصہ اول: (۱) کھانے (۲) پینے (۳) لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد اول حصہ دوم: (۱) سونے (۲) بیدار ہونے (۳) بستر (۴) تکیہ (۵) خواب (۶) سرمہ (۷) انگوٹھی (۸) بال (۹) داڑھی (۱۰) لب ناخن (۱۱) امور فطرت (۱۲) خضاب (۱۳) عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد دوم حصہ سوم: (۱) معاملات (۲) تجارت (۳) خرید وفروخت (۴) بازار (۵) ہبہ (۶) عاریت (۷) اجارہ اور مزدوری (۸) ہدیہ (۹) قرض (۱۰) مرغ (۱۱) گھوڑے (۱۲) بکری (۱۳) اونٹ (۱۴) سواری (۱۵) سفر کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۵۷ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد دوم حصہ چہارم: (۱) اخلاص (۲) صدق (۳) محبت والفت (۴) محبت وعداوت خدا کے واسطے (۵) حب خدا ورسول (۶) مؤمن کو خوش کرنا (۷) مسلمانوں کی مدد ونصرت (۸) پریشان حال کی مدد ونصرت (۹) مظلوم کی مدد (۱۰) یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت (۱۱) احباب کی ملاقات اور زیارت (۱۲) اولیاء وصلحاء کی زیارت (۱۳) عفو ودرگزر (۱۴) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر (۱۵) سائلین کی رعایت (۱۶) اکرام مسلم (۱۷) بڑوں کی تعظیم (۱۸) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا (۱۹) مؤمن کی عزت (۲۰) لوگوں کے مرتبہ کی رعایت (۲۱) خاطر مدارات (۲۲) مہمان نوازی (۲۳) امانت اور دیانتداری (۲۴) وعدہ پورا کرنا (۲۵) حلم وبردباری (۲۶) اعتدال اور میانہ روی (۲۷) سنجیدگی (۲۸) نرمی سہولت (۲۹) پردہ پوشی (۳۰) غصہ برداشت کرنا (۳۱) توکل (۳۲) قناعت (۳۳) استغناء (۳۴) صبر (۳۵) شکر (۳۶) سادگی (۳۷) قناعت (۳۸) تواضع وانکساری (۳۹) شرم اور حیا (۴۰) سخاوت (۴۱) استقامت (۴۲) شجاعت اور بہادری (۴۳) نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج (۴۴) زائد پر دوسروں کو ترجیح (۴۵) دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے (۴۶) توڑ والوں سے جوڑ (۴۷) حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز (۴۸) سلامتی صدر (۴۹) خوش کلامی (۵۰) خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم۔۔۔ حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال و اوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات و اطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ عنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت و شجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت و وقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود و سخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاح (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر و تفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ و تقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ و استغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائل کبریٰ جلد سوم۔ ۔۔۔حصہ ششم: (۱) طہارت و نظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم۔۔۔۔۔ حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات و ممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اورسنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم .. حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رؤیت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم .. حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ششم .... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اوراس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم .. حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

ممنوع روزوں کا بیان ۱۹۸

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق آپ کے شمائل مبارک کا بیان ۲۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مولیٰ کریم خدائے وحدہ لاشریک کا بے انتہا فضل وکرم کہ شمائل کی جلدیں امت کے ہر طبقہ خواص وعوام میں مقبول ہو رہی ہیں۔

ہندو پاک کے مختلف اداروں سے متعدد اڈیشن طبع ہوئے، مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہو رہے ہیں۔ ابھی حال میں شمائل کی پہلی جلد کا انگلش اڈیشن طبع ہو کر مقبول ہوا۔ اہل علم وفضل اور سنت کے شیدائیوں نے اسے قدر اور پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

فللہ الحمد والمنة علی ذلك وذلك من فضل اللّٰہ فقط

شمائل کبریٰ کی یہ نویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں آپ ﷺ کے زکوٰۃ وصدقات، رؤیت ہلال، روزہ، رمضان، شب قدر، اعتکاف، نفل روزے، ماہانہ، ہفتہ واری روزے، محرم عاشورہ وغیرہ کے روزے ممنوع روزے اور سفر کے روزے کے متعلق آپ ﷺ کے شمائل اور پاکیزہ طریق وتعلیمات کو نہایت بسط وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دسویں جلد میں موت، میت، جنازہ، دفن برزخ، قبر کے متعلق سنن وشمائل کو بیان کیا گیا ہے۔

مولیٰ کریم خدائے وحدہ لاشریک کا بے پایاں فضل وکرم کہ مرض کی پریشانی اور درسی اہم مصروفیتوں کے ساتھ اس کی ترتیب وتکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔

اللہ پاک ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے طباعت کے مراحل تک پہنچانے میں تعاون فرمایا۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے واحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد بھاگلپوری ثم لکھنوی

استاذ حدیث وافتاء مدرسہ ریاض العلوم، گوریی، جونپور

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ جولائی ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

زکوٰۃ وصدقات کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ طریق اوراسوۂ حسنہ کا بیان

آپ ﷺ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے والوں کو بھیجتے

عقبہ ابن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ (مسند احمد جلد۴ صفحہ۱۴۵)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا کہ میں اپنے مالداروں سے زکوٰۃ لوں اور اپنے غرباء ومساکین کو زکوٰۃ دوں میں ایک یتیم بچہ تھا میرے پاس کوئی مال نہ تھا تو آپ ﷺ نے مجھے بھی چند اونٹ دیئے۔ (ترمذی صفحہ۱۴۱، دارقطنی صفحہ۱۳۶)

سعد اخی بنی عدی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کے پاس (ہمارے قبیلہ اور بستی میں) دو آدمی آئے اور کہا کہ ہم دونوں کو رسول پاک ﷺ نے لوگوں کی زکوٰۃ صدقات کو وصول کرنے بھیجا ہے چنانچہ بکریوں میں بہترین بکری گابھن تھی اسے دے دیا ان دونوں نے اسے واپس کر دیا اور کہا کہ رسول پاک ﷺ نے گابھن جانور لینے سے منع فرمایا ہے۔ (نہ عمدہ نہ گھٹیا بلکہ بیچ قسم کا مال) چنانچہ میں نے متوسط درجہ کی بکری دی تو انہوں نے اسے لے لیا۔ (مسند شافعی جلد۱ صفحہ۲۳۹، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ۳۸۹)

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ بطریق شہرت یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم زکوٰۃ صدقات وصول کرنے کے لئے ''ساعی'' (جو لوگوں کے پاس جا کر زکوٰۃ وصدقات

وصول کرے) بھیجا کرتے تھے بخاری و مسلم میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجنا، ابوداؤد میں حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھیجنا، مسند احمد میں ابوجہم بن حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھیجنا، اسی سند میں حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھیجنا مستدرک میں حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھیجنا مذکور ہے، بیہقی میں ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا زکوٰۃ وصول کرنے بھیجتے تھے۔ (تلخیص الحبیر ۱۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صدقات وصول کرنے کے لئے لوگوں کے پاس جانا سنت سے ثابت ہے ان مالداروں کو نہ فرصت اور نہ موقعہ لہٰذا ان کے پاس جا کر زکوٰۃ صدقات کا وصول کرنا آپ کا مسنون طریقہ ہے۔ لہٰذا جو لوگ سفراء کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اس کام کو بیجا کام سمجھتے ہیں جہالت ہے۔ آپ کا ہر فعل عزت و شرف کے مرتبہ پر ہے۔ اس کو برا سمجھنا بڑی بری بات ہے۔

مالداروں سے زکوٰۃ لے کر مساکین وغرباء پر تقسیم کا حکم فرماتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جب یمن کی جانب (گورنر بنا کر) بھیجا تو فرمایا ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے مالداروں سے لی جائے گی اور تمہارے غرباء فقراء پر تقسیم کردی جائے گی۔ (بخاری صفحہ ۱۸۷، بخاری ۱۹۶، نسائی صفحہ ۳۴۸)

عون ابن ابو جحفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ ہمارے پاس نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی جانب سے زکوٰۃ صدقات وصول کرنے والا آیا اس نے ہمارے مالداروں سے صدقہ لیا اور ہمارے غریبوں میں صدقہ خیرات تقسیم کردیا میں یتیم بچہ تھا انہوں نے اس میں سے (زکوٰۃ سے وصول کردہ مال سے) ایک اونٹ دیا۔

(ترمذی صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب کسی کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجتے تو ان کو حکم دیتے کہ ان سے صدقات لے کر ان کے قریبی رشتہ داروں میں حسبِ مراتب تقسیم کردو اگر رشتہ دار نہ ہو تو قبیلہ محلے والوں کو دے دو پھر ضرورت مند پڑوسیوں کو دے دو۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۹۰، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۸۹)

ابن ہمام نے اس حدیث پاک سے فائدہ اخذ کر کے بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے لے کر مسلمان غریبوں کو دیا جائے گا کافر غیر مسلم کو زکوٰۃ جائز نہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

ابن قیم نے بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو فرمایا کہ یمن کے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر یمن کے غرباء اور فقراء میں تقسیم کردو آپ نے اپنے پاس مدینہ اسے نہیں منگوایا۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۰۸)

اس حدیث سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ جس علاقے کے لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے وہاں

کے غربا، مساکین میں زکوٰۃ تقسیم کی جائے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں لے جانے کو جب کہ وہاں زائد ضرورت نہ ہو منع اور مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۸۳)

پس اس حدیث پاک کے پیش نظر علاقے میں زکوٰۃ کی تقسیم کا خیال رکھا جائے وہاں کے فقراء مساکین بیواؤں اہل ضرورت کا اولاً خیال کیا جائے عموماً باہر سے آنے والوں کو لوگ زکوٰۃ وصدقات دے دیتے ہیں اور علاقے کے مستحقین رہ جاتے ہیں سو یہ شرعی نظام زکوٰۃ کے خلاف ہے ہاں اگر علاقے کے لوگوں کے مقابلہ دوسری جگہ زیادہ ضرورت ہو یا زیادہ نفع بخش ہو یا صالح متقی پرہیزگار ہو جیسے مدارس کا نظام تو یہ بہتر ہے۔
(شامی جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

اکثر محلے والوں اور رشتہ داروں کو حسن تعلقات اور ربط نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں سو یہ شرعاً درست نہیں یہ لوگ مستحق ہوں تو ان کو دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے زکوٰۃ کی تقسیم میں شرعاً استحقاق سے مطلب ہے حسن تعلقات اور ربط سے نہیں خوب سمجھ لیا جائے ایسی صورت میں وسائط سے دے دیا جائے تاکہ ان کا حق اولیت ادا ہو جائے۔

آپ ﷺ مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکالنے کو فرماتے

ابو کثیر نے بیان کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کی جانب روانہ کیا تو فرمایا کہ ہر چالیس دینار پر ایک دینار وصول کریں اور ہر دوسو درہم پر پانچ درہم۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیس دینار یا اس سے کچھ زائد پر نصف دینار اور چالیس پر ایک دینار لیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۸، دار قطنی صفحہ ۹۲)

فَائِدَہ: آپ ﷺ مال کا چالیسواں حصہ نصاب کے پورا ہونے کے بعد نکالنے کا حکم فرماتے یہی زکوٰۃ کا قاعدہ ہے مثلاً سونے کا نصاب ۴۰ر دینار ہے۔ اور چاندی کا دوسو درہم۔ تو ادھر ایک دینار اور ادھر ۵ر درہم نکالنے کا حکم فرماتے لہٰذا اس دور میں ۴ر ہزار یعنی چالیس سو میں ایک سو روپے زکوٰۃ کے سال پورا ہونے پر نکالے جائیں گے۔

سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے۔

اسی طرح ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ مال (نصاب) میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک کہ سال گزر نہ جائے۔ (ترمذی صفحہ ۱۳۸، دار قطنی صفحہ ۹۱، سنن کبری جلد ۴ صفحہ ۱۰۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ مال کی زکوٰۃ اس وقت لیتے تھے جب کہ اس پر سال گزر جاتا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۰۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ مال کی زکوٰۃ خواہ روپیہ ہو یا سونا چاندی ہو یا تجارت کی اشیاء ہوں ان پر سال گزرنا زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے ضروری ہے۔ (ہدایہ فتح القدیر صفحہ ۱۵۵)

بخلاف کھیتی یا باغ کی پیداوار پر جو زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے اس پر سال گزرنا شرط نہیں ہے۔ اسی طرح قربانی اور صدقہ فطر میں۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

سال گزرنے سے قبل بھی زکوٰۃ نکالنے کی اجازت

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ سال گزرنے سے پہلے جلد زکوٰۃ نکالی جاسکتی ہے بھلائی میں جلدی کے پیش نظر تو آپ نے اجازت دے دی کہ ہاں پہلے نکالی جاسکتی ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲۹، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۷، ترمذی صفحہ ۱۴۷، دار قطنی صفحہ ۱۰، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زکوٰۃ ایک یا دو سال پہلے کالے لیا تھا۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مال نصاب کی مقدار ہو تو سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں سال مکمل ہونے سے قبل اگر نکال دے تو یہ بھی درست ہے اب سال پورا ہونے کے بعد اسے زکوٰۃ نہیں نکالنی پڑے گی۔

ہدایہ، فتح القدیر میں ہے کہ اگر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کردی تو یہ بھی جائز ہے۔ ہاں اگر نصاب زکوٰۃ ہی نہیں پھر زکوٰۃ کی نیت سے نکالا تو معتبر نہیں۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)

مال کی کس مقدار پر زکوٰۃ کا حکم فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر بیس اشرفی پر یا اس سے زائد ہونے پر آدھی اشرفی اور چالیس اشرفی ہونے پر ایک اشرفی زکوٰۃ میں لیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ہمارے دیار میں ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا ۵۲ تولے چاندی نصاب ہے اگر سونا چاندی دونوں ہوں تو چاندی کی قیمت کے اعتبار سے مال پائے جانے پر زکوٰۃ واجب ہے یعنی مالیت ۵۲ چاندی کے برابر آجائے اسی طرح روپیہ میں بھی چاندی کا اعتبار ہے۔ چاندی مثلاً ۸۰ روپیہ تولہ ہو تو ۴۲/سو روپیہ قریب ہونے پر نصاب کی مقدار پائی گئی اس قیمت پر سال گزرنے سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

اگر شروع اور آخر میں نصاب کی مقدار پائی گئی اور بیچ سال میں کم ہوگیا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۲۲۰)

ہاں البتہ ایسا ہوا کہ بیچ سال میں بالکل مال ختم ہوگیا ایک روپیہ بھی نہ رہا یا قرض ہوگیا تو نصاب کے ختم ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (فتح القدیر صفحہ۲۲۱)

ہاں اب جب نصاب کا مالک ہوگا تو اس وقت سے سال شروع ہوگا اور سال پورے ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی اس درمیان اگر مال بیچ میں کم ہوگیا تو اس سے کوئی فرق نہ ہوگا اول اور آخر سال کا اعتبار ہوگا۔

نصاب کے پورا ہونے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۱۹۰/درہم پر زکوٰۃ نہیں (چونکہ نصاب مکمل نہیں) ہاں مگر یہ کہ اس کا مالک (تبرعا) دینا چاہے اور جب دوسو درہم پورے ہو جائیں تو اس میں ۵/درہم ہیں۔ اور اس سے زائد ہو جائے تو اسی حساب سے ہے۔ (دار قطنی صفحہ۹۲، سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۱۳۴، ترمذی صفحہ۱۳۵)

نصاب سے کم مقدار مال ہوتا تو زکوٰۃ واجب نہ فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسو درہم (جو چاندی کے نصاب سے ہے) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۱۱۷، دار قطنی جلد۲ صفحہ۹۲، سنن کبریٰ صفحہ۱۳۸)

عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسو درہم (نصاب) سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۱۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ دوسو درہم (نصاب چاندی) سے کم ہو تو کوئی زکوٰۃ نہیں اور اگر دوسو سے زائد ہو جائے تو پھر حساب سے زکوٰۃ ہے۔ (یعنی سو پر ڈھائی)۔ (عبدالرزاق جلد۴ صفحہ۸۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۵/اوقیہ (۴۰/درہم) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بخاری صفحہ۱۹۴)

نصاب سے زائد مقدار پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہے

ابن ضمرہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ دوسو درہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے اور اس سے زائد پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا دوسو درہم سے جو زائد ہو جائے اس پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ۱۱۹، مصنف ابن عبدالرزاق جلد۴ صفحہ۸۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نصاب سے جو زائد ہو جائے اس کا حساب لگا کر زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ مثلاً ایک ہزار

زائد ہے تو ۲۵/ روپے اور ۵/ سو روپے زائد ہیں تو ساڑھے بارہ روپے زکوٰۃ میں نکالے جائیں گے پھر نصاب کا مکمل ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہاں زکوٰۃ کے ابتداءً واجب ہونے میں نصاب کا مکمل ہونا ضروری ہے۔

نصاب پر جب سال گزر جاتا تو زکوٰۃ کا حکم فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو سو درہم ہو جائیں اور سال اس پر گزر جائے تو اس میں ۵/ درہم (چالیسواں حصہ) واجب ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۸)

پہننے والے زیوروں کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ یمن کی ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئی اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی دونوں کے ہاتھ میں زیور تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کی زکوٰۃ نکالتی ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا یہ تمہارے دونوں کنگن خدائے پاک آگ کے بنا دیں گے۔ اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر اس کی زکوٰۃ نکالو۔ چنانچہ اس نے ان کنگنوں کو اتار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے اور کہا یہ دونوں خدا اور رسول کے لئے ہیں (یعنی صدقہ میں پیش ہے)۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۱۸، دار قطنی صفحہ ۱۰۸، نسائی صفحہ ۳۴۳، ترمذی صفحہ ۱۳۸)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ میں اور میری خالہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں۔ ہمارے پاس سونے کے کنگن تھے ..آپ نے پوچھا ان کنگنوں کی زکوٰۃ نکالتی ہو۔ ہم نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں ڈر کہ خدائے پاک تمہیں آگ کے دو کنگن پہنا دے۔ زکوٰۃ ادا کرو۔
(مسند احمد تلخیص صفحہ ۱۸۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے ہاتھ یا پیر میں زیور تھا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے عائشہ میں نے کہا یہ زیور ہے اسے بنوایا ہے تاکہ آپ کے لئے زینت اور خوشنمائی حاصل کروں۔ اس پر آپ نے فرمایا اس کی زکوٰۃ نکالتی ہو کہا نہیں تو آپ نے فرمایا یہ تمہارے جہنم کے لئے کافی ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۱۸، بیہقی صفحہ، تلخیص صفحہ ۱۸۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عورت نے زیور کی زکوٰۃ کے متعلق پوچھا تو جواب دیا کہ اگر اس کی حیثیت و قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۱۰۸، تلخیص الحبیر صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: وہ زیورات جو سونے چاندی کے ہوں خواہ پہنے جاتے ہوں یا رکھ دیئے گئے ہوں ان کی مالیت سونے

چاندی ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر یا اس سے زائد ہو جائے تو ان زیوروں پر بہر صورت زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ فی ہزار پر ۲۵ روپے ادا کرنے ہوں گے۔ عورتوں سے عام طور پر اس مسئلہ میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے باوجود زکوٰۃ فرض ہونے کے زکوٰۃ نہیں نکالتی ہیں اور جہنم کی سخت ترین سزا مول لیتی ہیں۔ شوہروں کو چاہئے کہ اس پر توجہ دیں۔

روپیہ، سونا، چاندی پر بہر صورت زکوٰۃ ہے خواہ رکھے ہوئے ہوں اور تجارت نہ کی جارہی ہو

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ حضرت عطاء کہتے ہیں سامانوں پر (گھریلو اور برتنے والے) زکوٰۃ نہیں تاوقتیکہ ان کی تجارت نہ کی جائے سوائے سونے اور چاندی کے کہ اگر وہ رکھے ہوئے ہوں اور ان سے تجارت نہ کی جاتی ہو تب بھی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۹۷)

فَائِدَة: خیال رہے کہ سونا چاندی کی تمام اشیاء میں خواہ برتن کی شکل میں ہوں یا زیورات کی شکل میں بہر صورت ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

اسی طرح چاندی کی انگوٹھی جو مرد پہنے اسے بھی مال کے ساتھ جوڑا جائے گا اور نصاب کی مقدار ہونے پر زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۱۵)

کپڑے کے تاجروں پر زکوٰۃ ہے

حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ میں، بکریوں میں، گائے میں اور کپڑوں میں صدقہ ہے۔ (دارقطنی صفحہ ۱۰۱)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ غلام، سواری کے جانور یا کپڑے کی تجارت کی جاتی ہو تو اس میں سالانہ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

قرض دیئے گئے مال پر بھی زکوٰۃ ہے

ابن شہاب زہری سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کا مال دوسرے کے پاس قرض ہے کیا اس مال پر زکوٰۃ ہے؟ کہا ہاں اگر وہ معتمد (ادا کرنے والے کے) پاس ہے۔ اگر ایسا قرض ہے جس کے ملنے کی امید نہیں تو پھر نہیں ہاں اگر مل جائے گزشتہ ایام کی زکوٰۃ نکالے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

فَائِدَة: ہدایہ، فتح القدیر میں ہے کہ جس قرض کے ملنے کا امکان ہو (خواہ دیر ہی سے ملے) اس مال پر بھی زکوٰۃ ہے۔ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ اگر قرض خواہ بھاگ گیا ہو یہ اس کی تلاش طلب پر قادر ہو تو اس مال پر زکوٰۃ ہے۔

قرض کا مال مل جائے اور گزشتہ کی زکوٰۃ نہ نکالی ہو تو گزشتہ ایام کی زکوٰۃ نکالنی واجب ہے۔

(شامی جلد۲ صفحہ ۲۶۷، ۲۶۶، فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۶۷)

پالتو جانوروں کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ میں، بکریوں میں کپڑوں میں زکوٰۃ ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۱۰۱)

معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو جب آپ ﷺ نے یمن کی جانب (زکوٰۃ حاصل کرنے بھیجا تو) فرمایا غلہ میں سے غلہ کی زکوٰۃ (عشر) بکریوں میں سے بکری، اونٹوں میں سے اونٹ، گایوں میں سے گائے زکوٰۃ میں وصول کرو۔ (ابوداؤد، جلد۱ صفحہ ۲۲۶)

حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جو زکوٰۃ کا فرمان مبارک لکھوا کر بھیجا تھا اس میں تھا کہ ۵/ اونٹ پر ایک بکری لی جائے اور دس اونٹ پر ۲/ بکری ۱۵/ میں ۳/ ۲۰/ میں ۴/ بکریاں اور بکریوں میں جب کہ ۴۰/ بکریاں ہوں تو ہر ۴۰/ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ میں لی جائے ۱۲۰/ بکریوں تک پھر جب ۱۲۰/ سے زائد بکریاں ہو جائیں تو ۳/ بکری زکوٰۃ میں حاصل کی جائے۔ (مختصراً ابوداؤد صفحہ ۲۱۹)

اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ ہر ۳۰/ گائے پر ایک سالہ بچہ لیا جائے گا اور چالیس گایوں پر دو سالہ بچہ لیا جائے گا۔ (یہی حکم بھینس کا بھی ہے) اور وہ جانور مثلاً بیل جس سے ہل جوتا جاتا ہو اس پر کچھ نہیں۔ (مختصراً ابوداؤد صفحہ ۲۲۱)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ جو حضرات جانور پالتے ہیں اور ان کا ریوڑ رکھتے ہیں اور ان کو چراتے ہیں سال کے اکثر حصے میں چر کر کھاتے ہیں اور ان کی تعداد گائے بھینس میں ۳۰/ بکریوں میں چالیس کی تعداد کو یا اس سے زائد ہوں تو ان جانوروں کی بھی آپ مذکورہ حساب سے ۳۰/ گائے بھینس پر ایک سالہ بچہ اور ۴۰/ بکریوں پر ایک بکری وصول فرماتے اور ان کو نکالنے کا حکم دیتے۔

ان جانوروں کی تعداد پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہے جب دودھ اور نسل کے لئے ہوں گوشت کھانے کے لئے نہ ہوں اور سواری کے استعمال کے لئے نہ ہوں اسی طرح یہ تجارت خرید و فروخت کے لئے نہ ہوں کہ اس صورت میں تجارتی اشیاء کی طرح ان کی قیمتوں کے تناسب سے زکوٰۃ واجب ہوگی اور چاندی کے نصاب کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (الشامی جلد۲ صفحہ ۲۷۶)

زیورات میں جواہرات جڑے ہوتے ہیں اس پر زکوٰۃ نہیں

عمرو بن شعیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جواہر پر زکوٰۃ نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موتیوں پر زکوٰۃ نہیں۔
حضرت عکرمہ نے کہا جواہر، موتیوں، زمرد پر زکوٰۃ نہیں ہاں مگر یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں۔
(اعلاء السنن صفحہ ۶۲)
حضرت ابراہیم نخعی نے کہا جواہر اور یاقوت میں زکوٰۃ نہیں ہاں مگر یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں۔
(مصنف عبدالرزاق صفحہ ۵۸)

فائدہ: زیوروں میں جو قیمتی پتھر اور ہیرے موتی جڑے ہوتے ہیں اگرچہ وہ بہت قیمتی اور گراں ہوتے ہیں مگر ان پر زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح الگ سے بھی زینت کے طور پر رکھے ہوں تو ان پر نہ ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ہاں اگر یہ تجارت کے لئے ہوں تو ایسی صورت میں ہیروں کی تجارت اور ان کے تاجروں پر زکوٰۃ ہے۔
رحمتہ الامۃ کے حوالے سے اعلاء السنن میں ہے کہ سونے چاندی کے علاوہ گوہر، موتی، جواہر، یاقوت، زمرد، مشک، عنبر کے زکوٰۃ نہ ہونے پر اجماع ہے۔ (صفحہ ۶۲)، خواہ اس کی قیمت لاکھ اور کروڑ کیوں نہ ہو۔

خرید و فروخت "تجارتی اشیاء" پر زکوٰۃ کا حکم فرماتے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو حکم دیتے کہ ہم لوگ ان سامانوں کی جس کی خرید و فروخت کرتے ہیں زکوٰۃ نکالیں۔ (دارقطنی، ابوداؤد صفحہ ۲۱۸، تلخیص صفحہ ۱۹۰، فتح القدیر صفحہ ۲۱۸)
زیاد بن عزیر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور یہ حکم دیا کہ میں مسلمانوں کے ان مالوں سے جسے وہ تجارت کے لئے اِدھر اُدھر منتقل کرتے ہیں چالیسواں حصہ وصول کروں۔ (تلخیص صفحہ ۱۹۰)

فائدہ: خیال رہے کہ جو مال تجارت اور دوکانداری کے لئے ہو اس پر بھی جب کہ وہ نصاب کی مالیت سے زائد ہو اور سال گزر جائے زکوٰۃ ہے۔ قرض وغیرہ منہا کر کے اس کی زکوٰۃ فی ہزار روپیہ پر ۲۵/ روپے نکالی جائے گی۔
نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ سامان میں زکوٰۃ نہیں ہاں مگر یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں۔ (بیہقی، تلخیص صفحہ ۱۹۱، اعلاء السنن صفحہ ۵۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو سامان تجارت اور بیچنے کے لئے ہو نصاب تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ کا حساب سے نکالنا واجب ہے۔ ابن منذر نے بیان کیا کہ سامان تجارت کی زکوٰۃ جب اس پر سال گزر جائے واجب ہونے پر اجماع ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۵۵، فتح القدیر صفحہ ۲۱۸)
خیال رہے کہ دوکانداری تمام اشیاء پر خواہ وہ کریانہ کا سامان ہو یا کپڑے یا لوہے وغیرہ کا ہو تمام سامان تجارت کی زکوٰۃ واجب ہے بعض ناواقف لوگ صرف نقد روپیہ پر زکوٰۃ سمجھتے ہیں سو یہ جہالت ہے۔ اہل علم سے

مسائل پوچھ لیا کریں۔

اگر تجارتی سامان نصاب کی مقدار میں نہیں ہے مگر نقد روپیہ سے ملا کر نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو زکوٰۃ اس صورت میں بھی واجب ہو جائے گی۔ (فتح القدیر صفحہ۲۲۱)

اسی طرح تجارت کے مختلف سامانوں کو جوڑ کر نصاب تک پہنچنا دیکھا جائے گا اگر پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہے۔ (فتح)

آپ ادائیگی زکوٰۃ کی سخت ترغیب دیتے

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اسلام کی تکمیل میں سے ہے کہ تم اپنے مال کی زکوٰۃ نکالو۔ (بزار، ترغیب جلد۱ صفحہ۵۲۰)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مال کی حفاظت زکوٰۃ کے ذریعہ کرو اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو مصائب کے موجوں کا دفاع دعا اور تضرع سے کرو۔ (ترغیب، طبرانی، بیہقی)

مال کی شر اور فتنے سے حفاظت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اس مال کی برائی تم سے دور ہوگئی۔ (ترغیب صفحہ۵۱۹، حاکم، طبرانی)

زکوٰۃ نہیں دی تو نماز قبول نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے قائم کرنے کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (ترغیب صفحہ۵۴۰)

فائدہ: مال کا جو شر اور فتنہ ہوتا ہے زکوٰۃ نکال دینے کی وجہ سے اس سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ شر کا مطلب تجارتی گھاٹا، چوری ڈکیتی، مال پر نظر بد کا لگنا، اور دیگر آفات جو مال سے متعلق ہیں اس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ مال کا نکالنا صدقہ خیرات کرنا مصائب وحوادث کو دور کرتا ہے اس لئے مال کی حفاظت کا بہترین باطنی خاموش ذریعہ صدقہ خیرات کرنا ہے۔

زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے پر سخت وعید بیان فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا اسے قیامت کے دن جس کی مدت پچاس ہزار سال ہوگی آگ کا اژدہا بنا دیا جائے گا پھر اس سے اس کی پیشانی، پہلو، پیٹھ کو داغا جلایا جائے گا پھر لوگوں کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ۵۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا قیامت کے دن اسے گنجا سانپ بنادیا جائے گا جسے اس آدمی کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔
(ترغیب صفحہ ۵۲۸)

زکوٰۃ نہ دینے پر سب سے پہلے جہنم میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ۳/لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور ۳/لوگ سب سے پہلے جہنم میں بھی داخل ہوں گے۔ ۳/لوگ جو اول جہنم میں داخل ہوں گے وہ یہ لوگ ہیں۔ ظالم امیر، وہ مالدار جس نے اپنے مال سے اللہ کا حق ادا نہ کیا (زکوٰۃ نہیں نکالی) اور متکبر فقیر۔
(ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۵۴۰)

زکوٰۃ نہ دینے پر مال اژدہے کی شکل میں مسلط

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ پاک نے مال سے نوازا اور اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی قیامت کے دن اس کے مال کو گنجا سانپ بنادیا جائے گا جس پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (جو بہت زیادہ وحشت ناک اور زہریلے ہونے کی پہچان ہے) قیامت کے دن وہ اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا میں تمہارا مال ہوں میں تمہارا خزانہ ہوں پھر آپ نے آیت "ولا یحسبن الذین یبخلون" تلاوت فرمائی۔ (بخاری مسلم صفحہ ۱۸۰، نسائی صفحہ ۳۴۳، ترغیب جلد ا صفحہ ۵۴۱)

زکوٰۃ کی کوتاہی سے مال کا خسارہ اور ہلاکت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مال نہ خشکی میں (زمین پر) اور نہ سمندر میں (کشتی و جہاز سے) ہلاک و برباد ہوتا ہے مگر زکوٰۃ کی کوتاہی اور نہ دینے سے۔
(طبرانی، ترغیب جلد ا صفحہ ۵۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس مال میں زکوٰۃ کا مال مل جاتا ہے (زکوٰۃ ادا نہیں کی مال میں ملالیا) تو وہ اس کے مال کو فاسد برباد ہلاک کر دیتا ہے۔ (ترغیب صفحہ ۵۴۱)

فائدہ: زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے جو وبال اور عذاب آخرت کے ہیں وہ تو علیحدہ رہے دنیا میں بھی اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کے ضائع ہونے کا سبب بنتا ہے ایک اور حدیث میں اس حدیث شریف کے متعلق ایک قصہ بھی نقل کیا گیا ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ مکہ مکرمہ میں حطیم کے سایہ میں تشریف فرما تھے کسی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ فلاں گھرانے کا سامان سمندر کے کنارے پر پڑا تھا وہ ہلاک ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی مال برو بحر خشکی ہو یا سمندر میں مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں اس

کے بغیر ضائع نہیں ہوتا کہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا ہوئی ہو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کر کے ذریعہ حفاظت کیا کرو اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کیا کرو اور ناگہانی مصیبتوں کو دعاؤں کے ذریعہ ہٹایا کرو کہ دعا اس مصیبت کو زائل کر دیتی ہے اور اس کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نہ آئی ہو۔

اگر کوئی شخص بجائے اس کے کہ اس کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے تقرب پیدا کرے اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جو اللہ جل شانہ کا اہم فریضہ ہے تو اس کی نافرمانی میں کیا شک ہے۔ اور ایسے شخص کو اپنے مال کے باقی رہنے کی زیادہ امید نہ رکھنی چاہئے وہ خود اس کے ضائع ہو جانے کی تدبیر کر رہا ہے اگر اس مال میں بھی خدانخواستہ ضائع نہ ہو تو یہ اور بھی سخت خطرناک ہے اس صورت میں یہ کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔

(فضائل صدقات صفحہ ۲۵۵)

بارش کے روک دینے کی سزا زکوٰۃ کی کوتاہی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زکوٰۃ نہیں دی جاتی ہے تو بارش (کے وقت پر) روک دیئے جانے کی سزا دی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے جب لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک دیتے ہیں تو آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۵۴۴)

فائدہ: آج کل عموماً بارش وقت پر نہیں ہوتی اس کا ایک سبب زکوٰۃ میں کوتاہی ہے۔ اور جو بارش ہوتی ہے اس میں جانوروں کی رعایت کو دخل ہے کہ خدائے پاک بارش جو فرماتے ہیں اس میں بے زبان جانوروں پر اور انسان کے علاوہ دیگر جنسوں پر رحم کی وجہ سے ہے کہ انسان کے گرفت اور مواخذہ میں آکر وہ پریشان نہ ہو جائیں۔

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں تاوقتیکہ اس پر نماز فرض نہ ہو جائے۔ (یعنی بالغ نہ ہو جائے) (دار قطنی صفحہ ۲۱۱، اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۴)

فائدہ: نابالغ چونکہ مکلف نہیں اس لئے اس کے مال پر اگرچہ وہ نصاب یا اس سے زائد ہو زکوٰۃ نہیں ابن منذر نے اشراف میں بیان کیا کہ نابالغ بچوں پر زکوٰۃ نہیں تاوقتیکہ وہ نماز اور روزہ نہ رکھیں (یعنی مکلف ہو جائیں)۔ (اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۷)

ہدایہ، فتح القدیر میں ہے کہ نابالغ بچے اور پاگل کی ملک میں جو مال ہو اس پر زکوٰۃ باوجودیکہ سال گزر جائے واجب نہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

البتہ جب بالغ ہو جائے وقت بلوغ کے بعد سے سال جوڑا جائے گا۔ مقدار پوری ہونے پر زکوٰۃ واجب

ہوگی۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۶۰، شامی صفحہ ۲۵۸)

قرض ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں فرماتے

نافع نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور ایک ہزار درہم اس پر قرضہ بھی ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۱)

اشہب بن مالک کی روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان بن یسار سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کے پاس مال بھی ہے اور قرضہ بھی ہے کیا اس پر زکوٰۃ ہے کہا نہیں۔ (اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۱۱)

فَائِدَة: مقروض اور مدیون پر زکوٰۃ نہیں مطلب یہ ہے کہ جتنا مال ہے اتنا قرضہ ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں گویا کہ یہ دوسرے کا مال ہے ادا کرنا ہے۔ ہاں اگر قرض ادا کرنے کے بعد باقی بچے اور وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب ہے۔

قرض کا حساب نکال کر زکوٰۃ کی ادائیگی ہے

حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مہینہ ہے جس پر کوئی قرضہ ہو اپنے قرضہ کو ادا کرے یہاں تک کہ اس کا مال صاف ہو جائے پھر اپنی زکوٰۃ کو ادا کرے۔

(سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۴۸، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی ہے کہ اپنے مال میں سے پہلے قرض کو ادا کرے گا پھر جو باقی بچے گا اس کی زکوٰۃ نکالے گا۔

ابن شہاب زہری نے کہا کہ قرض کو وصول کرنے کے بعد زکوٰۃ نکالے گا۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۴۸)

فَائِدَة: خیال رہے کہ مال ہے مگر قرض بھی ہے تو ایسی صورت میں قرض کا حساب منہا کر کے اگر باقی مال نصاب زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچتا ہے تب اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں بیان کیا ہے کہ پہلے قرض ادا کیا جائے گا پھر صدقہ خیرات، صدقہ سے دین زیادہ اہم ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۹۲)

فَائِدَة: خیال رہے کہ بیوی کا مہر اگرچہ قرض ہو اس کا ادا کرنا واجب ہے مگر یہ ایسا قرض نہیں ہے کہ نصاب میں منہا کر کے اس کا اعتبار کیا جائے اس کے باقی رہتے ہوئے زکوٰۃ بہرصورت واجب رہتی ہے اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۳)

وکیل، نائب کو زکوٰۃ ادا کرنے والا بری ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا کہا بنی تمیم کے قبیلہ سے ہوں کیا میرے لئے یہ کافی ہے اے اللہ کے رسول کہ میں جب کسی نائب ''وکیل'' کو زکوٰۃ ادا کر دوں تو میں

بری ہو جاؤں گا اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جب تم میرے قاصد وکیل کو ادا کر دو گے تو تمہاری ذمہ داری پوری ہو جائے گی گناہ اس کو ہو گا جو اس میں تبدیلی کرے۔

(مسند احمد بلوغ الامانی جلد ۹ صفحہ ۳۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب زکوٰۃ وصول کرنے والے نے اپنا صحیح اور حق ہونا ظاہر کیا جس پر زکوٰۃ ادا کرنے والے نے حوالہ کر دیا تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی یہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو گیا اب وصول کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے صحیح مصرف میں لگائے خیانت نہ کرے۔

اگر بیجا غیر مصرف میں صرف کرے گا تو یہ ذمہ دار ہو گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو سفراء زکوٰۃ وصول کرنے آتے ہیں ان کے قول اور ظاہر احوال پر اطمینان کرتے ہوئے کسی نے زکوٰۃ وصدقات ادا کر دیا۔ اس نے اسے خود کھالیا یا غلط خلاف شرع مصرف صحیح کے علاوہ میں خرچ کیا تو دینے والا عنداللہ مواخذہ سے بری ہو جائے گا اور یہ لینے والا شخص ذمہ دار ہو گا۔

تاہم اس دور میں بہت سے لوگ اس مسئلہ میں کوتاہ اور خائن ہیں ادائیگی کے وقت تحقیق کر کے دیا جائے ان کی تفتیش کر لی جائے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں تب حوالہ کی جائے۔

اس زمانہ میں کمیشن پر چندہ کرنے والے عام ہو گئے ہیں یہ مصالح زکوٰۃ کے خلاف کا مال اچھا خاصہ حصہ یہ لے لیتے ہیں مصرف میں جانے والی مقدار کم ہوتی ہے پھر یہ معاملہ بھی شرعاً درست نہیں گویا زکوٰۃ کی دوکانداری اور تجارت ہے لہٰذا پوچھ لے کمیشن پر چندہ کرتا ہو تو نہ دے۔ بعض صورتوں میں زکوٰۃ ہی ادا نہیں ہوتی۔ (اس کی تفصیل عاجز کے رسالہ کمیشن پر چندہ علماء کا فیصلہ میں ہے دیکھئے)

زکوٰۃ وصول کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صحیح اور حق طور پر زکوٰۃ وصول کرنے والا راہ خدا میں غزوہ جہاد کرنے والے کی طرح ہے تاوقتیکہ وہ گھر نہ لوٹ جائے۔

(ترغیب صفحہ ۵۵۹، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۴۰۶، ترمذی صفحہ ۱۴۰)

مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی کو زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے بھیجا اس نے جانے میں تاخیر کر دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا میں تم سے تاخیر دیکھ رہا ہوں (شاید فضیلت کے نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو) سو تم کو اس کام میں راہ خدا میں غزوہ کا ثواب ملے گا۔

(کنز العمال صفحہ)

فائدہ: زکوٰۃ وصول کرنے والے کی اس حدیث میں فضیلت ہے۔ اس میں وہ سفراء بھی داخل ہیں جو لوگوں

سے زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں۔ افسوس کہ آج کل ایسے حضرات کو لوگ نیچی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو جہالت ہے۔ حدیث پاک میں حق کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحیح اور حق پر ہوں خلاف شرع امور کے مرتکب نہ ہوں مثلاً خیانت کی دھوکہ دے کر زکوٰۃ وصول کی جیسا کہ بعض لوگ زکوٰۃ کے مصرف میں خیانت کرتے ہیں۔ مدرسہ کے نام سے اپنے لئے وصول کرتے ہیں یا اس میں خیانت، خرد برد کرتے ہیں وغیرہ تو ایسی صورت میں فضیلت کے بجائے سزا کے مستحق ہوں گے۔

کھیتی، زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ وصول فرماتے

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا کہ جس کھیت کی سیرابی آسمانی پانی سے ہو اس میں دسواں حصہ لوں اور جسے ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں بیسواں حصہ لوں۔ (بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۲۲۰، نسائی صفحہ ۳۴۴، بیہقی صفحہ ۱۳۰، دار قطنی صفحہ ۱۲۹، حاکم صفحہ ۴۱)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرض قرار دیا کہ جو کھیتی آسمانی پانی نہروں اور چشموں کے پانی سے سیراب کی جائے اس پر دسواں حصہ اور جو اونٹ سے سیراب کی جائے اس پر بیسواں حصہ نکالا جائے۔ (نسائی صفحہ ۳۴۵، دار قطنی صفحہ ۱۲۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ان امور پر سال کا گزرنا شرط نہیں پیداوار کے بعد جب ملک میں آجائے اور جس مقدار میں آئے اسی اعتبار سے دسواں یا بیسواں حصہ لازم ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

بخلاف مال، سونے اور چاندی میں اور تجارتی اشیاء میں سال کا گزرنا شرط ہے۔

زمین کی پیداوار پر دسواں اور بیسواں حصہ مقرر فرماتے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس زمین کی کھیت کی سیرابی بادلوں اور نہروں سے ہو اس میں دسواں حصہ اور جس کی سیرابی اونٹنی کے ذریعہ سے ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۱۳۰، ابوداؤد صفحہ ۲۲۵، نسائی صفحہ ۳۴۴)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آسمان اور چشموں کے سیراب کردہ کھیت پر دسواں حصہ اور اونٹ سے سیراب کردہ کھیتی پر بیسواں حصہ ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۳۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ جس کھیتی میں محنت ومشقت وصرفہ کم آیا ہو مثلاً بارش کے پانی سے کام چل گیا ہو یا نہر کے بغل میں یا زمین کے نم ہونے کی وجہ سے ہاتھ یا جانور سے سینچائی کی ضرورت نہ پڑی ہو اس پیداوار پر دسواں حصہ صدقہ ہے۔

اور جس میں اپنے ہاتھ سے یا جانور سے یا اس دور میں مشین سے یا سرکاری نہر سے سیراب کی گئی ہو اس پیداوار پر بیسواں حصہ ہے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۲۴۶)

قابل ذخیرہ اشیاء پر زکوٰۃ عشر واجب ہے

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو جب آپ نے یمن کی جانب بھیجا تو ان سے فرمایا کہ لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان سے یہ فرمایا کہ چار چیزوں کی زکوٰۃ (عشر) ان سے لیں، جو، گیہوں، کشمش اور کھجور۔ (حاکم صفحہ۱۴۰، مجمع الزوائد صفحہ۷۸، مشکوٰۃ صفحہ۱۵۹)

حضرت عمرو بن شعیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے گیہوں، جو، کھجور اور کشمش پر صدقہ ''عشر'' متعین فرمایا ہے۔ (دار قطنی صفحہ۹۶)

فَائِدَة: یعنی جو چیزیں ذخیرہ اندوزی کی ہیں اس میں عشر ہے اس کے خلاف ساگ ٹماٹر وغیرہ میں نہیں ہے۔

سبزیوں اور ساگ پات پر زکوٰۃ نہیں

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ سبزیوں پر کوئی صدقہ (واجبہ یعنی نصف عشر) نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آپ نے یمن زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتے وقت فرمایا کہ سبزیوں پر کوئی صدقہ (واجبہ) نہیں ہے۔ (دار قطنی صفحہ۹۶، ترمذی صفحہ۱۳۸)

حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت نقل کی ہے کہ سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔
(مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۷۱)

فَائِدَة: جو چیزیں رکتی نہیں جن کو ذخیرہ بنا کر رکھا نہیں جا سکتا رکھنے پر سڑ گل جاتی ہیں ان پر آپ نے زکوٰۃ عشر واجب قرار نہیں دیا۔

زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زائد بہر صورت عشر ہے

حضرت مجاہد نے بیان کیا کہ زمین کی پیداوار پر خواہ کم ہو یا زائد عشر یا نصف واجب ہے۔ حماد نے کہا زمین کی پیداوار جو بھی ہو اس پر دسواں یا بیسواں حصہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۱۳۹)

سماک بن الفضل نے کہا حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ فرمان لکھ کر بھیجا کہ زمین کی تھوڑی پیداوار ہو یا زائد بہر صورت اس پر ''عشر'' ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ۱۲۱)

فَائِدَة: ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زائد بہر صورت عشر (یا بیسواں حصہ) واجب ہے۔ (فتح القدیر صفحہ۲۴۲)

زمین کی پیداوار پر نہ کوئی مقدار خاص ہے اور نہ اس پر سال گزرنا ضروری ہے۔ بہرصورت پیداوار پر دسواں یا بیسواں حصہ واجب ہے۔

اسی طرح اس کے لئے بالغ اور عاقل ہونا بھی ضروری نہیں لہٰذا نابالغ اور پاگل کے کھیت کی پیداوار میں بھی عشر ہے۔ (شامی صفحہ ۲۲۶)

مسلمانوں سے عشر غیر مسلموں سے خراج لینے کا حکم

حضرت علاء ابن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بحرین کی جانب یا ہجر کی جانب بھیجا ۔ پس میں مسلمانوں سے عشر اور غیر مسلموں سے خراج لیتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں پر جزیہ خراج نہیں۔ (ترمذی صفحہ ۱۳۸)

فائدہ: مسلمان اپنی پیداوار کا دسواں حصہ یا بیسواں حصہ نکالیں گے اور غیر مسلم جو اسلامی سلطنت میں رہتے ہیں وہ خراج ٹیکس نکالیں گے جو خلیفۃ المسلمین اور ان کے درمیان طے ہوا اور ان غیر مسلموں کے نقد مالوں پر کچھ نہیں سوائے جزیہ کے بخلاف مسلمانوں پر زکوٰتی اموال میں زکوٰۃ ہے مزید ان مسائل کی تفصیل کے لئے کتب فقہ دیکھئے۔ یا کسی محقق عالم سے پوچھئے۔

زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں دیگر حقوق ہیں

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

شعبی، مجاہد، طاؤس وغیرہ سے منقول ہے کہ مال میں صرف زکوٰۃ ہی واجب نہیں اس کے علاوہ بھی حق ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۲۳۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل مال پر صرف مال کا یہی حق نہیں کہ زکوٰۃ نکال دیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی دیگر حقوق ہیں۔ مثلاً مساجد کی تعمیر، مدارس کی تعمیر، شادی بیاہ مرنی جینی میں غرباء مساکین کی مدد، بھوکوں اور کپڑے کی ضرورت مندوں پر بوقت ضرورت خرچ، بیمار اور دیگر پریشان حال کی نصرت اور تعاون اگر ان کے پاس زکوٰۃ کی رقم نہ ہو اور یہ امور پیش آجائیں تو بھی مال سے ان امور میں خرچ واجب ہوگا۔ اسی طرح محلے کی مساجد کا نظم مکاتب کے اخراجات میں کہاں زکوٰۃ کی رقم لگے گی ان میں تو غیر زکوٰۃ میں دی جائے گی اسی طرح عوامی ضرورتوں پر۔ راستوں، پلوں کی تعمیر، ہوسپٹلوں کی ضرورت پر ان کے اخراجات اسی طرح وقتی مصارف یہ سب

زکوۃ کے علاوہ سے ہوں گے۔

زکوۃ میں ردی اور گھٹیا مال ادا کرنا برا اور منع ہے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انصار (کے کچھ لوگوں نے) زکوۃ میں ردی کھجوریں دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ......﴾ اے ایمان والو اپنی کمائی سے عمدہ اچھا مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۶)

کشف الغمہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ردی اور گھٹیا مال نکالنے سے منع فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے ﴿لا تیمموا الخبیث منه تنفقون﴾ (کشف الغمہ صفحہ۱۸۲)

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو منافق آدمی بدترین پھل جو ان کے پاس ہوتے تھے وہ دیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدرالمنثور)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ آیت شریفہ فرض زکوۃ کے بارے میں نازل ہوئی جب لوگ کھجوروں کو کاٹتے تو اچھا مال چھانٹ کر علیحدہ کر لیتے جب زکوۃ کے لئے آدمی جاتا تو ردی مال اس کے سامنے کر دیتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اور مسجد میں کسی نے ردی کھجور کا خوشہ لٹکا رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشہ پر لکڑی ماری اور فرمایا جس نے یہ لٹکایا ہے اگر اس سے بہتر لٹکاتا تو کیا نقصان ہو جاتا یہ شخص جنت میں ایسی ہی ردی کھجور پائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ مساکین کو اس مال سے نہ کھلاؤ جس کو تم (ردی اور کم تر ہونے کی وجہ سے) نہ کھا سکو۔ (فضائل اعمال صفحہ۲۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ گوشت جو ذرا بدبودار ہو گیا تھا صدقہ کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ایسی چیز صدقہ کرتی ہو جس کو تم خود بھی نہیں کھا سکتی (یعنی بدبودار خراب ہونے کی وجہ سے)۔

(مجمع صفحہ۱۱۶)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جب دیا جا رہا ہے تو اچھا مال جہاں تک ممکن ہو دینا چاہئے زکوۃ میں ردی مال دینا بھی زکوۃ نہ دینے کی ایک قسم ہے۔ نہ تو اللہ جل شانہ بہترین مال کا مطالبہ فرماتے ہیں نہ گھٹیا مال کی اجازت دیتے ہیں بلکہ متوسط مال کا مطالبہ ہے۔ (فضائل اعمال صفحہ۲۶۱)

بعض تاجروں اور دکانداروں کو آپ دیکھیں گے کہ جو مال نہ بکنے والا ہو گیا ردی ہو گیا خراب ہو گیا بازار میں

اس کی بکری اور قیمت کم ہوگئی اس مال کو زکوٰۃ میں سفیروں کو دے دیتے ہیں چنانچہ کپڑے کے تاجر عموماً ایسا کرتے ہیں۔ اس کی اصل قیمت پر نکالے تو جائز اور درست ہے مگر بہتر نہیں۔

آپ کی خدمت میں لوگ زکوٰۃ وصدقات پہنچا دیا کرتے

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ کے اونٹ لے کر آیا تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے بھلائی کی دعا کی۔ (طبرانی سبل الہدیٰ صفحہ ۳۰۲)

فائدہ: خیال رہے کہ جب مال یا کسی تاجرانہ اشیاء کی زکوٰۃ واجب ہو جائے تو اس میں تاخیر نہ کرے۔ جلد از جلد مصرف میں اور جہاں خرچ کرنے اور دینے کا حکم ہے وہاں خود سے پہنچا دے۔

تا کہ صحیح مصرف میں جلد پہنچ کر استعمال ہو جائے دوسروں کو نہ دے بسا اوقات وہ غیر مصرف میں لگا دیتے ہیں سفراء بھی بعض گڑبڑ اور خائن ہوتے ہیں بعض زکوٰۃ وصول کرنے والے مدرسہ کے نام وصول کر کے اپنے مصرف میں رکھ لیتے اور لگا لیتے ہیں بعض خلاف شرع بیجا مصرف تعمیر، ہوسپٹل وغیرہ میں لگا دیتے ہیں بعض کمیشن پر چندہ کرنے کی وجہ سے اچھی خاصی رقم خود کھا لیتے ہیں اس زمانہ میں اس کا رواج بہت ہو گیا ہے جو شرعاً ناجائز اور زکوٰۃ کی تجارت ہے۔ ان امور سے بچنے کے لئے خود زکوٰۃ اس کے مصرف میں ادا کر دے غریب مسکین کو خود سے دیدے معقول مدارس میں ویدے یا بھیج دے تا کہ صحیح استعمال ہو کر زیادہ ثواب ملے۔ مگر افسوس مالداروں کو اس کی کہاں فرصت ہے۔

زکوٰۃ لے کر آنے والے کو دعائیہ کلمات کہنا سنت ہے

حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی قوم زکوٰۃ وصدقات لے کر آتی تو آپ (دعا دیتے ہوئے) فرماتے اے اللہ ان پر رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرے والد ابواوفی صدقہ کا مال لے کر آئے تو آپ ﷺ نے (دعا دی) اے اللہ ابواوفی کے خاندان والوں پر رحم فرما۔

(بخاری، مسلم، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۵۷، ابوداؤد صفحہ ۲۲۴)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص آپ ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر آتا تو آپ ﷺ اسے دعا دیتے ہوئے فرماتے "اللهم بارك فيه وفي ابله" اے اللہ اسے برکت عطا فرما اس کے اونٹ میں برکت عطا فرما اور کبھی رحمت کی دعا دیتے۔ (زادالمعاد صفحہ ۳۱۴)

بہتر ہے کہ زکوٰۃ خود سے مصرف میں ادا کرے

اماں کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا زکوٰۃ حاکموں اور خلفاء کو

دوں کہ نہ دوں۔ (یعنی جو کیل بن کرز کوٰۃ لیتے ہیں) فرمایا اسے خود سے فقراء و مساکین کو دو۔
(مصنف ابن عبدالرزاق جلد۴ صفحہ۴۸)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو میں نے نہیں دیکھا کہ صدقہ خیرات کی تقسیم دوسروں کے حوالے فرماتے بلکہ خود سے سائلین کے ہاتھ میں دیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ۴۰۸)

فَائِدَة: ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جس کو ظاہر کے اعتبار سے لائق زکوٰۃ دیکھتے اسے زکوٰۃ عطا فرما دیتے۔ یعنی اس کے اندرونی مال کی تفتیش اور کھود کرید نہ فرماتے اسی طرح کوئی سوال کرتا اور آپ اسے لائق اور اہل زکوٰۃ سمجھتے تو اسے زکوٰۃ عطا فرما دیتے۔ (زادالمعاد صفحہ۳۰۸)

تاہم آپ یہ فرما دیتے کہ زکوٰۃ مالدار طاقتور کمانے والے کے لئے درست نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سوچ سمجھ کر اس کے ظاہری حال سے اندازہ لگا کر کسی کو زکوٰۃ ادا کر دینا درست ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے وہ مصرف نہیں ہے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔

زکوٰۃ وصدقات کن لوگوں کے لئے جائز فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا صدقہ ''زکوٰۃ'' کسی مالدار کے لئے جائز نہیں ہاں مگر پانچ لوگوں کے لئے۔ ① عاملین زکوٰۃ کے لئے (خلیفہ کا بھیجا ہوا قاصد زکوٰۃ وصول کرنے والا) ② اپنے مال سے کسی کے صدقہ کو خرید رہا ہو ③ قرض سے گھرا ہوا ④ راہ خدا کا مجاہد ⑤ یا وہ مسکین جس کو زکوٰۃ دی گئی تھی اس نے کسی مالدار کو صدقہ کر دیا۔ (بلوغ الامانی جلد۹ صفحہ۰۷)

اور ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ''مسافر'' بھی ہے۔

زکوٰۃ اولاً قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب زکوٰۃ وصول کرنے والے کو بھیجتے تو ان کو حکم فرماتے کہ ان سے صدقات حاصل کر کے انہیں کے قریبی رشتہ داروں کو جن سے مال وصول کیا گیا ہے اولاً دیں۔ جو سب سے زیادہ قریب رشتہ دار پڑتے ہیں ان کو اولاً دیں پھر ان کے بعد کو۔ اگر ان کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو ان کے قبیلہ اور محلے والوں کو دیں پھر ان کے پڑوس وغیرہ کو دیں۔ (طبرانی، مجمع جلد۳ صفحہ۹۰، سبل صفحہ۳۸۹)

فَائِدَة: اجنبی اور دوسرے مقام کے لوگوں اور مصرف کے بجائے اقرباء اور قریبی رشتہ داروں میں افضل اور زیادہ باعث ثواب ہے۔ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے مجموعۃ الفتاویٰ میں ظہیریہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ صدقات دینے میں سب سے پہلے قریبی رشتہ دار کو پھر پڑوسی کو دیا جائے گا۔ اور عالمگیریہ کے حوالے سے ہے کہ اولاً بھائی بہن کو (اگر وہ غریب و حاجت مند ہوں) پھر ان کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھیوں کو پھر ان کی اولاد

کو پھر خالہ ماموں کو پھران کی اولاد کو پھران کے علاوہ رشتہ داروں کو پھر اپنے پڑوسی کو پھر اپنے اہل پیشہ کو پھر اپنی بستی والوں کو دیا جائے گا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ جلد۳ صفحہ۴۷)

قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ وصدقات دینے سے دوگنا ثواب

حضرت سلمان ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسکین غریب (جو اجنبی ہو) اس پر صدقہ کا ثواب ایک گنا ہے اور رشتہ داروں پر صدقہ کا ثواب دوگنا ہے ایک صدقہ کا ایک صلہ رحمی کا۔

(حاکم جلد ا صفحہ ۴۰۷، ترمذی صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریبی رشتہ دار پر صدقہ خیرات دوگنا ثواب رکھتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۲۰)

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ ان کے بھتیجے ان کے زیر تربیت ہیں ان پر وہ صدقہ خیرات کریں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا ہاں ان پر دوگنا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور قرابت داری کا۔

(مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۲۰)

فائدہ: بکثرت روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ وصدقات مالی تعاون اور دیگر صلہ رحمی اور حسن سلوک کا دوگنا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ سو جب وسعت ہو دل کھول کر اپنی وسعت کے مطابق خوب خرچ کرے تاکہ دوگنا ثواب پائے۔

مخالف تکلیف دہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ صدقات دینا افضل ہے

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قریبی رشتہ دار جو مخالفت اور عداوت رکھتا ہو اس پر صدقہ کرنا افضل ترین صدقہ ہے۔ (مجمع جلد۳ صفحہ۱۱۹)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ترین صدقہ اس قریبی رشتہ دار پر ہے جو دل میں عداوت اور مخالفت چھپائے ہو یعنی جس کا اس سے محبت اور جوڑ نہیں۔

(مجمع جلد۳ صفحہ۱۹)

فائدہ: اس حدیث پاک میں افضل ترین صدقہ وہ بتایا گیا ہے جو رشتہ دار اس سے عداوت اور مخالفت رکھتا ہو اس کا اس سے جوڑ نہ ہو ربط تعلق نہ ہو یا ہو تو بظاہر تھوڑا ہو تو اس پر زکوٰۃ صدقات افضل صدقہ ہے۔ ربط نہ ہونے کی وجہ سے دل نہ کرے گا نفس کو تکلیف ہوگی۔ نفس کی مخالفت کی وجہ سے اگر یہ کرے گا تو خالص اللہ واسطے کرے گا اس لئے اس کا زیادہ ثواب ملے گا محبت و ربط کی وجہ سے ادھر سے فوائد کی امید ہوگی نفس کی موافقت

ہوگی اس لئے ثواب کم ملے گا نفس کی مخالفت مستقل ایک مجاہدہ ہے۔ ہاں اگر وہ گناہ کے امور میں صرف کرے یا اس کی امید ہو تو پھر نہ دے۔

بوقت ضرورت وطلب اقرباء پر بھلائی نہ کرنے کی سزا

حضرت عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قریبی رشتہ دار کسی قریبی رشتہ دار کے پاس آئے اور اس سے کسی ایسی چیز کا سوال کرے طلب کرے جس سے اللہ پاک نے اسے نوازا ہے۔
وہ اس سے بخل کر جائے نہ دے تو اللہ پاک اس کے لئے جہنم سے ایک اژدہا نکالے گا جو زبان کو حرکت دے رہا ہوگا جسے اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۹)

مجبز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کس پر میں بھلائی کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں پر، آپ نے ۳/مرتبہ ماں کا ذکر فرمایا پھر فرمایا جو غلام (ماتحت) اپنے آقا سے (جس کے ماتحت وہ ہو) کوئی ایسی چیز مانگے جو اس کے پاس ہو اور اسے وہ (وسعت کے باوجود انکار کر دے تو اسی شے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو زہریلا اژدہا بنا دیا جائے گا (جو اسے کاٹے گا)۔
(ترغیب جلد۳ صفحہ۳۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ رشتہ دار اور مالک لوگ اپنے ماتحتوں نوکروں اور خادموں کی ضرورت اور طلب پر باوجود وسعت اور فراوانی پر اس کی ضرورت میں مدد نہ کریں تو وہ خیر خواہ کچھ بھی ہو مال ہو یا کوئی سامان ہو اسے زہریلا سانپ بنا دیا جائے گا جو اسے اس بخل کی سزا دے گا اور ڈسے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے پاس اس کے چچا کا بیٹا آئے اور اس سے کسی چیز کا سوال کرے اور وہ اسے دینے سے انکار کر دے تو اللہ پاک بھی اس سے اپنا فضل روک دے گا۔ (طبرانی ترغیب جلد۳ صفحہ۳۹)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی قریبی رشتہ دار اپنے رشتہ دار سے ضرورت اور حاجت مند ہونے پر امداد اور تعاون چاہے اور اسے وسعت ہو تو امداد و تعاون کرنا واجب ہوگا ورنہ اس سخت ترین سزا کے لائق ہوگا خیال رہے کہ اس وقت ہے جب کہ وہ واقعی ضرورت مند پریشان ہو مانگنے کا اور سوال کا عادی نہ ہو کاہل اور کام چور بھی نہ ہو۔ اور اس کے پاس وسعت بھی ہو تو خواہ زکوٰۃ یا صدقات وخیرات یا قرض سے ہی تعاون اور مدد کرنا واجب ہوگا ورنہ گنہگار ہوگا۔

کون سے زکوٰۃ وصدقات خدا کے نزدیک مقبول نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے امت محمدیہ جس ذات

نے ہمیں حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ پاک کسی آدمی کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتے کہ اس کے قریبی رشتہ دار محتاج حاجت مند ہوں اور وہ غیروں پر صدقہ خیرات کر رہا ہو قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے خدائے پاک اسے قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں۔ (ترغیب، جمع الفوائد جلد اصفحہ ۲۱۶، مجمع الزوائد صفحہ ۱۲۰، شامی جلد ۲ صفحہ ۳۵۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صدقات اور دیگر امور بھلائی میں اقرباء، اعزہ، کا حق مقدم ہے۔ دوسروں پر ان کو فوقیت حاصل ہے، بکثرت احادیث میں اس کی تائید کی گئی ہے کہ اقرباء اعزہ پر اہتمام سے صدقہ خیرات کیا جائے ان کا خاص خیال کیا جائے ان پر خرچ کرنے پر ثواب بھی دوگنا بتایا گیا ہے مگر اس کے باوجود عموماً زکوٰۃ و صدقات میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ غیروں کو دوسرے علاقے والوں کو بلا دریغ صدقات و خیرات سے امداد کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اصل میں اکثر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بسا اوقات رشتہ داروں سے اختلاف ہوتا ہے ربط و محبت نہیں ہو پاتی یا یہ کہ ان کے بعض ایسے احوال معلوم ہو جاتے ہیں جس سے ان کے ساتھ صدقہ خیرات کا دل نہیں کرتا سو ان امور کا خیال نہ کرے اگر وہ ضرورت مند ہوں پریشان ہوں تو شریعت کے اس حکم کے بجالانے میں نفس کی مخالفت کرتے ہوئے محض اللہ واسطے ان کے ساتھ بھلا اور حسن سلوک کا برتاؤ کرے تاکہ وہ دوگنے ثواب کا پانے والا ہو اس لئے حدیث پاک میں ایسے رشتے دار کو جو مخفی عداوت رکھتا ہو صدقہ کرنا افضل صدقہ کہا گیا ہے۔
(مجمع صفحہ ۱۱۹)

ہاں بہت ہی بداخلاق ہوں اذیت اور ضرر پہنچاتے رہتے ہوں تو ایذا کی وجہ سے نہ دینا یہ امر آخر ہے۔ بہتر ہے کہ جن سے ربط نہ ہو اور لینے کی بھی امید نہ ہو تو کسی دوسرے کے واسطے سے دے۔

خدائے پاک تو جان رہا ہے وہ اس کا صلہ دو جہاں میں بہتر دے گا۔

ہاں اگر فاسق فاجر ہو گناہ میں خرچ کرنے کا امکان ہو تو پھر نہ دے کہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔

مالدار صاحب نصاب مرد عورت کو زکوٰۃ جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ و صدقات غنی مالدار کے لئے جائز نہیں اور اس آدمی کے لئے جو صحت مند طاقتور ہو۔ (ترمذی صفحہ ۱۴۱، مجمع الزوائد صفحہ ۹۵)

فائدہ: امام ترمذی نے بیان کیا کہ اگر صحت مند آدمی محتاج اور ضرورت مند ہو اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ کا دینا جائز ہے۔ (صفحہ ۱۴۱)

خواہ نصاب کا مالک ہو خواہ اس کے پاس مال روپیہ پیسہ ہو یا اس کے پاس بقدر نصاب سونا چاندی ہو یا ضرورت سے زائد اس کے پاس نصاب کے مقدار سامان ہو مثلاً تانبے کے دیگ برتن وغیرہ تو ایسوں کو زکوٰۃ کا

لینا جائز نہیں اور ان کو دینے سے زکوٰۃ شرعاً ادا نہیں ہوئی۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۲۷۷)

ہاں اگر نصاب کی مقدار کا مالک نہ ہو گو صحت مند ہو کچھ کما لیتا ہو تو زکوٰۃ اس کو دینا جائز ہے۔

(فتح جلد۲ صفحہ ۲۷۸)

خیال رہے کہ عورتیں عموماً جہیز وغیرہ کے زیورات سے نصاب کی مقدار کی مالک ہو جاتی ہیں زیورات چاندی اور سونا ملا کر چار ہزار سے زائد کی رقم کا مال ہو جاتا ہے۔ ایسی عورتوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اگرچہ وہ بیوہ ہو یا کھانے کپڑے کا حساب اچھا نہ ہو۔ بظاہر یہ عورتیں کھانے اور کپڑے اور دیگر ضروریات کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں اور نظر آتی ہیں۔ لوگ ظاہر حال کو دیکھ کر زکوٰۃ کی رقم دے دیتے ہیں اور وہ بھی وصول کرتی پھرتی ہے اگر اس کے پاس زیور چار ہزار سے زائد کا ہے تو اس کو خود زکوٰۃ اس پر واجب ہے لینا جائز نہیں خود سمجھ لیا جائے۔ آج کل ایسی عورتیں بہت ہیں۔

اپنی آل اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ بیٹے اور باپ کو زکوٰۃ دینے کا حق نہیں۔

(بیہقی، اعلاء السنن جلد۹ صفحہ ۷۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اپنے خونی رشتہ سے نیچے اوپر کے لوگوں کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینا درست نہیں یعنی اپنے بیٹے پوتے اور اپنے والد اور دادا کو۔ زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۲۶۹)

ہاں اپنے چچا دادا کے بھائی کو اپنی بہن کو یہ سب غریب ہوں تو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۲۵۸)

اوروں کے مقابلہ میں ان کو دینا دو گنے ثواب کا باعث ہے۔

اپنے قریبی رشتہ دار غریب اور حاجت مند ہوں تو ان کو چھوڑ کر دوسری جگہ اور دوسرے علاقے کو زکوٰۃ دینا بہتر نہیں۔ عموماً لوگ اس ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کی زکوٰۃ قبول فرماتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بندہ جب پاک مال سے صدقہ کرتا ہے تو اللہ پاک اس کے صدقہ کو قبول فرماتے ہیں اور اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں اور اس کی اس طرح نگرانی کرتے ہیں جس طرح تم گھوڑے کے بچے یا پودوں کی۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جو بندہ پاک مال سے کوئی صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول کرتا ہے اور آسمان پر نہیں چڑھتا مگر پاک مال ہی۔ مختصراً۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۴۴، ترمذی صفحہ ۱۴۴، بخاری صفحہ ۶۸۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم نے اپنے

مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اس کے حق کو ادا کردیا اور جس نے مال حرام جمع کیا پھر اس میں سے صدقہ (زکوٰۃ خیرات ادا کیا) کیا تو اس کو کوئی اجر ثواب نہ ملے گا بلکہ اس کا الٹا بوجھ ہوگا۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۵۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پاک مال کمایا زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے اس کا مال خبیث ہوگیا اور جس نے حرام مال کمایا زکوٰۃ نکالنے سے اس کا مال پاک نہیں ہوگا۔ (بلکہ علی حالہ ناپاک اور موجب گناہ رہے گا)۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۵۴۵)

فائدہ: اللہ پاک ہے وہ پاک مال ہی کو قبول کرتا ہے جو ناپاک، ناجائز، اور مشتبہ حرام مال حاصل کرتے ہیں اسی مال سے صدقہ خیرات حتیٰ کہ مدارس و مساجد پر بھی صرف کرتے ہیں عنداللہ مقبول نہیں۔ اس دور میں لوگ مال کے حصول اور اس کی آمد میں حرام اور حلال کی پرواہ نہیں کرتے۔ غصب، ناجائز موروثی مال سے حج تک کرنے جاتے ہیں۔ حرام مال پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں بلکہ جس راستہ سے آیا ہے اس کا واپس کرنا اور اس کے شرعی مالک کو پہنچادینا ضروری ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ ناجائز مال کے خیرات کرنے سے گناہ بھی معاف نہیں ہوتے۔ یعنی اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا، جس طرح سراب دیکھنے میں تو پانی معلوم ہوتا ہے مگر پانی نہیں دھوکا ہے اسی طرح ناپاک مال کا صدقہ خیرات ہے بظاہر صدقہ مگر حقیقۃً گناہ۔

غریب سمجھ کر زکوٰۃ دی پھر معلوم ہوا کہ مالدار تھا تو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص تھا (بنی اسرائیل میں سے) اس نے کہا میں صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا (کسی کو دوں) تو اس نے (نہیں جانتا تھا کہ یہ چور ہے) چور کو دے دیا، صبح ہوئی تو لوگوں نے تبصرہ کیا کسی کا صدقہ چور کو مل گیا، اس نے (تعجباً) کہا اے اللہ تو ہی قابل تعریف ہے پھر میں صدقہ کروں گا (رات میں کیا کرتا تھا) پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا (رات میں اندھیرے سے پتہ نہیں چلا) کسی زانیہ کے ہاتھ دے دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں تذکرہ ہوا کہ رات کسی زانی کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اللہ تیری ہی تعریف ہے کہ زانیہ کو مل گیا۔ پھر میں صدقہ کروں گا (تاکہ صحیح مصرف میں پہنچائے) پس وہ (رات میں) اپنے صدقہ کو لے کر نکلا تو (رات میں دھوکے سے) کسی مالدار کے ہاتھ میں صدقہ دے دیا، صبح ہوئی تو تبصرہ ہوا رات مالدار کو صدقہ مل گیا۔ تو اس نے (تعجباً) کہا اے اللہ تیری ہی تعریف ہے چور، زانی، مالدار پر صدقہ ہو جانے سے (یعنی اللہ پاک کے حوالہ کیا) اور (اپنے اختیار سے برأت ظاہر کی) چنانچہ اسے خواب دکھلایا گیا کہ اور اس سے کہا گیا تم نے چور پر صدقہ کردیا شاید کہ وہ تمہارے صدقہ (کی برکت یا اس سے متاثر ہوکر) کی وجہ سے چوری سے باز آجائے۔ اسی طرح زانیہ شاید زنا سے باز آجائے اس طرح مالدار

شاید وہ عبرت حاصل کرے، اللہ پاک کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۹۱، مسلم، نسائی صفحہ ۳۴۸)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آپ سے سوال کرتا اور اس کا حال آپ کو معلوم نہ ہوتا تو آپ اسے زکوٰۃ دے دیتے۔ (زادالمعاد جلد ا صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: یعنی اس شخص نے تو ارادہ کیا کہ رات میں چھپ کر دوں اور کسی ضرورت مند اور حاجت مند کا اس نے ارادہ کیا مگر رات کی تاریکی کی وجہ سے اسے حقیقت کا پتہ نہ چلا اور غیر مصرف میں ادا ہوگیا۔ مگر چونکہ ارادہ اس کا نہیں تھا اتفاقاً ایسا ہوگیا۔ ادھر اللہ پاک نے اسے مطلع کیا کہ شاید خدا کی حکمت اور تمہارے ارادہ خیر کی برکت اور خلوص کے باعث ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور ان کے لئے عبرت کی بات ہو جائے۔ گویا اس کا صدقہ قبول بارگاہ الٰہی ہوگیا۔

فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر سوچ سمجھ کر "تحری" کر کے دیا کہ غریب مسکین ہے پھر بعد میں معلوم ہوا کہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اب دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

(شامی جلد ۲ صفحہ ۳۵۳، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۷، عمدۃ القاری صفحہ ۲۸۷)

اہل صلاح اور پرہیزگار نیک لوگوں کو زکوٰۃ وصدقات دینا افضل اور انفع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن باایمان کی مثال اس گھوڑے کی طرح ہے جو رسی سے بندھا ہوا اور گھوم رہا ہو (اِدھر اُدھر چر رہا ہو) پھر اپنی جگہ آجاتا ہو، اسی طرح مؤمن سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو پھر ایمان (اعمال صالحہ اور توبہ) کی جانب لوٹ آتا ہے اور تم اپنا کھانا نیک لوگوں کو کھلاؤ اور اہل ایمان کے ساتھ بہتر برتاؤ کرو۔ (بلوغ الامانی جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے علاوہ کسی کی ہم نشینی مت اختیار کرو اور تمہارا کھانا (امداد وتعاون نصرت مالی وغیرہ) متقی کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔

(ترمذی صفحہ ۴۳۶، ابوداؤد صفحہ ۶۶۴، دارمی، مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صدقہ نکالا اور اس نے غیر دینداروں کے علاوہ کسی کو نہ پایا تو اپنا صدقہ واپس لے آئے (دین سے غافلوں کو نہ دے)۔

(بلوغ الامانی صفحہ ۱۹۶)

فائدہ: احادیث پاک نیک صالح اور پرہیزگار لوگوں پر خرچ کرنے صدقات وخیرات کرنے کی ترغیب دی گئی ہے چونکہ ان لوگوں کے ساتھ صدقہ خیرات کرنا ان کے ذکر اذکار ان کی عبادت پر تعاون کرنا ہے، دین کی خدمت کرنے والوں پر تعاون کرنا دین کا تعاون کرنا ہے تو گویا صدقہ کا ثواب ایک عبادت اور دین کے تعاون کا ثواب

ہوگا۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ پرہیزگاروں کو کھلانا طاعت اور نیکیوں پر اعانت ہے۔

اسی لئے ثواب کی زیادتی اور نصرت و اعانت کی وجہ سے اہل علم پر جو لوگ دین کی خدمت اور اس کی اشاعت و تبلیغ میں منہمک ہیں جیسے اہل مدارس اہل تبلیغ اسی طرح جو بھی دین کی خدمت جس لائن سے کر رہے ہوں ان پر صدقہ خیرات خوب کرے خوب دل کھول کر زکوٰۃ وصدقات سے ان کی مدد کرے، شرح مسند احمد میں ہے مستحب یہ ہے کہ اپنی زکوٰۃ وصدقات صالحین اور نیک لوگوں کو دے چونکہ ان سے برکت کی امید ہے ان کی دعائیں قبول ہوں گی اللہ کی عبادت میں یہ باعث بنیں گے۔ (بلوغ الامانی جلد۱۰ صفحہ۱۹۶)

پس لوگوں کو چاہئے کہ دینی خدمت کرنے والوں کو مالی اعانت و تعاون میں دریغ نہ کریں تاکہ صدقہ کے ساتھ دین کی خدمت و اشاعت کا بھی ثواب پائیں دینی ضرورت کے راستہ میں خرچ کا ثواب سات سو گنا تک ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ۱۸۸)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ زکوٰۃ وصدقات کے ثواب کے زائد ہونے میں مصرف کو بہت دخل ہے جس قدر مصرف بہتر ہوگا اسی قدر ثواب زائد ہوگا۔ چنانچہ امام غزالی نے زکوٰۃ کے آٹھ آداب ذکر کئے ہیں اس میں آٹھواں ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو ایسے موقعہ پر خرچ کرے جس سے اس کا ثواب بڑھ جائے اور چھ اسباب سے ثواب بڑھ جاتا ہے جن کا مختصراً بیان یہ ہے۔

❶ متقی پرہیزگار ہو دنیا سے بے رغبت آخرت کے کاموں میں مشغول ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی آدمی اس صدقہ سے اپنے تقویٰ اور اطاعت میں اعانت حاصل کرے گا تو گویا اس کے تقویٰ میں یہ معین ہوا اور اس کی عبادت میں ثواب کا شریک ہوا اس لئے تعاون مالی میں زیادہ ثواب ہے۔

❷ اہل علم ہو اس لئے کہ اس سے علم کے حاصل کرنے اور اس کے پھیلانے میں اعانت شامل ہو جائے گی اور علم تمام عبادتوں میں اشرف اور اعلیٰ عبادت ہے اور جتنی بھی علمی مشغلہ میں نیت اچھی ہوگی اتنی ہی یہ عبادت اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ مشہور محدث اور بزرگ ہیں وہ اپنی عطاؤں کو علماء کے ساتھ مخصوص رکھتے تھے۔ کسی نے عرض کیا اگر غیر عالموں پر بھی آپ کرم فرمائیں تو کیسا اچھا ہو، انہوں نے فرمایا میں نبوت کے درجہ کے بعد علم کے برابر کسی کا درجہ نہیں پاتا، جب کوئی اہل علم میں سے کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے علمی مشغلہ میں نقصان ہوتا ہے اس لئے ان کو علمی مشاغل کے لئے فارغ رکھنا سب سے افضل ہے۔

❸ ایسا شخص جب اس پر کوئی احسان کرے تو وہ اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر کرے اور دل سے یہ بات سمجھے کہ حقیقی

احسان اسی پاک ذات کا ہے وہی اصل عطا فرمانے والا ہے اور جو دینے والا ظاہر میں دے رہا ہے وہ صرف واسطہ اور ایلچی ہے۔

❹ ایسا شخص ہو جو اپنی حاجات اور ضرورتوں کا اخفا کرنے والا ہو لوگوں سے اپنی قلت معاش اور آمدنی کی کمی کا اظہار نہ کرتا ہو۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو سوال میں نہیں لپٹتے ان کے دل اپنے یقین کی وجہ سے غنی ہیں مجاہدہ نفس ان پر غالب ہے ایسے لوگوں کو خاص طور پر تلاش کر کے دیا جائے، اور دینداروں کے اندرونی احوال کی خاص طور سے جستجو کی جائے، معلوم کیا جائے ان کے گزارہ کی کیا صورت ہے، ان پر خرچ کا ثواب مانگنے والوں پر خرچ سے کہیں زیادہ ثواب ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کا تلاش کرنا بھی مشکل ہے کہ یہ اپنا حال دوسروں پر کم ظاہر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو غنی سمجھتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ایسے نیک حاجت مند لوگوں پر جو اپنی حالت ظاہر نہ کریں تلاش کر کے دے گا تو ثواب زیادہ پائے گا۔

❺ وہ آدمی عیالدار ہو یا کسی بیماری میں مبتلا ہو، یا کسی ایسے سبب میں گرفتار ہو کہ کما نہیں سکتا یا اصلاح قلب کے مشغلہ میں گھرا ہوا ہو کہ یہ لوگ اپنی ان مجبوریوں کی وجہ سے بقدر ضرورت کمانے پر قادر نہیں (خانقاہ میں رہنے والے غرباء حضرات)۔

❻ قریبی رشتہ دار۔ (ماخوذ از فضائل اعمال صفحہ ۲۷۲)

اہل علم دین کی خدمت کرنے والے اور دینی مدارس پر خرچ افضل اور بے انتہا ثواب کا باعث ہے

حضرت عبداللہ بن مبارک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی دائمًا اپنی زکوٰۃ و خیرات اہل علم پر ہی خرچ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں درجہ نبوت کے بعد علماء کے درجہ سے افضل کسی کا مرتبہ نہیں دیکھتا ہوں۔

اگر اہل علم تنگ دست ہو گئے تو دینی خدمت نہ ہو سکے گی نتیجتًا امور دینیہ میں نقص آجائے گا۔ لہٰذا علمی خدمت کے لئے ان کو فارغ و بے فکر کر دینا سب سے بہتر ہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ)

فضائل العلم والعلماء میں حدیث منقول ہے جس نے کسی طالب علم کو ایک درہم دیا تو گویا راہ خدا میں جبل احد کے مثل سونا خیرات کیا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ ۶)

صدقات کے اندر اگر کوئی دینی ضرورت اہم نہ ہو تو عام صدقہ سے اہل قرابت پر صدقہ کرنا افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی دینی ضرورت (علم و سنت کی اشاعت مثلاً دینی مدارس کی ضرورت) درپیش ہو تو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۱۸۸)

مجالس الابرار میں ہے زکوٰۃ پرہیز گاروں کو دو وہ اس امداد سے اعانت فی العبادۃ حاصل کرتے ہیں تو ان کو دینے والے بھی ان کی عبادت کے ثواب میں شریک بن جائیں گے، یا زکوٰۃ عالم دین کو دو کہ عالم کی خدمت کرنا اس کے علم میں امداد کرنا ہے اور علم دین افضل العبادات واشرف ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے بعض بزرگ اپنی زکوٰۃ اہل علم ہی کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ مقام نبوت کے بعد علماء کے مرتبہ سے بڑا رتبہ کسی کا نہیں البتہ عالم سے وہ عالم مراد ہے جو علم آخرت کے لئے حاصل کرتا ہے نہ کہ برائے دنیا۔ جو لوگ دنیا کے لئے حاصل کرتے ہیں ان کو خیرات دے کر گناہ میں اعانت کرنا زیبا لائق نہیں کہ ان کے عذاب میں شریک ہوں۔

(مجالس ابرار جلد ۲ صفحہ ۱۵۶، فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ صفحہ ۶)

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہٗ کا بیان ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا کھانا پرہیز گاروں کو کھلایا کرو۔ اور اپنا لباس ایمان والوں کو دیا کرو۔ جب تو نے اپنا کھانا کسی پرہیز گار کو کھلایا اور اس کے دنیاوی امور میں اس کا معاون بنا تو وہ جو کچھ عمل کرے گا اس میں تو بھی شریک ہوگیا اور اس کے اجر میں سے کچھ بھی کمی نہیں ہوگی کیوں کہ تو نے اس کے مقصود یعنی عبادت پوری کرنے میں اس کی مدد کی اور اس کے فکر معاش کے بوجھ کو اٹھالیا اور اس کا پیٹ بھر دینے کی وجہ سے اس کے قدم حق تعالیٰ کی طرف بڑھوائے اور جس نے اپنا کھانا ریاکار، نافرمان اور منافق کو کھلایا اور اس کے دنیاوی معاملات میں اس کی مدد کی تو جو کچھ وہ بداعمالیاں کرے گا اس میں تو بھی شریک ہوگیا اور اس کی سزا میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی کیوں کہ (اس کو روٹی کھلا کر) حق تعالیٰ کی نافرمانی میں تو اس کی مددگار بنا ہے پس اس کا اثر بد تیری طرف بھی لوٹے گا۔ (فتح الربانی صفحہ ۲۵۰، فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ صفحہ ۷)

احادیث روایات اور افادات سے معلوم ہوا کہ اہل علم، علماء کرام جو دین کی خدمت کرنے والے ہیں خواہ دین کی کسی بھی نوعیت سے خدمت کرنے والے ہوں۔ خواہ تبلیغ کے اعتبار سے یا درس وتدریس کے اعتبار سے یا دین وسنت کی ترویج کے لئے تصنیف وتالیف کے اعتبار سے ان پر اپنے مالوں کو خرچ کرنا بے انتہا ثواب کا باعث ہے۔ خیرات کے ساتھ دین کی ترویج واشاعت کا بھی ثواب ملتا ہے جیسا کہ روایت میں ثواب کا باعث ہے۔ خیرات کے ساتھ دین کی ترویج واشاعت کا بھی ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ روایت میں مذکور ہے کہ ایک درہم جبل احد کے برابر ثواب رکھتا ہے اور سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے۔

مجدد الف ثانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے مکتوبات میں ہے "البتہ جو مال تائید شریعت اور ترویج ملت میں خرچ کیا جائے بے شک اس کا درجہ بہت اونچا اور بہت بلند ہے اور اس نیت سے ایک پیسہ خرچ کرنا بھی لاکھوں کے خرچ کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔" (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ صفحہ ۴)

خیال رہے کہ صالح متقی عالم اور دینی مدارس پر خرچ کی یہ فضیلت ہے عالم بے عمل اور اسی طرح وہ مدارس جن کا مقصد دین وعلم شریعت کی خدمت نہیں بلکہ مال زکوٰۃ کو جمع کرنا۔ لوگوں کے مالوں کو دیکھ کر مکر، فریب ودغا کے ذریعہ سے کھینچ کر آرام عیش کا ذریعہ بنانا ہے ان پر خرچ کا یہ ثواب نہیں، اکثر یہ دیکھا گیا کہ مالداروں کا مال اسی بے جا مصرف میں جاتا ہے صحیح اور زیادہ ثواب کی جگہ بہت کم جاتا ہے۔ سواپنے مالوں کو بہتر مصرف ڈھونڈ کر تلاش کر کے خرچ کرے۔ عموماً نیک وصالح لوگ پوشیدہ اور خاموش طبع کے ہوتے ہیں سائلانہ اور حریص الطبع مزاج کے نہیں ہوتے مالدار اس کو سمجھ نہیں پاتے۔

زکوٰۃ محل اور مصرف میں پہنچ جانے کے بعد مالداروں کے لئے جائز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے کہا گیا یہ وہ ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ ان کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۳۴، بخاری ۲۰۲)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک عورت نے وہ ہدیہ دینا چاہا جو اس کو ایک آدمی نے زکوٰۃ یا صدقہ میں دیا تھا تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم قبول کرلو (کہ گو اس کو صدقہ تھا مگر اب اس کی جانب سے تمہارے لئے صدقہ نہ رہا ہدیہ ہوگیا)۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۹۴)

حضرت نبی پاک ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے ان کی ہانڈی میں گوشت ابل رہا تھا۔ آپ ﷺ کو روٹی اور گھر میں جو سالن تھا پیش کیا گیا آپ نے پوچھا ہانڈی میں گوشت نہیں پک رہا تھا؟ (اسے کیوں نہیں دیا) کہا ہاں وہ صدقہ کا گوشت تھا جو بریرہ کو دیا گیا تھا اور آپ صدقہ (زکوٰۃ اور واجبہ) نہیں کھاتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا وہ ان کے لئے زکوٰۃ وصدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۱، بخاری صفحہ ۲۰۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۵)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں تھیں کہتی ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کچھ کھانے کو ہے میں نے کہا کچھ کھانے کو نہیں ہاں مگر کچھ ہڈیاں ہیں جو میری باندی کو زکوٰۃ میں ملی ہیں آپ نے فرمایا لے آؤ اسے میرے سامنے وہ اپنے محل پر پہنچ گئیں، (یعنی مصرف میں پہنچ کر اس کی نوعیت زکوٰۃ پوری ہوگئی اور اس کی جانب سے میرے لئے ہدیہ کی شکل ہوگئی)۔ (مسلم صفحہ ۳۴۵)

فائدہ: جب محل میں زکوٰۃ وصدقہ واجب پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی نوعیت بدل جاتی ہے وہ غنی اور مالداروں کے لئے جائز ہوجاتا ہے کیونکہ اب وہ ہدیہ ہوجاتا ہے ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جب کسی غریب پر صدقہ کیا جائے گا تو وہ مالک ہوجائے گا۔ پس اب اس کے واسطے سے دوسرے کے لئے ہدیہ ہو

جائے گا۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۱۶۷)

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ کے محل اور مصرف میں پہنچنے کے بعد اب اس کا حکم بدل گیا اور آپ ﷺ کے لئے حلال ہوگیا۔ (صفحہ ۳۴۵)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ مالداروں کے لئے جائز قرار دیتے جب کہ کوئی فقیر اسے ہدیہ کردے چنانچہ آپ نے حضرت بریرہ کے صدقہ کا گوشت کھایا اور فرمایا اس کے لئے زکوٰۃ میرے لئے ہدیہ۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

یہی مطلب ہے تملیک کا کہ اس کے مالک بن جانے کے بعد اس کی نوعیت زکوٰۃ کی نہ ہوگی۔ اب اس کا مصرفِ زکوٰۃ کے علاوہ میں خرچ کرنا درست ہوگا۔

آپ ﷺ صدقہ فطر نکالنے کا حکم فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا۔

(بخاری صفحہ ۲۰۴، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۳)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے صدقہ فطر نکالنا فرض قرار دیا۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو عیدگاہ کی جانب نکلنے سے قبل صدقہ فطر کے نکالنے کا حکم فرماتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۴۶، دار قطنی صفحہ ۱۴۳، ابوداؤد صفحہ ۲۲۷، نسائی صفحہ ۲۴۶)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آسمان اور زمین کے درمیان روزہ معلق رہتا ہے اوپر نہیں چڑھتا ہے جب تک کہ صدقہ فطر نہ نکالے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۸۳)

حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بصرہ کے امیر تھے انہوں نے رمضان کے آخر میں (خطبہ میں) فرمایا روزہ کی زکوٰۃ نکالو، تو لوگوں نے (تعجباً) ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا اس پر انہوں نے کہا اہل مدینہ سے یہاں کوئی ہے اٹھو ذرا کھڑے ہوجاؤ اپنے بھائیوں کو بتاؤ یہ تمہیں جانتے ہیں۔

نبی پاک ﷺ نے صدقہ فطر کو ہر مرد عورت آزاد پر ایک صاع جو یا کھجور یا نصف صاع گیہوں کو فرض قرار دیا۔ (نسائی صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان مرد عورت پر جو صاحب نصاب ہو اس کا نکالنا فرض ہے بغیر اس کے نکالے روزہ قبول نہیں ہوتا اور آسمان

پر نہیں چڑھتا رکا ہوا رہتا ہے گویا یہ روزہ کی کمی کوتاہی کی تلافی کا باعث ہے۔ خیال رہے کہ یہ عید کی صبح صادق سے واجب ہو جاتا ہے اور جب تک نہ نکالے ذمہ میں نکالنا واجب رہتا ہے اگر عید کے بعد کئی دن گزر گئے حتیٰ کہ مہینہ بھی گزر گیا تب بھی یہ واجب رہتا ہے لہٰذا نکال دے ہاں عید کے بعد تاخیر کرنا بہتر نہیں۔

(عنایہ علی الفتح جلد۲ صفحہ۲۹۹)

فطرہ کن لوگوں کی جانب سے نکالنے کا حکم فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور، ایک صاع جَو غلام پر آزاد پر مرد پر عورت پر ہر چھوٹے پر بڑے پر فرض قرار دیا، جو مسلمان ہو اور حکم دیا کہ نماز کی جانب نکلنے سے پہلے ان کو ادا کر دیں۔ (بخاری صفحہ۲۰۴)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو اعلان کرنے کے لئے بھیجا جو مکہ کی گلیوں میں اعلان کر رہا تھا۔ صدقہ فطر تمام مسلمانوں پر واجب ہے مرد، عورت، آزاد غلام نابالغ بچوں اور بڑوں پر نصف صاع گیہوں اور ایک صاع اس کے علاوہ (جو کھجور پر)۔

(ترمذی صفحہ۱۴۶، دار قطنی صفحہ۱۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر چھوٹوں بڑوں مرد عورت پر اور جو ان کی کفالت اور ذمہ داری میں ہو۔ (دار قطنی صفحہ۱۴۱)

حضرت نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر غلام کا صدقہ فطر نکالا کرتے تھے جو ان کے پاس "قریب ہو یا دور" دوسری جگہ ہوں اور ہر اس کا نکالا کرتے تھے جو ان کی نگرانی اور پرورش و کفالت میں ہوا کرتے تھے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۱۶۱)

فائدہ: صدقہ فطر ہر بالغ صاحب نصاب پر واجب ہے کہ وہ اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی جانب سے جو اس کی کفالت اور پرورش میں ہو نکالے خواہ روزہ رہے یا نہ رہے البتہ بالغ اولاد اور بیوی کا صدقہ فطر اس پر واجب نہیں۔ (فتح القدیر صفحہ، شامی صفحہ۳۶۳)

اگر نکال دے تو ثواب ہے۔

ہاں بیوی صاحب نصاب ہے زیور یا مال کی وجہ سے تو پھر اسے نکالنا واجب ہے خواہ یہ نکالے یا اس کی جانب سے شوہر نکال دے۔

عموماً دیار ہند میں عورتوں کو اس مسئلہ زکوٰۃ فطرہ میں بڑی غفلت رہتی ہے ان پر شرعاً واجب ہوتا ہے مگر غفلت رہتی ہے یا علم نہیں ہوتا جس سے اس فرض میں کوتاہی ہوتی ہے اس لئے اہل علم سے معلوم کرتے رہنا

چاہئے تاکہ فرائض کی کوتاہی جہنم کی سزا کا باعث نہ بنے۔

صدقہ فطر صاحب نصاب مالدار پر ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ فطر نہیں ہے مگر اس پر جو مالدار ہو (نصاب کا مالک ہو)۔ (مسند احمد، فتح القدیر صفحہ ۲۸۳)

فَائِدَۃ: عید کے دن صبح صادق کے وقت جو ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ضرورت سے زائد مال کا مالک ہو اس پر اس کی جانب سے اور نابالغ بچوں اور بچیوں کی جانب سے صدقہ فطر کا نکالنا واجب ہے خیال رہے کہ یہاں زکوٰۃ کی طرح مال پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ (عنایہ علی الفتح صفحہ ۲۸۴، شامی جلد۲ صفحہ ۲۵۸)

بالغ اولاد اور بیوی کی جانب سے والد شوہر پر نکالنا واجب نہیں۔ (شامی جلد۳ صفحہ ۳۶۴)

ہاں نکال دے تو ثواب اور فضیلت ہے۔

صدقہ فطر کی کیا مقدار نکالی جائے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا کہ ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں ہر شہری اور دیہاتی چھوٹا اور بڑا آزاد اور غلام نکالے۔

(دارقطنی جلد۲ صفحہ ۱۴۲)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ فطر کی مقدار جو اور چھوبارے میں سے ایک صاع ہے اور گیہوں سے نصف صاع ہے۔ (دارقطنی صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے صدقہ فطر کے سلسلہ میں عمر بن حزم کو لکھا کہ نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ادا کریں۔

ثعلبہ بن صغیر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عید کے دو دن یا ایک دن قبل خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ صدقہ فطر ہر آدمی کی جانب سے نصف صاع گیہوں اس کے علاوہ میں ایک صاع ہے (مثلاً جو کھجور)۔

(دارقطنی صفحہ ۱۴۹)

حضرت علقمہ اور اسود نے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا کہ گیہوں میں نصف صاع ہے اور کھجور اور جو میں ایک صاع ہے۔ (دارقطنی صفحہ ۱۵۲)

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ بصرہ میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے آخر رمضان المبارک میں خطبہ دیا کہ رسول پاک ﷺ نے صدقہ فطر کے متعلق یہ فرض کیا ہے کہ ایک صاع کھجور یا جو سے اور نصف صاع گیہوں سے نکالا جائے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں جو کی مقدار ایک صاع اور گیہوں اور آٹے کی مقدار نصف صاع ہے۔

خیال رہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں کھجور، جَو اور انگور کی تو کثرت تھی مگر گیہوں بہت کمیاب اور جَو، کھجور کے مقابلہ میں قریب دو گنا گراں تھا، لوگ ایک صاع جَو، کھجور نکالا کرتے تھے۔ جب گیہوں کی آمد اور اس کا بھی بازار میں ملنا آسان ہوگیا تو حضرت معاویہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قیمت کا تناسب دیکھ کر اس کا نصف صاع مقرر کیا چونکہ ایک صاع جَو نصف صاع گیہوں کے برابر ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن، زبیر حضرت اسماء رضوان اللہ علیہم سے صراحتاً روایت میں گیہوں کی مقدار نصف صاع (ایک کلو ساڑھے چھ سو گرام) منقول ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۹۰)

اسی طرح ہدایہ، فتح القدیر میں ہے گیہوں کی مقدار نصف صاع ہے (صفحہ ۲۹۶، شامی صفحہ ۳۶۴)، گیہوں یا غلہ کے مقابلہ میں روپیہ دینا افضل ہے۔ (شامی صفحہ ۳۶۶)

گیہوں جَو کے مقابلے میں نصف صاع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں صدقہ فطر ایک صاع غلہ میں سے یا ایک صاع کھجور میں سے یا ایک صاع جو میں سے یا ایک صاع کشمش میں سے نکالا کرتے تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور گیہوں آیا (عام طور سے ملنے لگا) تو انہوں نے کہا یہ نصف صاع اس کے مساوی اور برابر ہے یعنی ایک صاع جو کے۔ (بخاری صفحہ ۲۰۵)

سعید بن میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے صدقہ فطر گیہوں میں دو مد نصف صاع مقرر کیا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف صاع گیہوں کی مقدار متعین فرما دی تھی۔

آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا کہ گیہوں نصف صاع نکالیں۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے خطبہ میں گیہوں کی مقدار نصف صاع بیان کیا۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۱۴)

فَائِدَہ: پس جب معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں اگر جو دے تو ایک صاع اور اگر گیہوں یا آٹا دے تو نصف صاع جس کا موجودہ وزن ایک کلو سوا چھ سو گرام ہوتا ہے نکالے یا اس کی قیمت کا روپیہ ادا کرے۔ علامہ ابن قیم نے لکھا

ہے کہ خدا نے تمول اور وسعت سے نوازا ہو تو گیہوں بھی ایک صاع دیدے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اللہ پاک نے تم پر وسعت کی ہو تو تم بھی وسعت کرو اور گیہوں ایک صاع نکالو۔ (زادالمعاد ۱۰/۳۱۴)

آپ عیدگاہ جانے سے قبل فطرہ نکال دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح عیدالفطر کے دن اس وقت تک نہ نکلتے جب تک کہ اپنے اصحاب (فقراء و مساکین) کو صبح صدقہ فطر ادا نہ فرمادیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ عید کے لئے نہ نکلے جب تک کہ صدقہ فطر نہ نکال دے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۹۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۶۸)

ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ آپ صدقہ فطر عید سے قبل نکال دیا کرتے تھے۔ (زادالمعاد جلد۱ صفحہ ۳۱۴)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ آپ عیدگاہ نکلنے سے قبل فطرہ تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۲۹۹)

فائدہ: سنت اور فضیلت اس میں ہے کہ صدقہ فطر عید سے قبل نکال دی جائے چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو یہ فرمان بھیجتے تھے کہ صدقہ فطر عید سے قبل نکال دیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دو دن پہلے نکال دیا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۰۵)

آپ نے فرمایا عید کے دن ان کو چکر کاٹنے کا موقعہ نہ دو۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۸۴، سنن کبریٰ)

نماز عید سے قبل فطرہ نکالنا باعث قبولیت وفضیلت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر روزہ رکھنے والوں کے لئے لغو اور فحشیات سے پاکی کا ذریعہ ہے اور مسکینوں کے لئے ایک کھانا ہے، جس نے اسے نماز سے قبل ادا کیا اس کا یہ صدقہ مقبول ہے اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ بھی خیرات میں سے ایک خیرات ہے۔
(دار قطنی صفحہ ۱۳۸، ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم صفحہ ۴۰۹)

فائدہ: عید کے قبل نکالنے سے زیادہ ثواب ہے اور عید کی نماز کے بعد نکالنے میں اس کا ثواب کم ہے۔
(اعلاء السنن صفحہ ۹۷)

شروع رمضان میں بھی فطرہ نکالا جا سکتا ہے۔ (شامی صفحہ ۳۶۷)

عید سے ایک دو دن قبل نکالنا بہتر ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسا ہی کرتے تھے۔ (بخاری)

نماز سے پہلے صدقہ فطر نکالنے کا حکم فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے کہ صدقہ فطر لوگوں کے عیدگاہ نماز

کے لئے جانے سے قبل نکال دی جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ایک دن یا دو دن پہلے نکال دیا کرتے تھے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۵، کشف الغمہ صفحہ ۱۸۴)

فَائِدَۃ: صدقہ فطر نماز عید کے بعد بھی جب چاہے نکالے جائز اور درست ہے مگر نماز عید سے پہلے نکال دینا سنت اور بہتر اور باعث قبولیت ہے، تمام علماء کے نزدیک عید سے قبل نکال دینا مستحب ہے۔
(اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۹۷)

دیہاتی اور شہری ہر ایک پر صدقہ فطر ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعلان کرنے والے کو مکہ میں کہا کہ اعلان کر دو صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، غلام ہو یا آزاد، شہری ہو یا دیہاتی۔

عمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ فطر ہر شہری اور دیہاتی پر ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۳، حاکم صفحہ ۴۱۰)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بادیہ نشینوں سے صدقہ فطر میں پنیر لیا کرتے تھے۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۸۵)

فَائِدَۃ: صدقہ فطر نصاب کی مقدار مال پائے جانے پر بہر صورت واجب ہے خواہ عید کی نماز اس پر واجب ہو یا نہیں۔ چنانچہ گاؤں والوں پر گو عید کی نماز واجب نہیں مگر صاحب نصاب ہونے پر صدقہ فطر واجب ہے۔

صدقہ فطر میں غلہ کی قیمت بھی نکالی جاسکتی ہے

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں کہ صدقہ فطر میں دراہم (سکے روپیہ) دیئے جائیں۔

قرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کا فرمان مبارک آیا کہ صدقہ فطر ہر آدمی نصف صاع (گیہوں) نکالے یا اس کی قیمت نکالے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

فَائِدَۃ: صدقہ فطر میں کھجور جو اور گیہوں نکالنے کا حکم ہے ان اشیاء کو نکالا جا سکتا ہے اور ان کی قیمت کو مثلاً ہمارے دیار میں نصف صاع گیہوں کے نکالنے کا حکم ہے چونکہ سہولت بازار میں دستیاب ہے۔

اگر گیہوں غلہ نہ نکالے تو اس کی قیمت جو بازار میں ہوتی ہے اسے نکال دے یہ بھی کافی اور درست ہے اسی طرح زکوۃ کا بھی حکم ہے۔ علامہ شامی نے بیان کیا کہ قیمت کا نکالنا زیادہ بہتر ہے۔ (جلد دوم صفحہ ۳۶۶)

تاکہ سہولت کے ساتھ اپنی دیگر ضروریات پوری کر سکیں۔ ہاں قحط کے زمانہ میں غلہ بہتر ہے۔

زکوۃ صدقات خیرات کی ادائیگی اور تقسیم میں جلدی کرے تاخیر سے نہیں

عقبہ بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے ساتھ

عصر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہوئے اور کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور پھر نکلے۔ آپ نے فرمایا میں نماز میں تھا سونا (جو تقسیم کے لئے آیا تھا) یاد آ گیا، مجھے یہ بات پسند نہیں مگر وہ سمجھتا ہوں کہ صبح یا شام گزر جائے اور میرے پاس (زکوٰۃ وصدقات کا مال) برائے تقسیم ہو۔

(مسند احمد جلد ۹ صفحہ ۲۹، بخاری صفحہ ۱۹۲)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے عصر کی نماز پڑھائی اور گھر میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر میں باہر تشریف لے آئے، میں نے کہا یا آپ سے معلوم کیا گیا (کہ کیا بات پیش آگئی) تو آپ نے فرمایا میں نے گھر میں صدقہ کا کچھ مال باقی چھوڑ دیا تھا (جو یاد آگیا) سو میں نے پسند نہیں کیا کہ رات گزر جائے (اور وہ زکوٰۃ صدقات کی تقسیم کا مال گھر میں رہ جائے اور صبح کو تقسیم کی نوبت آئے) سو میں نے تقسیم کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۹۲)

فائدہ: خیال رہے کہ زکوٰۃ خصوصاً صدقات وخیرات کے ادا کرنے میں تاخیر نہ کرے، کبھی دل کی رغبت ختم ہو جاتی ہے کبھی ضرورت کا بہتر موقع نہیں رہتا کبھی مال کی وسعت جاتی رہتی ہے کبھی دیگر ضرورت سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب صدقات خیرات کا محل آجائے ضرورت اور مطالبہ سامنے آجائے دل میں رغبت خرچ کا خیال پیدا ہو جائے تو فوراً کرے کہ نیک کام ہے اس کی نیکی میں شبہ نہیں لہٰذا ٹالے نہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے ساتھ ایک تحریک فرشتہ کی ہوتی ہے اور ایک شیطان کی۔ فرشتہ کی تحریک تو خیر کی طرف متوجہ کرنا اور حق کی تصدیق ہے جب آدمی اس کو پائے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔ (فضائل اعمال صفحہ ۲۶۴)

اور اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت پورا ہو جائے یعنی چاند کے مہینہ سے سال گزر جائے کہ زکوٰۃ انگریزی مہینہ سے واجب نہیں ہوتی تو فوراً نکال دے کہ تاخیر سے تاخیر ہو جاتی ہے کبھی دیگر ضروریات یا پریشانی اور مصائب کی وجہ سے ادا کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور گناہ کا سبب ہو جاتا ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ جلدی ادا کرے بلکہ اس کے واجب ہونے سے پہلے ادا کر دے تاکہ خدا کے حکم میں سبقت کرنے والا ہو۔

خیال رہے کہ سال جب بھی پورا ہو جائے ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ کوئی بھی مہینہ ہو، جب واجب ہو جائے نکال کر رکھ دے پھر بعد میں رمضان میں ثواب زائد ملنے کی نیت سے ادا کر سکتا ہے کہ رمضان میں صدقہ خیرات کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

مالداروں سے زکوٰۃ وصدقات کی وصولیابی اور اس کی تقسیم کا نظام قائم کرنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ ان کو بتا دو کہ اللہ پاک نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی

اور ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔ اگر ان امور میں اطاعت کر لیں تو ان کے عمدہ اور بڑھیا مال لینے سے بچنا (بلکہ متوسط بیچ درجہ کا مال لینا)۔ (بخاری صفحہ ۲۰۳)

حضرت ابو حمید الساعدی نے کہا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسد کے ایک آدمی کو بنی سلیم کے صدقات کو وصول کرنے بھیجا جن کو ابن اللتبیہ کہا جاتا ہے۔ جب وہ (زکوٰۃ لے کر) آیا تو آپ نے حساب کیا۔

(بخاری صفحہ ۲۰۳)

ابو جحیفہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (قبیلہ) میں زکوٰۃ وصول کرنے والا بھیجا جو ہمارے مالداروں سے صدقہ لیتا اور ہمارے غریبوں میں تقسیم کر دیتا۔ میں ایک یتیم بچہ تھا میرے پاس کچھ نہیں تھا تو انہوں نے مجھے اونٹ دیا۔ (دار قطنی صفحہ ۱۳۶، ترمذی صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقات کی وصولیابی کے لئے بھیجا۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۱۴۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکوٰۃ صدقات وصول کرنے والا بنا کر بھیجا۔ (مسند شافعی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹، سبل الہدیٰ صفحہ ۳۸۹)

حافظ نے تلخیص الحبیر میں بیان کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرات خلفاء راشدین زکوٰۃ صدقات کی وصولیابی کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ یہ مشہور روایت سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ ازد کے ایک شخص لتبیہ کو بھیجنا اور ابن السعدی کو بھیجنا منقول ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصول کرنے بھیجا۔ مسند احمد میں ابو جہم، عقبہ بن عامر، ضحاک بن قیس کو وصولیابی کے لئے بھیجنا منقول ہے۔ مستدرک حاکم میں قیس بن سعد کو عبادہ بن صامت کو ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قبیلہ بنی المصطلق کی جانب بھیجنا مذکور ہے۔ بیہقی میں ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ مسند شافعی میں ہے یہ حضرات کسی سال بھیجنے میں تاخیر نہیں کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کی جانب صدقات وصول کرنے کے لئے نویں ہجری کے محرم میں بھیجا جس کا ذکر واقدی کی مغازی میں تفصیل سے ہے۔ (تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

حضرت ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حدیث معاذ (جس میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے) اس سے استدلال کیا ہے کہ امام (قوم کے حاکم) کے ذمہ ہے کہ وہ زکوٰۃ صدقات کو وصول

کرنے اور مصرف میں خرچ کرے خواہ خود کرے یا اپنے نائبین سے یہ کام کرلے۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ ۳۶۰)

علامہ عینی نے بھی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ امام (قوم کا ذمہ دار) مالداروں کے پاس زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے والوں کو بھیجے گا تا کہ ان لوگوں کی زکوٰۃ وصول کرے۔
(عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ ۲۳۸)

علامہ شوکانی نے بھی نیل میں لکھا ہے کہ امام (قوم کے ذمہ دار) کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی زکوٰۃ کو حاصل کریں اور مصرف میں اسے تقسیم کریں خواہ خود کریں یا نائبین سے کرائیں۔ (نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۱۱۵)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر اسلامی سلطنت ہو اور زکوٰۃ کا نظام شریعت کتاب اللہ اور کتاب السنہ کے مطابق ہو تو سلطنتی نظام زکوٰۃ کے مطابق زکوٰۃ وصدقات کا ادا کرنا افضل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر ان کو زکوٰۃ نہ دے زکوٰۃ ہی ادا نہ ہوگی بلاشبہ ادا ہو جائے گی۔

ان روایتوں سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا چاہئے اسلامی سلطنت میں حاکم اور خلیفۃ المسلمین کو اس کا شرعی نظام قائم کرنا چاہئے۔ جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں بھی علاقے کے ذمہ دار جو اہل علم وفضل ہوں زکوٰۃ کے مسائل سے واقف ہوں زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا چاہئے کہ زکوٰۃ وصدقات کو وصول کریں اور اسے مصرف میں خرچ کرنے کی جگہ میں خرچ کریں تا کہ نظم وانتظام کے ساتھ زکوٰۃ کا مالی نظام بہتر طور پر ادا ہو سکے۔ آج ہر شخص جس طرح چاہتا ہے آزادانہ وصول کر کے اپنی من مانی کرتا ہے۔ اور اس کو اپنی ملک سمجھ کر اس میں خرد برد کرتا ہے خیانت کرتا ہے اپنی ذاتی رقم کی طرح بلا مصرف کے آزادانہ خرچ کرتا ہے اس میں ایک گونہ کمی آئے گی۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے ایک دو لڑکوں کا حیلہ بہانہ کر کے سالوں بھر چندہ کرتے رہتے ہیں کتنے ایسے مدارس ہیں جہاں مصرف زکوٰۃ نہیں اور وہاں زکوٰۃ کی وصولیابی سالوں بھر ہوتی رہتی ہے۔ الامان والحفیظ۔

صدقات وخیرات بخشش وعطاء میں آپ کے بلند پایہ پاکیزہ مزاج وعادات

علامہ ابن قیم نے آپ ﷺ کے صدقات وخیرات کے سلسلہ میں پاکیزہ بلند پایہ مزاج سخاوت کو بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ:

- جو آپ کے پاس ہوتا جس کے آپ مالک ہوتے اس میں آپ خوب فراوانی سے اور حد سے زائد صدقہ فرما دیتے۔
- آپ کی اس قدر بخشش ہوتی کہ وہ فقر وتنگی کا اندیشہ نہ کرتے۔
- آپ کو دینے سے اتنی خوشی ہوتی کہ جتنی لینے والے کو پانے والے کو خوشی نہ ہوتی ہوگی اگر کوئی ضرورت مند

اور محتاج آجاتا تو آپ اپنی ضرورت پر اس کی ضرورت کو ترجیح دیتے کبھی کھانے کا ایثار فرماتے کبھی لباس کا ایثار فرمادیتے۔

- آپ بے انتہا لوگوں پر خرچ کے عادی تھے۔
- مختلف نوعوں اور صورتوں سے آپ لوگوں کی خدمت فرماتے۔
- کسی کو صدقات سے نوازتے کسی کو ہبہ فرماتے کسی کو ہدیہ دیتے کسی کو کوئی سامان خرید وادیتے اور رقم اپنی طرف ادا فرماتے۔
- کبھی ایسا بھی فرماتے کہ سامان خریدنے کے بہانے سے دیتے پھر وہ رقم بھی واپس فرمادیتے کبھی قرض کی واپسی میں زائد ہدیہ کے نام سے ادا فرماتے۔
- کبھی اس طرح بھی کرتے کہ خریدی شئے کی رقم طے شدہ سے زائد ادا فرماتے مثلاً دس کا خرید فرماتے تو ۱۲ یا ۱۵ر دے دیتے۔
- آپ ہدیہ کا عوض چند گنا زائد فرمادیتے۔
- آپ ﷺ خود بھی صدقہ خیرات فرماتے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور اس پر ابھارتے۔
- آپ صدقہ خیرات بخشش وعطا میں بڑا کشادہ سینہ رکھتے۔
- آپ کے نزدیک نیکیوں اور بھلائیوں میں سب سے بہتر صدقات خیرات بخشش وعطا تھی۔

(زادالمعاد جلد ا صفحہ ۲۱۶)

نوٹ: مزید آپ ﷺ کے صدقات نافلہ کو ”آپ کی سخاوت“ کے ذیل میں جلد پنجم میں تفصیل سے دیکھئے۔

زکوٰۃ کے متعلق چند اہم فقہی مسائل

- زکوٰۃ نماز کے بعد اسلام کا دوسرا اساسی فریضہ ہے۔ اس کا انکار کرنا کفر ہے۔
- زکوٰۃ کا معیاری نصاب ۵۲ تولہ چاندی یا اس کی جو مالیت اس زمانہ میں ہو، ہے۔ مثلاً ۸۰ر روپیہ کا ایک تولہ ہو تو چار ہزار دو سو پچاس روپے قریب نصاب ہوگا۔
- جس وقت نصاب مکمل ہو جائے اسی دن سے نصاب کی ابتداء ہو جائے گی۔
- زکوٰۃ واجب ہونے میں چاند کے مہینہ کا اعتبار ہے انگریزی تاریخ کا اعتبار نہیں۔ انگریزی تاریخ سے اس کا حساب لگانا خلاف شرع ہے۔
- چاند کے ماہ کے اعتبار سے پورا ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔

❊ نصاب سے کم مال ہواور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ مگر راہ خدا میں نکال دینا ثواب عظیم کا باعث ہے۔

❊ بچی کی شادی کے لئے روپیہ رکھا اور نصاب کی مقدار مثلاً بیالیس سو روپے اور اس جمع شدہ رقم پر سال گزر گیا جس کی ملکیت میں یہ روپیہ ہوگا اس کو زکوٰۃ کا نکالنا فرض ہوگا۔ خواہ یہ رقم زکوٰۃ وخیرات کے ذریعہ وصول کی گئی ہو یا اور کسی طرح۔

❊ حج کے لئے روپیہ جمع کیا۔ نصاب کی مقدار ہو کر سال گزر گیا تو زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگئی۔

❊ کسی بھی ضرورت سے روپیہ رکھا بیماری کے علاج کے لئے یا کفن دفن کے لئے نصاب کی مقدار پایا گیا سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہوگئی۔

❊ خواہ گھر میں رکھا، یا بینک میں رکھا، یا کسی کو قرض دیا، تجارت دوکانداری کے لئے دیا، تب بھی سال گزرنے پر زکوٰۃ نکالنی واجب ہوگی۔

❊ اگر روپیہ قرض دے دیا تو اس قرض پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر ایسا مقروض ہے کہ دے گا نہیں یا امید وظن ہے کہ یہ دینے والا نہیں ہے تو پھر اب زکوٰۃ نہیں جب وصول ہو جائے تب مع گزشتہ کے زکوٰۃ دینی ہوگی۔
(الشامی صفحہ ۳۰۵)

❊ عموماً عورتوں کے پاس زیور ہوتا ہے اور زیور نقد نہیں ہوتا تو روپیہ زکوٰۃ کے لئے الگ سے رہے یا نہ رہے عورت پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یا تو شوہر سے ادا کروائے یا اس سے زکوٰۃ کی رقم مانگ کر ادا کرے یا پھر اس زیور کو اس مقدار فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے، اکثر عورتیں اس میں کوتاہی کرتی ہیں جس کی بہت سخت سزا ہے۔ بالغ بچی کے پاس جو زیور ہے، یا اس کی شادی کے لئے جو زیور خریدا گیا ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ اگر بچی کو دے دیا گیا ہے مالک بنا دیا گیا ہے تو بچی پر زکوٰۃ ہے۔ ورنہ پھر جس کی رقم سے یہ زیور لے کر رکھا گیا ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔

❊ ماں نے ارادہ کیا کہ زیور بچی کی شادی میں دوں گی تو شادی سے پہلے اس کی زکوٰۃ ماں کے ذمہ رہے گی۔

❊ اگر مرد نے شادی میں زیور دیا ہے تو اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس نے بیوی کو ملکیۃً دیا ہے۔ تو بیوی کے زیور میں شامل ہو کر اس کی زکوٰۃ بیوی پر ہوگی۔ اور اس نے عاریۃً دیا ہے تو اس کی زکوٰۃ شوہر کے مال میں مل کر نکالی جائے گی۔

اگر زیور بھی ہے اور نقد روپیہ بھی جمع ہے دونوں کو شامل کر کے نصاب کا اعتبار ہوگا۔ یعنی زیور اور روپیہ دونوں مل کر نقد روپیہ کا حساب نصاب کے لئے ضروری نہیں زیور اور مال نقد کے علاوہ جو اور دیگر سامان ضرورت

سے زائد پڑے ہوئے ہیں ان کے برتنے اور استعمال کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ محض تمول کے لئے ہیں تاکہ ضرورت پڑ جائے تو اسے بیچ کر وقت پر ضرورت پوری کی جائے تو ایسے رکھے ہوئے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے مثلاً تانبے و پیتل یا سلور کے برتن وغیرہ۔ ان کی مالیت کو نقد مال میں شامل کیا جائے گا اور زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

❊ ۵۲ تولے چاندی گرام کے اعتبار سے ۳۵ء۶۱۲ گرام ہوتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۴ صفحہ ۲۶۴)

اگر چاندی کا بھاؤ ۸۰ روپے کا دس گرام مانا جائے تو آٹھ روپے کا ایک گرام اس اعتبار سے ۸×۶۱۲ + ۴۲۸۴ + ۳۵ ملی گرام = ۲۷۰ نئے پیسے قریب = ۴۲۸۷ روپے قریب چار ہزار دوسو ستاسی روپے ہندی روپیہ سے ۸۰ روپے گرام جو عموماً بھاؤ رہتا ہے نصاب ہوا۔ مزید ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کسی حساب داں عالم سے معلومات کر لے۔

❊ اگر نصاب کے برابر مال ہے مگر اسی مقدار یا اس سے زائد کا قرض دار ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

❊ اگر قرض کے حساب سے روپیہ زائد بچتا ہے پھر اتنا بچتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تب زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

بعض امراء کے یہاں چاندی کے برتن ہوتے ہیں مثلاً پیالے، گلاس، چھوٹے پاندان، عموماً یہ سجانے اور خوشنمائی کے لئے ہوتے ہیں جو شیشے کی الماریوں میں لگے ہوتے ہیں۔ ان کا استعمال نہ مردوں کو جائز ہے اور نہ عورتوں کو جائز۔ اس کی مالیت نصاب کو پہنچ جاتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔

❊ اکثر امراء ناواقفیت یا تغافل کی وجہ سے اس کی زکوٰۃ نہیں نکالتے سخت گناہ کی بات ہے۔

❊ اگر ایک شخص کی ملکیت میں سونا چاندی، زیورات، نقد روپیہ، دوکانداری کا سامان ہو تو ان سب کی رقم کو جوڑ کر زکوٰۃ نکالے گا۔ یعنی تجارتی اور دوکانداری سامان کی قیمت کو نقد روپیہ کے ساتھ اور نقد روپیہ کو سونے چاندی کے ساتھ ملا کر نصاب کی قیمت یا اس سے زائد ہونے پر زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔

❊ گھریلو سامان جن پر زکوٰۃ نہیں فروخت کر دیا پھر یہ مال نصاب کے مقدار پہنچ کر سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ مثلاً فرنیچر دس ہزار کا تھا، اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اب اسے فروخت کر دیا مثلاً ۸ر ہزار میں تو اس رقم پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

❊ گھریلو سامان جو ہمیشہ برتے جاتے ہوں یا ان کی ضرورت کبھی کبھی سال میں یا زندگی میں پڑتی ہو خواہ کتنی ہی قیمت کے ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں جیسے بڑے دیگ یا پتیلے وغیرہ۔

❊ کرایہ کے سامان پر خواہ زمین کھیت وغیرہ ہوں یا مشین، دیگ پتیلے وغیرہ ہوں خواہ کسی قیمت کے ہوں اور

کسی مقدار میں ہوں اور لاکھوں کے ہوں زکوٰۃ واجب نہیں۔ مثلاً دس لاکھ کا مکان یا دوکان ہے۔ جو کرایہ پر چل رہا ہے۔ اسی طرح دس پاورلوم ہے جس کی مالیت دولاکھ ہے کرایہ پر دیا۔ تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

* معیشت کاروباری سامان اور مشین جس کی آمدنی سے اور جس پر محنت کرنے سے گھر کا خرچہ وغیرہ چلتا ہے۔ اس کی مالیت اور قیمت پر زکوٰۃ نہیں خواہ وہ ہزاروں یا لاکھوں کے ہو۔ مثلاً کارخانہ ہے مشین ہے، اسی طرح بس جیپ ٹرک کرایہ پر چلتے ہوں تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں۔ ہاں ان تمام کی آمدنی پر نصاب کے ساتھ سال گزر جائے تو پھر زکوٰۃ ہے۔
* تجارت اور دوکانداری کے لئے خریدے گئے مال پر اگر نصاب کی مقدار ہے تو زکوٰۃ ہے۔ اگر گھریلو ضرورت کے لئے خریدا یا شادی بیاہ کے لئے خریدا ضرورت پر یا بچ جانے پر فروخت کی نیت کرلی یا فروخت کردیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔
* شیئرز پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر کمپنی تجارت کرتی ہے مثلاً کپڑا، لوہا، سامان مشنری وغیرہ فروخت کرتی ہے سیمنٹ بیچتی ہے تو شیئرز کی اصل رقم اور شیئرز کے منافع دونوں پر زکوٰۃ ہے۔ اگر تجارت نہیں کرتی تو منافع پر زکوٰۃ ہے۔ اصل رقم پر زکوٰۃ نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ۱۴)

زکوٰۃ کی ادائیگی سے متعلق چند اہم مسائل

* نصاب کی تعداد مال پر چاند کے اعتبار سے سال گزر جائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کردی جائے۔
* زکوٰۃ کی نیت سے کسی مال کو الگ بکس تھیلے میں رکھ دیا کہ یہ زکوٰۃ کی اتنی رقم ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔ اب اگر فقیر کو ادا کرتے وقت نیت نہیں کی تو کوئی حرج نہیں۔ (طحطاوی صفحہ ۳۹۰)
* فقیر کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی بھول گیا تو جب تک وہ مال فقیر کے ہاتھ اور قبضہ میں ہے زکوٰۃ کی نیت کرلے گا تو صحیح ہے۔ (طحطاوی صفحہ۱۱)
* دینے والے کے لئے دل سے زکوٰۃ کی نیت کافی ہے۔ جس کو دے رہا ہے اس کو بتانا ظاہر کرنا ضروری نہیں۔ (طحطاوی صفحہ۱۱)
* قرض مانگنے والے کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دیا یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ کی نیت کرلی تو یہ بھی درست ہے۔
* کسی پر قرض تھا وہ نہیں دے رہا ہے اس پر یہ سوچ لیا یا یہ نیت کرلی کہ وہ قرض زکوٰۃ میں منہا ہوگئی یا کٹ گئی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ خوب سمجھ لیا جائے بعض لوگ ایسا کرلیتے ہیں غلط ہے۔
* زکوٰۃ کے ارادہ اور نیت سے روپیہ دیا گیا ہو تب درست ہوگا تب اس کی زکوٰۃ ہوگی۔

❊ اپنی زکوٰۃ دوسرے سے نکلوانا بھی جائز ہے۔ اسے حکم دیا وکیل بنایا تو درست ہے۔
❊ اگر کسی نے بلا وکیل بنائے اور حکم دیئے از خود اپنی طرف سے مثلاً عقیدت ومحبت میں نکال دی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔
❊ زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کی تعمیر، مدرسین اور ملازمین کی تنخواہ درست نہیں۔ (رحیمیہ جلد۵ صفحہ۱۵۰)
❊ زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال چلانا درست نہیں۔ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ۱۰)
زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے لئے سامان نہیں خرید سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ۱۱)

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے گی ان کے متعلق چند اہم مسائل

❊ زکوٰۃ کی رقم اپنے والدین، دادا، دادی، نانا نانی، اولاد، پوتے، نواسے کو دینا جائز نہیں۔ بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، خسر اور ساس اسی طرح سوتیلے ماں اور باپ کو دینا درست ہے۔
(طحطاوی صفحہ۳۹۳، الشامی صفحہ۳۴۶)
❊ جو نصاب کے برابر مال کا مالک نہ ہو، اگرچہ صحت مند ہو، اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔
(طحطاوی صفحہ۳۹۲، شامی صفحہ)
❊ ایسا شخص جس کا مکان بھی ہے، آمدنی کا ذریعہ دوکان وتجارت یا ملازمت بھی ہے، مگر خرچہ میں پریشانی ہوتی ہے نصاب کی مقدار مال نہیں ہے تو اسے زکوٰۃ دینا درست ہے۔
❊ گھر میں مالدار ہے سفر میں پریشانی ہوگئی، مال کی ضرورت پڑ گئی۔ مثلاً چوری ہوگئی کہ گھر جانے کا بھی روپیہ نہیں، کھانے کے بھی پیسے نہیں تو اس حالت میں زکوٰۃ دی اور لی جاسکتی ہے۔ (شامی صفحہ۳۴۳)
❊ نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کو جس کے والد مالدار ہوں غنی ہوں زکوٰۃ نکالتے ہوں ان کو زکوٰۃ کا دینا درست نہیں۔
❊ بعض نابالغ طلباء مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم سے کھانا کھاتے ہیں یعنی ان کا داخلہ امدادی ہوتا ہے۔ اور ان کے والد غنی صاحب زکوٰۃ ہوتے ہیں ان کے والد کے لئے جائز نہیں کہ ان کو زکوٰۃ کھلائیں۔ (شامی صفحہ۳۵۰)
❊ اگر بچے کی ماں تو مالدار ہے والد نہیں تو ایسا بچہ زکوٰۃ کا مصرف ہوسکتا ہے۔ (شامی صفحہ۳۵۰)
❊ رضاعی ماں، جس نے دودھ پلایا ہے اس کو غریب ہونے پر زکوٰۃ کا دینا درست ہے۔ (الشامی صفحہ)
❊ اگر کسی کے متعلق یہ معلوم نہ ہوسکے کہ یہ غریب ہے یا امیر تو ایسی صورت میں اسے زکوٰۃ نہ دے۔
❊ اگر کسی کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر دے دی پھر بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو مالدار تھا تو اب زکوٰۃ ادا ہوگئی دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں۔ (الشامی جلد۲ صفحہ۳۵۳)

❊ اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی سمجھا کہ مسلمان ہے بعد میں معلوم ہوا کہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے ادا کرنا لازم ہوگا۔

❊ اپنے قریبی رشتے کے غرباء کو زکوٰۃ ادا کرنا افضل اور دوگنے ثواب کا باعث ہے۔

❊ صحیح معتبر نسب کے اعتبار سے جو سادات ہیں ان کو زکوٰۃ کا دینا اور ان کو لینا درست نہیں۔

(شامی جلد ۲ صفحہ ۵۳۰)

چند متفرق مسائل

❊ زکوٰۃ اگر منی آرڈر سے بھیجی یا ڈرافٹ یا بیمہ سے بھیجی تو منی آرڈر، رجسٹری کا صرفہ زکوٰۃ کی رقم سے جائز نہیں اس کا صرفہ دینے والے کے ذمہ زکوٰۃ کی رقم کے علاوہ سے ہوگا۔ (رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۶۴)

❊ مسجد کی رقم مدرسہ میں چندہ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

❊ زکوٰۃ کی رقم کو حیلہ تملیک کے ذریعہ تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا، یا قومی ملی فنڈ میں لگانا درست نہیں حیلہ مجبوری کی حالت میں درست ہے۔ یہاں کوئی مجبوری نہیں۔

❊ کمیشن پر چندہ کرنے والے اس دور میں بکثرت ہوگئے ہیں جو جائز نہیں۔ یہ اکثر ۶۰ر۷۰ رفیصد پر زکوٰۃ کی وصولیابی کرتے ہیں اچھی خاصی رقم ان کی جیب میں چلی جاتی ہے بہت معمولی اور قلیل رقم مصرف میں جاتی ہے جو مصالح زکوٰۃ کے خلاف ہے۔ نیز یہ رقم ۱۰۰ ر میں ۶۰ر۷۰ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ۳۰ر۴۰ حسب طے کردہ مدرسہ میں دیتے ہیں۔ اس نے جو اولاً رقم اپنے پاس رکھ لی یہ رقم کہاں درست ہے۔ پھر یہ کہ کمیشن پر چندہ کرنا بھی جائز نہیں یہ معاملہ زکوٰۃ کی تجارت اور دوکانداری ہے۔

❊ سفراء لوگ زکوٰۃ کی رقم وصول کرتے رہتے ہیں اور خرچ کرتے رہتے ہیں یہ درست نہیں۔

(رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۶۴)

❊ ہاں گھر میں رقم ہو تو قرض کے طور پر لے کر خرچ کرسکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی رقم خرچ کے لئے الگ سے رکھ لیا کرے۔

❊ پرائیویٹ فنڈ، جو ملازمین کا کٹ کر جمع ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جب رقم مل جائے اور سال گزر جائے تب اس پر زکوٰۃ ہے۔ (رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۴۷)

❊ نابالغ اگر مالدار ہے اس کے ملک میں مقدار نصاب سے زائد مال ہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

❊ غریب نابالغ سمجھدار بچے کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ (رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۴۷)

مزید تفصیل کے لئے کتب فقہ و مسائل دیکھئے یا عالم سے رجوع کیجئے۔

''عشر'' زمین کی پیداوار کی زکوۃ کا بیان

❊ زمین کی پیداوار پر عموماً بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ چونکہ آج کل اکثر و بیشتر پانی دے کر سیراب کیا جاتا ہے بارش کا پانی کافی نہیں ہوتا۔ یعنی ۲۰ رکلو پیداوار پر ایک کلو واجب ہے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

❊ گیہوں، چاول، دال، مکئی، باجرا وغیرہ جو چیزیں باقی رہتی ہیں اور ان کو ذخیرے کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ ان پیداواروں پر بیسواں حصہ ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۲۷)

❊ ساگ سبزی مولی ٹماٹر وغیرہ کی پیداوار پر بیسواں حصہ نہیں ہے۔ (شامی صفحہ ۳۲۷)

❊ جانوروں کے لئے جو چارہ بویا جاتا ہے مثلاً برسیم گھاس، اس پر بھی بیسواں حصہ نہیں ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱)

❊ عشر میں پیداوار پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ جب کھیت سے تیار ہو کر آجائے واجب ہے۔

(شامی جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

❊ نابالغ اور مجنون کی زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے مگر زکوۃ نہیں۔ (شامی صفحہ ۱۱)

❊ مقروض ہے اور زمین کی پیداوار حاصل ہوئی تو اس پر بھی قرضہ مالی کے باوجود عشر واجب ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱)

❊ تربوز، ککڑی، کھیرے وغیرہ کی پیداوار پر عشر نہیں ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱)

❊ اگر کھیتی کو تیار ہونے اور کٹنے سے قبل فروخ کر دیا تو بیسواں حصہ خریدار کے ذمہ ہوگا۔ (شامی)

❊ کھیت کی زمین کرایہ پر لی ہے اور اسی کرایہ دار نے بویا تو اسی کرایہ دار کے ذمہ اس زمین کی پیداوار پر بیسواں حصہ لازم ہے۔

❊ اگر کھیت مالک سے بٹائی پر یا ادھیہ وغیرہ پر لیا، تو دیکھا جائے گا کہ بونے کا بیج کس نے دیا۔ اگر کھیت کے مالک نے دیا تو بیسواں حصہ کھیت کا مالک نکالے گا۔ اگر بٹائی پر لینے والے نے بیج کا خرچہ برداشت کیا۔ تو ایسی صورت میں مالک اور بٹائی پر لینے والا دونوں بیسواں حصہ نکالیں گے۔ چونکہ پیداوار دونوں کے درمیان ہے۔ (شامی صفحہ ۳۳۵)

❊ بیسواں حصہ کھیت کی پیداوار کا انہیں لوگوں کو دیا جائے گا جن کو زکوۃ دی جاتی ہے۔ یعنی غرباء و مساکین اور اہل مدارس۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۳۹)

❊ خیال رہے کہ عشر ''دسواں حصہ'' ہر پیداوار پر ہے۔ اگر سال میں دو پیداوار ہوں گیہوں چاول، تو دونوں پر ہے۔ ۳ر پیداوار ہوں مثلاً مکئی، تو اس کا بھی بیسواں حصہ نکالا جائے گا۔ (الشامی صفحہ ۳۳۰)

صدقہ فطر کے متعلق چند اہم مسائل

* نصاب کے برابر مال ہو خواہ سال نہ بھی گزرے تو صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قربانی بھی واجب ہو جاتی ہے۔
* عید کے دن صبح صادق سے یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص صبح صادق کے آنے سے قبل انتقال کر جائے تو اس پر واجب نہیں ہوتا۔
* صدقہ فطر اپنی طرف سے واجب ہے بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے واجب نہیں۔
* نابالغ بچوں اور بچیوں کی جانب سے ان کے والد پر صدقہ فطر ہے۔
* آج کل کے جو خادم اور نوکر ہوتے ہیں ان کی طرف سے ان کے مالک کو صدقہ فطر نکالنا لازم نہیں ہے۔
* صاحب نصاب پر خواہ ماہ رمضان کا روزہ رکھے یا نہ رکھے صدقہ فطر نکالنا واجب ہے۔
* موجودہ دور میں صدقہ فطر کی مقدار گیہوں سے ایک کلو ساڑھے چھ سو گرام ہے اور جو کی مقدار اس کا دگنا یعنی ۳ر کلو ۳ر سو گرام ہے۔
* اگر کوئی گیہوں نہ دے تو اس کی قیمت بازار کے اعتبار سے جو ہوتی ہو وہ ادا کرے۔ مثلاً دس روپے کلو گیہوں ہے، تو ساڑھے سولہ روپے نکالے۔
* ایک آدمی اپنا صدقہ فطر خواہ ایک آدمی کو دے یا مختلف آدمیوں کو دے سب جائز ہے۔
* صدقہ فطر عید کی نماز سے قبل نکالنا سنت اور افضل ہے۔ اگر عید کے دن نہیں نکالا گیا تو بعد میں بھی نکالنا واجب رہے گا۔
* صدقہ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے البتہ یہ کافر کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ مالداروں کے بچوں کو صدقہ فطر دینا درست نہیں۔
* صدقہ فطر کی رقم سے کسی دوسری چیز کا بھی دینا درست ہے۔ مثلاً سوئیاں، چینی اسی طرح کپڑے جوتے وغیرہ خرید کر دیدے تو یہ بھی صحیح ہے۔ روپیہ دو روپیہ تقسیم کرنے کے بجائے حسب ضرورت یہ کرے تو بہتر ہے۔ زیادہ نفع ہونے پر زیادہ ثواب ملے گا۔

مزید مسائل فقہی کتب میں دیکھئے۔

رؤیت ہلال کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

۲۹ شعبان کو اہتمام سے چاند دیکھنے کا حکم فرماتے اور دیکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ شعبان کے چاند کو دیکھنے کا جتنا اہتمام فرماتے اتنا دوسرے ماہ کا نہ فرماتے۔ (دارقطنی جلد۲ صفحہ ۱۵۷، ابوداؤد صفحہ ۳۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب شعبان کی ۲۹ ر تاریخ ہوتی تو لوگوں کو چاند دیکھنے کے لئے بھیجتے اگر چاند نظر آجاتا تو ٹھیک۔ (دارقطنی صفحہ ۱۶۱)

فائدہ: آپ ﷺ رمضان اور عید کے چاند دیکھنے کا خاص اہتمام فرماتے۔ فتح القدیر میں ابن ہمام نے لکھا ہے کہ شعبان کی ۲۹ ر کا چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۳۱۴)

چونکہ اسی اعتبار سے رمضان کے فرض روزے کی ادائیگی کا تعلق ہے۔

اگر آپ ۲۹ ر کا چاند نہ دیکھتے تو کیا کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ شعبان کا چاند دیکھنے کا اتنا اہتمام کرتے اتنا دوسرے ماہ کا اہتمام نہ فرماتے۔ (۲۹ ر کو بہت اہتمام سے دیکھتے) پھر چاند دیکھ لیتے تو روزہ رکھتے۔ اگر آسمان پر بادل، غیرہ ہوتا (اور ۲۹ ر کا نظر نہ آتا تو) ۳۰ ر تاریخ پوری فرماتے۔

(مسند احمد مرتب صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۳۹۸، دارقطنی، شرح مہذب صفحہ ۲۶۹)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ اگر بادل وغبار کی وجہ سے چاند نہ نظر آتا تو آپ ۳۰ ر تاریخ پوری فرماتے اور اس ۳۰ ر تاریخ کے دن نہ روزہ رکھتے اور نہ روزہ کا حکم فرماتے۔ (زادالمعاد صفحہ)

شعبان کی ۳۰ ر تاریخ یوم الشک ہے اس دن آپ ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ (صفحہ ۳۱۴)

خیال رہے کہ یہ سوچنا کہ اگر چاند کا ثبوت ہوگیا تو رمضان کا روزہ ورنہ تو نفل روزہ سو اس طرح کا روزہ رکھنا منع ہے اور کوئی روزہ نہ ہوگا۔ روزہ میں کسی رخ اور نیت کی تعین ضروری ہے۔

شعبان کی تاریخوں کو اہتمام سے یاد رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے شعبان کی تاریخوں کو رمضان کے لئے یاد رکھا کرو۔ (دار قطنی جلد۲ صفحہ ۱۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر شعبان کی تاریخ کو محفوظ رکھتے اس قدر دوسرے ماہ کو نہیں محفوظ رکھتے تھے۔ (زاد المعاد صفحہ ۲۲۶)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کی تاریخوں کو گنا کرو تا کہ رمضان کا چاند دیکھو۔ (ابن عبد الرزاق جلد۴ صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: تاریخ اسلامی کو یاد رکھنے اور چاند دیکھنے کی بڑی تاکید ہے۔ اس کی اہمیت اور ضرورت کو آپ نے بیان کیا ہے۔

اہل اسلام کو بخوبی یہ معلوم ہے کہ تمام اسلامی احکام اور عبادات چاند کی تاریخ کے اعتبار سے ہیں۔ عدت، کفارہ، صیام، ایلاء، حج، رمضان، عید وغیرہ سب اسی چاند کے اعتبار سے ہیں۔ اسی طرح ماہانہ اور سالانہ امور میں بھی اسی چاند کا اعتبار ہے۔ بغیر چاند اور اس کی رؤیت کے یہ احکام شرعیہ ادا ہی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے چاند کی تاریخ کو محفوظ رکھنا اور چاند کا ۲۹ رکو دیکھنا اور اس چاند کے متعلق شرعی امور کو نافذ کرنا امت پر فرض کفایہ ہے۔

افسوس کہ آج چاند کے ماہ کی اہمیت لوگوں کی نظروں سے جاتی رہی اور شمسی مہینہ کی اہمیت نگاہوں میں بیٹھی ہے یہ سب غیروں سے خلط کے برے انجام ہیں۔ اہل اسلام کو اپنا شعار اپنی تہذیب محفوظ رکھنی چاہئے۔ ہر مسلم آبادی والے شہروں میں اس کا اہتمام ہونا چاہئے۔

افسوس ہے کہ مدارس اور مساجد کے امور اور نظام میں بھی شمسی تاریخوں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ سو اہل اسلام کا یہ معاملہ ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے۔ مدارس اور مساجد اسلام کے سرچشمہ اور منابع ہیں۔ یہاں سے اسلامی احکامات اور امور نشر ہوتے اور پھیلتے ہیں۔ اس کی اشاعت ہوتی ہے۔ انہی مقامات سے اسلامی امور مٹائے جائیں گے اور اسلامی تاریخوں کو چھوڑ کر انگریزی تاریخوں کو اختیار کیا جائے گا تو اسلامی نظام کا کیا حشر ہوگا۔

لہٰذا اہل مدارس اور مساجد کو چاہئے کہ وہ دفتری امور تنخواہ وغیرہ اسلامی تاریخوں سے ادا کریں کہ سنت اور شریعت پر احسن وجوہ عمل کرنا برکت اور خیر کا باعث ہے۔

چاند ہونے پر روزہ کا حکم فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک نے چاند کو وقت کا معیار بنایا ہے پس جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور چاند نظر نہ آئے تو دن گنو (۳۰ ر پورے کرو)

اور جان لو کہ مہینہ ۳۰ ردن سے زائد کا نہیں ہوتا۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۱، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۱۵۶، بخاری صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اگر غبار آلود ہونے کی وجہ سے نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ ردن پورے کرو۔ (بخاری صفحہ ۲۵۶، مسلم صفحہ ۳۴۷)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چاند دیکھ کر روزہ یا عید فرماتے اور اسی کا حکم دیتے۔ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ تاوقتیکہ محقق اور قطعی رؤیت نہ ہو جاتی یا کسی ایک کی شہادت نہ مل جاتی روزہ نہ رکھتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۲۵)

چاند دیکھنے والے کو لازم ہے کہ وہ اس کے ذمہ داروں کو اطلاع دیدے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ لوگ چاند دیکھنے میں لگے ہوئے تھے۔ (مگر دیکھ نہ سکے) تو میں نے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بتایا کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے (میری خبر پر) روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا کہ روزہ رکھیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲۰، دار قطنی صفحہ ۱۵۶)

فَائِدَہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند دیکھنے سے رمضان یا عید کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا چاند دیکھنے والے کو چاہئے کہ قاضی کو یا مقامی ذمہ داروں کو اس کی اطلاع کر دیں تا کہ وہ عام شرعی فیصلہ نافذ اور جاری کرتے ہوئے اعلان کر سکیں۔

خیال رہے کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان کا چاند دیکھا اور یقیناً دیکھا کوئی شبہ نہیں اور قاضی یا ذمہ داروں نے اس کی بات کو نہیں مانا تو ایسی صورت میں اس شخص کو تنہا روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ (ہدایہ بنایہ جلد ۳ صفحہ ۶۲۲)

بخلاف عید کے چاند میں اگر تنہا کسی نے دیکھا اور قاضی یا ذمہ داروں نے اس کی بات کو حسبِ قاعدہ شرعیہ تسلیم نہیں کیا تو اسے روزہ توڑنا اور روزہ نہ رکھنا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ وہ عامۃ الناس کی موافقت کرتے ہوئے روزہ رکھے گا اور سب کے ساتھ عید منائے گا۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۶۳۱)

دو عادل معتبر آدمیوں کی شہادت سے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے

حضرت ابووائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمان لکھ کر بھیجا کہ اگر صبح میں چاند نظر آئے تو روزہ مت توڑنا تاوقتیکہ دو گواہ گواہی نہ دے دیں اس بات پر کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے۔ (تو روزہ توڑ دیں)۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۴۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب دو عادل چاند کے دیکھنے پر گواہی دیں تو روزہ توڑ دو۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۶۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن زید کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آسمان غبار آلود ہو تو ۳۰/دن پورے کرو اگر دو مسلمان گواہی دے دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرلو۔ (نسائی، فتح القدیر صفحہ ۲۶۵)

(کلینڈر اور اہل حساب ماہر فلکیات کا قول معتبر نہیں)

مطلب یہ ہے کہ چاند میں اصل رؤیت اور نظر آنا ہے۔ اسی رؤیت کے اعتبار سے مہینہ کی ابتداء ہوگی اگر رؤیت نہ ہوسکے اس وجہ سے کہ مطلع صاف نہیں تھا گرد و غبار تھا تو شروع ماہ کے اعتبار سے ۳۰/دن پورے کرے اور اس کے بعد مہینہ کی تاریخ سمجھ کر رمضان شروع کرے یا عید منائے۔ کلینڈر یا ماہرین فلکیات کا قول اور حساب معتبر نہیں چنانچہ شرح مسند احمد میں ہے **عن الجمهور لا یحوز ان یکون المراد حساب النجمبن۔**
(صفحہ ۲۵۹)

ایک عادل کی گواہی سے رمضان کا ثبوت ہوجاتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بادیہ نشین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میں نے گزشتہ رات چاند دیکھا ہے آپ نے اس سے پوچھا کیا تم کلمہ شہادت **اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله** کی گواہی دیتے ہو اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص سے کہا اٹھو اور لوگوں کو اعلان کردو کہ وہ کل سے روزہ رکھیں۔
(صحیح ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸، ترمذی صفحہ ۱۴۸، دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۱۲)

ایک معتبر آدمی کے چاند دیکھنے پر آپ روزہ کا حکم صادر فرمادیتے

طاؤس نے ذکر کیا کہ میں مدینہ طیبہ گیا وہاں حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات ہوئی۔ وہاں والی مدینہ کے پاس ایک آدمی نے آکر گواہی دی کہ میں نے رمضان المبارک کا چاند دیکھا ہے۔ تو والی (حاکم مدینہ نے) حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس مسئلہ کے متعلق معلوم کیا اور اہل مدینہ کو روزہ کا حکم دے دیا۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے چاند کی شہادت ایک آدمی کی آپ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ اور ان دونوں حضرات نے یہ بھی کہا کہ عید کے چاند کے بارے میں دو آدمی کی شہادت قبول فرماتے تھے۔ (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۱۲)

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان کے چاند کے بارے میں لوگوں کو ایک مرتبہ تردد ہوا۔ ہوا یا نہیں، تو لوگوں نے تراویح اور روزے کا ارادہ نہیں کیا (کہ ۲۹ر کے چاند کا پتہ نہیں چلا) مقام حرہ سے ایک بادیہ نشین آیا

اس نے شہادت دی کہ چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں اسے پیش کیا گیا آپ نے اس سے پوچھا کیا تم خدائے پاک کے ایک ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں اور اس نے (آپ کے سامنے) چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ تراویح پڑھیں اور روزہ رکھیں۔ (ابوداؤد، صفحہ ۳۲۰، بیہقی، سنن دار قطنی، مسند احمد مرتب جلد ۹ صفحہ ۲۶۷)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ رمضان کے بارے میں آپ ﷺ ایک کی ہی خبر پر روزہ رکھ لیتے تھے۔

(زاد المعاد صفحہ)

ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں ہے کہ آسمان کا مطلع صاف نہیں بادل اور غبار آلود ہے تو ایک آدمی بھی چاند ہونے کی گواہی دے تو رؤیت ثابت ہو جاتی ہے اور روزہ رکھنا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔

(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

رمضان عید و بقر عید میں عامۃ الناس کی موافقت کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن تمہارا روزہ ہو جس دن عام لوگ (شرعی شہادت سے) روزہ رکھیں تمہاری عید بھی اسی دن جس دن لوگ (کسی شرعی شہادت سے) عید کریں۔ اور ایک روایت میں ہے اس دن بقر عید کرو جس دن سب لوگ بقر عید کر رہے ہوں۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۲، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۱۶۴، ابوداؤد صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے تنہا چاند دیکھ لیا اور لوگ نہ دیکھ سکے یا ان کی گواہی معتبر نہ ہوئی یہ عامۃ الناس کے ساتھ عید منائیں اور انہی کی موافقت کریں۔

البتہ روزے کے مسئلہ میں بعضوں نے بیان کیا کہ ان کے چاند دیکھنے سے ان کو روزہ رکھنا واجب لازم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی جگہ سے آئے ہوں جہاں شعبان کی رؤیت ۲۹ کے اعتبار سے ہوئی ہو اور یہاں رؤیت ۳۰ کے اعتبار سے ہوئی ہو تو اب عید میں ان کو جہاں اب اس وقت موجود ہیں ۳۰ر کا اعتبار کر کے روزہ اور چاند کا اعتبار کرنا ہوگا اور کمی بیشی میں یہاں کی موافقت کرنی پڑے گی اور یہاں کے اعتبار سے عید بقر عید منانی ہوگی۔

۲۹ر کا چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ر دن پورے کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ر دن پورے کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۲)

اگر چاند بادل وغبار کی وجہ سے نظر نہ آئے تو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر بادل یا غبار تمہارے

اور چاند کے درمیان حائل ہو جائے تب بھی ۳۰؍دن پورے کرو۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر عید کرو اگر بادل وغبار وغیرہ (۲۹؍کو آسمان میں) تمہارے اور چاند کے درمیان حائل ہو جائے تو ۳۰؍ دن پورے کرلو۔ (مسند طیالسی مرتب جلد ا صفحہ ۱۸۲)

فَائِدَۃ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۳۰؍تاریخ پوری فرماتے نہ خود اس دن روزہ رکھتے اور نہ حکم فرماتے۔ (زادالمعاد)

اصل تو ۳۰؍ہی دن پورے کرتے۔

حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب رمضان آجائے تو ۳۰؍روزے رکھو ہاں مگر یہ کہ اس سے پہلے تم چاند دیکھ لو۔ (طبرانی، بلوغ الامانی صفحہ ۲۵۷)

مطلب یہ ہے کہ اصل تو ۳۰؍دن ہے مگر ۲۹؍کو چاند نظر آجائے یا شرعی قاعدے سے ثبوت ہو جائے تو پھر ۲۹؍ہی پر ختم کردو۔ یہ نہیں کہ ۲۹؍ہی کو اصل سمجھو اور کسی نہ کسی طرح چاند نکال کر روزہ ختم کرلو اور عید منالو۔

جیسا کہ آج کل لوگوں کا ذہن دیکھا جا رہا ہے۔ بہت کھینچ تان کر ثابت کرنا چاہتے ہیں بس کسی طرح کوئی گواہی دیدے کہہ دے کہ میں نے دیکھا ہے۔ بلا تفتیش وتحقیق کے عوام الناس کے محض کہہ دینے سے بلا گواہوں کے احوال پر چھان بین کے اعلان میں سبقت کرتے ہیں تا کہ ان کی جانب نسبت ہو۔ **اللھم احفظنا۔**

۲۹؍روزے ہونے پر ثواب میں کمی نہیں

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ مت کہو کہ مہینہ ناقص ہو گیا (کہ ہم لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ۲۹؍کا روزہ زائد رکھا بمقابلہ ۳۰؍کے)۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۰)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ رمضان کا چاند ۲۹؍کو نظر آئے اور روزہ ۲۹؍روز کا ہو تو یہ مت کہو اور سمجھو کہ ایک روزے کا ثواب کم ہو گیا۔ ۲۹؍سے ثواب میں کمی نہیں ہوئی پورے ماہ کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ۲۹؍دن کا روزہ زائد رکھا بمقابلہ ۳۰؍دن کے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۱، ابوداؤد صفحہ ۳۱۸، دارقطنی، الفتح الربانی جلد ۹ صفحہ ۲۷۴)

فَائِدَۃ: رمضان المبارک کا چاند ۲۹؍کو ہو جائے تو یہ افسوس نہ کرے کہ ۲۹؍روزے کا ثواب ملے گا کاش کہ ایک دن اور چاند نظر نہ آتا تو مکمل ایک ماہ ہوتا اور ایک مہینہ کا پورا ثواب ملتا۔ جیسا کہ بعض جاہلوں سے سنا جاتا ہے۔ اسی تسلی اور اطمینان کے لئے کہا جا رہا ہے کہ ہم لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں ۲۹؍کا مہینہ زائد پایا

چنانچہ شرح مسند میں ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۹/مرتبہ رمضان ۲۹/دنوں کا اور دو مرتبہ رمضان ۳۰/دنوں کا ہوا۔ (بلوغ الامانی جلد ۹ صفحہ ۲۷۴)

اگر کسی وجہ سے روزے ۲۸/ہو جائیں تو ایک دن کی قضا واجب ہے

عبداللہ الاصم الکوفی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں روزہ ۲۸/دن کا ہوگیا تو انہوں نے ایک دن قضاء کا حکم دیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۱)

فائدہ: اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک شخص ایسے مقام سے چلا کہ اس نے روزہ چاند دیکھ کر شروع کرلیا تھا اور دوسرے علاقے اور دوسرے ملک میں جہاں آیا وہاں مطلع ایک دن پہلے کا تھا لہٰذا یہاں سے ۲۸/روزے کو چاند نظر آگیا جو یہاں کا ۲۹/تھا۔ عموماً ہندوستان سے سعودی جانے والے کو یہ واقعہ پیش آجائے گا۔ ایسی صورت میں ایک روزے کی قضاء واجب ہوگی چونکہ مہینہ ۲۹/سے کم کا نہیں ہوتا۔

دو آدمیوں کی شہادت سے آپ نے روزہ تڑوادیا

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) ہم نے رمضان کی ۳۰/تاریخ کی صبح کی۔ دو بادیہ نشین آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شہادت دی کہ کل انہوں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے لوگوں کو افطار کا حکم دے دیا یعنی روزہ توڑنے کا۔ (دارقطنی صفحہ ۱۶۹، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

حضرت نصر بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچاؤں نے کہا کہ ہم لوگ دن (۳۰/تاریخ رمضان کے) کے آخر وقت میں تھے۔ چند لوگ آئے انہوں نے کہا ہم نے کل (۲۹/کو) گزشتہ دن چاند دیکھا ہے۔

آپ نے اس پر روزہ توڑنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ کل صبح عید کی نماز پڑھنے عیدگاہ جائیں گے۔
(دارقطنی صفحہ ۱۷۰)

ابو عمیر بن انس نے اپنے چچا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں نے آکر گواہی دی کہ انہوں نے (۲۹/کی شام کو) چاند دیکھا ہے تو آپ نے روزہ توڑنے کا حکم دے دیا اور یہ فرمایا کہ کل عید کی نماز ہوگی (یعنی ۲/شوال کو کہ) عید کا وقت نکل چکا تھا۔ (دارقطنی صفحہ ۱۷۰، ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۱۶۵)

فائدہ: علامہ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمی کی شہادت سے روزہ توڑ دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ رمضان کے گزرنے کے بعد چاند کے دیکھنے کی گواہی دو آدمی دیتے تو روزہ توڑ دیتے اور لوگوں کو بھی روزہ توڑنے کا حکم دیتے اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھتے۔ (زادالمعاد صفحہ)

خیال رہے کہ عید کے چاند کی رؤیت کے ثبوت کا شرعی ضابطہ یہ ہے کہ اگر آسمان کا مطلع صاف ہے بادل وغیرہ نہیں ہیں تو ایک جم غفیر اچھی خاصی جماعت کے دیکھنے سے چاند کا ثبوت ہوگا محض ایک دو کا دیکھنا کافی

نہیں۔ اس کے برخلاف اگر آسمان کا مطلع غبار آلود ہے بادل وغیرہ ہیں تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے چاند ثابت ہوگا۔ محض ایک کی شہادت سے یہاں عید نہ ہوگی بخلاف رمضان کے کہ ایک کی شہادت سے روزہ اور رمضان ثابت ہو جائے گا۔ (دیکھئے فقہ فتاویٰ کی کتاب، فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۳۲۵)

چاند کی شہادت دن کے آخر حصہ میں آئے تب بھی روزہ توڑ دے

حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ ایک موقعہ پر شوال کا چاند نظر نہیں آیا (۲۹ر تاریخ کو) تو ہم لوگ صبح میں روزہ رکھتے ایک قافلہ جماعت دن کے آخر حصہ میں آئی اور ان سب نے شہادت دی کہ گزشتہ شام انہوں نے چاند دیکھا ہے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے افطار کا حکم دے دیا یعنی روزہ توڑنے کا اور یہ فرمایا کہ کل عید منائیں گے۔ (الفتح الربانی جلد۹ صفحہ ۲۶۶، کنز العمال صفحہ ۵۶۵)

جریج نے عطاء سے پوچھا کہ میں روزہ سے تھا دن کے بالکل آخر وقت میں چاند کے رؤیت کی خبر آئی تو انہوں نے کہا روزہ توڑ دو۔ عمر بن دینار رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے کہا دن کے جس حصہ میں بھی خبر آئے روزہ توڑ دے۔ (ابن عبد الرزاق جلد۴ صفحہ ۱۶۶)

فَائِدَة: عید کے چاند کا ثبوت کم از کم دو آدمیوں سے ہوتا ہے بشرطیکہ آسمان غبار آلود ہو، جمہور اور ائمہ اربعہ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالیٰ اسی کے قائل ہیں دو آدمیوں کی شہادت ضروری ہے۔ (شرح مسند احمد جلد۹ صفحہ ۲۶۸)

اگر شہادت ۹ر۱۰ر بجے دن تک آجائے تو عید کی نماز اسی دن پڑھ لی جائے گی اور اگر زوال کے بعد آئے تو روزہ توڑ دیا جائے گا اور عید کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے گی۔ چونکہ عید کی نماز کا وقت زوال سے قبل ہے۔

رمضان کا چاند ایک گواہ سے اور عید کا چاند دو گواہوں سے

حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک آدمی کی شہادت پر رمضان المبارک کا چاند تسلیم فرما لیتے تھے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عید کی چاند پر دو آدمی کی شہادت پر ہی فیصلہ فرماتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۱۴۹)

حضرت ابو مسعود انصاری رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ کہتے ہیں کہ (چاند ۲۹ر کا نظر نہ آنے کی وجہ سے) لوگوں نے ۳۰ر کا روزہ رکھا آپ کے پاس دو آدمی آئے اور انہوں نے گواہی دی کہ کل گزشتہ انہوں نے چاند دیکھا ہے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے روزہ توڑنے کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۱۵۰)

حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ وہ رمضان کا چاند ایک گواہ سے اور عید کا چاند دو گواہ سے قبول کرتے تھے۔ (ابن عبد الرزاق جلد۴ صفحہ ۱۶۸)

حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ فرماتے ہیں جب دو عادل چاند کے دیکھنے کی شہادت دے دیں تو پھر روزہ نہ رکھو

یعنی عید مناؤ۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۶۹)

امام ترمذی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ اس میں اہل علم کا اختلاف نہیں ہے کہ عید کے چاند کا ثبوت دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا۔

عبدالملک بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا وہاں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے پوچھا تو ان دونوں نے صحیح کہا اور کہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رمضان کے چاند میں ایک آدمی کی شہادت قبول فرمالیا کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عید میں دو آدمیوں کی شہادت قبول فرماتے تھے۔ (طبرانی بلوغ الامانی جلد۹ صفحہ۲۶۸)

فَائِدَۃٌ: حافظ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ ایک کی شہادت سے بھی آپ روزہ رکھ لیتے۔ جیسے ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شہادت سے، اور ایک مرتبہ ایک اعرابی کی شہادت سے۔ آپ رمضان کے بارے میں خبر واحد کا اعتبار فرما لیتے تھے۔ (زادالمعاد صفحہ۳۲۵)

ہدایہ میں ہے کہ آسمان میں اگر بادل ہوں (یا غبار آلود ہو مطلع صاف نہ ہو) تو امام (ہلال کمیٹی کے ذمہ دار جو اہل علم ہوں) رمضان کے چاند کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی قبول کرلیں۔ (جلد۳ صفحہ۶۲۷)

اگر آسمان کا مطلع بالکل صاف ہے نہ بادل نہ غبار آلود تو ایسی صورت میں چاند کے ثبوت کے لئے ایک اچھی خاصی جماعت کا دیکھنا اور ان کی گواہی معتبر ہوگی ایک دو کی گواہی کافی نہ ہوگی۔ (بنایہ صفحہ۶۲۹)

اور عید کے چاند میں اگر آسمان غبار آلود ہو بادل ہوں، مطلع صاف نہ ہو تب بھی کم از کم دو گواہوں کی شہادت لازم ہے۔ (بنایہ جلد۳ صفحہ۶۳۱)

مزید چاند کے مسائل کے وقت اہل علم سے معلوم کریں۔

رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو آپ کیا دعا پڑھتے

حضرت جعفر بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رمضان کا چاند نظر آتا تو اس کی طرف رخ فرما کر یہ دعا پڑھتے۔

”اللهم اهله علبنا بالامن والايمان والسلامة والاسلام والعافية العجلة و دفاع الاسقام والعون على الصلاة والصيام وتلاوة القرآن اللهم سلمنا لرمضان ويسلمه لنا وسلمه منا حتى يحرج رمضان وقد غفرت لنا وارحمنا وعفوت عنا.“ (کنزالعمال جلد۸ صفحہ۵۹۰)

مزید چاند کی دعاؤں کو جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے منقول تمام دعاؤں کو بسط و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ عاجز کی کتاب ”الدعاء المسنون“ کو دیکھئے۔

چاند کے متعلق چند اہم مسائل

❊ اگر آسمان پر بادل ہیں یا غبار ہے اس وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا لیکن ایک دیندار پرہیزگار سچے آدمی نے آکر گواہی دی میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو چاند کا ثبوت ہو گیا خواہ مرد ہو یا عورت۔

❊ اگر بدلی کی وجہ سے عید کا چاند دکھائی نہ دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو بلکہ جب دو معتبر اور پرہیزگار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب چاند کا ثبوت ہوگا اور اگر ۴ عورتیں گواہی دیں تو بھی قبول نہیں۔

❊ جو آدمی دین کا پابند نہیں برابر گناہگار رہتا ہے۔ مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا جھوٹ بولا کرتا ہے یا اور کوئی گناہ کرتا ہے شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شرع میں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ چاہے جتنی قسمیں کھا کر بیان کرے بلکہ اگر ایسے دو تین آدمی ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں۔

(بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۵، بحرالرائق جلد۲ صفحہ ۲۶۶)

❊ اگر آسمان بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے چاند ثابت نہ ہوگا۔ چاہے رمضان کا ہو چاہے عید کا البتہ اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح نہیں ہوسکتا تب چاند ثابت ہو گیا۔

کسی نے رمضان شریف کا چاند اکیلے دیکھا سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا لیکن یہ شرع کی پابند نہیں ہے تو اس کی گواہی سے شہر والے تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اگر اس کے اکیلے دیکھنے والے نے تیس روزے پورے کر لئے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیسواں بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید کرے۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۶)

❊ اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا اس لئے گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو اس دیکھنے والے آدمی کو بھی عید کرنا درست نہیں ہے۔ صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔

(بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۶)

شرعی طور پر چاند کے ثابت ہونے کے مختلف طریقوں کا بیان

عموماً چاند کے متعلق غلطیاں ہو جاتی ہیں مسئلہ باریک اور دقیق ہونے کی وجہ سے غیر عالم اسے سمجھ نہیں پاتے اور دخل دے کر گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اور ہر جگہ عالم محقق ملتے نہیں بعض جگہوں پر لوگ ہلال کمیٹی برائے نام وشہرت کے بنا لیتے ہیں اور اس مسئلہ میں ان کو شرعی واقفیت اور بصیرت نہیں ہوتی پھر بھی اس میں پڑ کر بلا وجہ گناہ کماتے ہیں۔ اس لئے مختصر طور پر اہل

علم اور اہل فہم اور کچھ دینی بصیرت اور معلومات رکھنے والوں کے لئے چاند کے ثبوت کے شرعی مسائل ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ وقت پر رہنمائی حاصل ہو سکے۔

ورنہ اصل تو یہ ہے کہ محقق عالم سے رجوع کیا جائے اور ان کے حوالے کیا جائے۔

رؤیت ہلال کے ثبوت کا پہلا طریقہ:

رؤیت عامہ یعنی عام لوگوں کا یا جم غفیر کا چاند دیکھنا یہ رمضان و عید الفطر کے چاند کے ثبوت کا قطعی فیصلہ ہے اس کے بعد قانون شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔

"وقیل بلاعلة حمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم وهو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذهب." (درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

دوسرا طریقہ:

اگر مطلع (چاند کے نظر آنے کہ آسمان میں جگہ) ابر آلود ہو (صاف نہ ہو غبار سے بھرا ہو) اس وجہ سے رؤیت عامہ نہ ہو سکے تو ثبوت رمضان کا فیصلہ ایک دیندار پابند شریعت مسلمان مرد یا عورت کے بیان پر کیا جا سکتا ہے۔

"للصوم مع علة کغیم وغبار خبر عدل ولو کان العدل قنا او انثٰی او محدوداً فی قذف تاب" (درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

وبرائے شہادت ماہ رمضان اگر آسمان ابر یا مانند آں دارد یک مرد یا زن عادل کافی است حر باشد یا رقیق۔

(مالا بدمنہ صفحہ ۹۳، نور الایضاح صفحہ ۱۴۹)

البتہ ہلال عید کے لئے باقاعدہ شہادت کی ضرورت ہے یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں، جو مسلمان اور بظاہر پابند شریعت ہوں اور قاضی شرعی یا مفتی کے سامنے چاند دیکھنے کی شہادت دیں اور قاضی و مفتی اس کی شہادت قبول کریں تو اس سے بھی چاند ثابت ہو جاتا ہے۔

تیسرا طریقہ:

"وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد" (درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

وبرائے شہادت شوال دریں چنیں حال در مرد و حر عادل یا یک مرد و زن امراء عدول بالفظ شہادت شرط است۔ (مالا بدمنہ صفحہ ۹۳، نور الایضاح صفحہ ۱۴۹)

چوتھا طریقہ:

شہادت علی قضاء القاضی، قاضی یا مفتی کی مجلس میں شرعی شہادت پیش ہو اور مجلس میں دو دیندار پابند شرع

مسلمان شروع سے آخر تک حاضر ہوں اور پھر وہ کسی دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دیں کہ فلاں مقام پر قاضی یا مفتی کی مجلس میں ہمارے سامنے رؤیت ہلال کی شہادت پیش ہوئیں اور ان کی شہادتوں کی سماعت کے بعد قاضی یا مفتی نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کر دیا تو یہ بھی ثبوت ہلال رمضان اور عید میں معتبر ہے اور ان کی شہادت پر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ (درمختار جلد۲ صفحہ ۱۲۸)

پانچواں طریقہ:

کتاب القاضی الی القاضی۔ ایک جگہ کے قاضی یا مفتی کے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی اور اس نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کر دیا۔ اب وہ دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے نام دو دیندار مسلمانوں کے سامنے خط لکھے کہ میرے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی جس کی بنا پر میں نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کر دیا اور اس پر اپنے دستخط و مہر لگائے اور ان کو سنا کر بند کر کے مہر لگا کر ان کے حوالے کر دے دونوں شخص وہ خط لے کر دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے پاس جائیں اور گواہی دیں کہ یہ فلاں مفتی یا قاضی کا مکتوب (خط) ہے اس نے ہمارے سامنے لکھا اور پڑھا ہے اور ہمارے حوالہ کیا ہے کہ ہم آپ تک یہ مکتوب پہنچا دیں۔ تو دوسری جگہ کا قاضی یا مفتی اس کو منظور کر کے اعلان کرا سکتا ہے یہ بھی ثبوت ہلال کے لئے حجت ہے مگر یہ حجت اسی وقت ہے جب کہ وہ دونوں شخص گواہی دیں کہ فلاں نے یہ مکتوب (چاند کا خط) ہمارے سامنے لکھا پڑھا ہے اور ہمارے حوالہ کیا ہے۔ اگر اس طرح شہادت نہیں دیتے محض ایک خط (چٹھی رقعہ) کی حیثیت سے پہنچا دیتے ہیں تو اس کی حیثیت ایک معمولی خط جیسی ہوگی۔ (اس سے چاند کی رؤیت ثابت نہ ہوگی)۔

چھٹا طریقہ:

خبر مستفیض: یہ بھی ثبوت ہلال کے لئے حجت ہے خبر مستفیض کے متعلق علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین من بلدة الثبوت الی البلدة لم ینبت بها الخبر الاستفاضة"

یعنی جان لو کہ استفاضہ سے مراد وہ خبر ہے جس کو بکثرت اس شہر سے آنے والے بیان کریں جہاں رؤیت ثابت ہو چکی ہے۔ اور ایسی جگہ آکر بیان کریں جہاں ہنوز (اب تک) رؤیت ثابت نہیں ہوئی محض افواہ کافی نہیں۔ (حاشیہ بحرالرائق جلد۲ صفحہ ۲۷۰)

علامہ رحمتی خبر مستفیض کے متعلق فرماتے ہیں

"(تنبیه) قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعدون کل منهم بخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد

الشیوع من غیرھم عن اشاعہ."

استفاضہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں چاند ہوا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں۔ ہر جماعت یہ خبر دے کہ اس شہر کے مسلمانوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے۔ محض خبر کا پھیل جانا یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کون اس کا راوی (نقل کرنے والا) ہے کس نے یہ بات چلائی ہے۔ خبر مستفیض نہیں۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۲۹، کتاب الصوم)

پس اس سے رؤیت ثابت نہ ہوگی۔

بہرحال خبر مستفیض سے بھی ہلال رمضان وعید کا ثبوت ہو جاتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ خبر کی نوعیت ایسی ہو کہ صاحب بصیرت معاملہ فہم اشخاص کو اس کی صداقت کا یقین ہو جائے محض افواہ اور شہرت ہو جانا جب کہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اصل خبر دینے والا کون ہے کافی نہیں۔

ریڈیو

ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اعلان اگر رؤیت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہو اور باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا جاتا ہو اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتمد مسلم نمائندہ ہو تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رؤیت ہلال کا فیصلہ کر دے۔

محض ریڈیو کا اعلان کافی نہیں مقامی محقق علماء کا قبول اور تسلیم ضروری ہے۔

شرعی قاضی یا مستند علماء کرام کی مجلس یا وہ چاند کمیٹی جن کا فیصلہ مسلمان تسلیم کرتے ہوں۔ یہ لوگ باقاعدہ شہادت لے کر چاند کا فیصلہ کریں اور اس فیصلہ کو شرعی قاضی یا علماء کی مجلس یا چاند کمیٹی کا صدر یا ان کا معتمد نمائندہ بذریعہ ریڈیو نشر کرے اور دوسری جگہ کے علماء کرام اسے منظور رکھیں تو اس پر عمل کرنا درست ہے۔ عوام کی منظوری کافی نہیں بلکہ ان کی دخل اندازی اور اہل علم سے الجھنا روا نہیں۔ (ماخوذ فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۲، ۱۹۵)

دیکھیے قبول کرنے اور نہ کرنے کی ذمہ داری اہل علم پر ہے عام لوگوں پر نہیں۔ مگر چاند کے مسئلہ میں عام لوگ ہی پڑ کر مسئلہ کو اپنے قبضہ میں لیتے ہیں اور خود ہی فیصلہ کرتے ہیں۔

چاند دیکھنے والے ٹیلیفون سے خبر دیں تو بالکل معتبر نہیں

عید کے چاند کے ثبوت کے لئے چونکہ شہادت ضروری ہے اور شہادت کے لئے شاہد کی حاضری ضروری ہے اس لئے اس میں فون یا خط کی خبر کافی نہ سمجھی جائے گی اگرچہ آواز پہچان لی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۸)

شہادت کہاں معتبر ہے اور کہاں نہیں

* شہادت میں خط۔ ٹیلی گراف، ٹیلی فون وغیرہ کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۴۲۰)

شہادت کی شرائط سے معلوم ہوا کہ ٹیلی گراف، ٹیلی فون، ریڈیو، وائرلیس وغیرہ آلات جدیدہ کے ذریعہ شہادت (اسی طرح چاند کی گواہی) نہیں ہوسکتی۔ اس لئے شہادت میں روبرو حاکم کے پاس مجلس حکم میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۴۱۸)

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں عالم مفتی کے فیصلے کا مقام

جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کرتا ہو وہاں اگرچہ جمیع معاملات ہیں تو ثقہ عالم، قاضی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا البتہ رؤیت ہلال وغیرہ بعض جزئیات میں اس کا فیصلہ حکم قاضی کے مقام ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۴۶۷)

* ہر قاضی کا فیصلہ اس کی حدود تک محدود ہے۔

ایک قاضی کے فیصلے کی خبر محض (بلا شرط شہادت علی القضاء) دوسرے قاضی کے لئے موجب عمل بلکہ مجوز عمل نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۴۶۷)

قاضی وغیرہ (مفتی) پر لازم نہیں کہ چاند کی تلاش میں نکلے یا خبر کے پیچھے لگا رہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ صفحہ ۱۹۰)

چند متفرق مسائل

* اگر کسی نے رمضان کا چاند دیکھ کر قاضی (یا مفتی) کے یہاں شہادت دی۔ قاضی نے اس کی شہادت قبول نہ کی اور اس نے اپنی رؤیت کی بنا پر روزہ رکھ لیا۔ پھر تیس روزے پورے ہونے پر رؤیت نہ ہوئی (چاند کا ثبوت نہ ہوا) تو یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے گا اور دوسروں (عام لوگوں) کے ساتھ عید کرے گا۔

(احسن الفتاویٰ صفحہ ۴۲۹)

* جہاں آسمان ہمیشہ ابر آلود رہتا ہو، مطلع صاف نہ رہتا ہو، اور چاند کی رؤیت نہ ہوتی ہو، جیسے برطانیہ وغیرہ یہاں کا حکم یہ ہے کہ کسی ایسے ملک کے ریڈیو (خبر) پر اعتماد کیا جائے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہاں ضوابط شرعیہ کے مطابق رؤیت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے خواہ یہ ملک کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے علاقے کے کسی معتبر عالم سے بذریعہ ٹیلی فون معلوم کرکے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ بشرطیکہ آواز کی پہچان یا دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلیفون پر کون بول رہا ہے۔ بندہ نے اختلاف مطالع پر انفراداً و اجتماعاً بارہا غور کیا ہر مرتبہ یہی نتیجہ نکلا کہ عندالاحناف بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے۔ اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۴۳۶)

❊ اگر کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا۔ قاضی کے پاس جا کر اس نے گواہی دی لیکن قاضی نے کسی دلیل شرعی کی وجہ سے رد کر دیا تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔ (احسن الفتاوی جلد۴ صفحہ۴۲۸)

❊ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ یا جدہ میں تھا وہاں رمضان کا پہلا دن جمعہ کو ہوا کہ جمعرات کو چاند کا ثبوت ہوا۔ یہ شخص پھر کچھ دن گزار کر ہندوستان آیا یہاں جمعہ کو چاند ہو کر سنیچر کو روزہ ہوا۔ اسی طرح عید کا چاند بھی ایک دن بعد نکلا۔ ہندوستان کا اعتبار کرتا ہے تو اکتیس روزے ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ شخص ہندوستان کے اعتبار سے ہی رمضان اور عید کرے گا خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جاویں۔ (فتاوی رحیمیہ جلد۲ صفحہ۱۸۱)

❊ ہندوستان سے ایک شخص جہاز سے مکہ، جدہ گیا وہاں ایک دن پہلے چاند ہو گیا تھا۔ تو یہ شخص وہاں کی موافقت کرے گا اور ان کے ساتھ عید کرے گا اور اگر ان کا روزہ ۲۸ رہا تو عید کے بعد ایک روزہ رکھے گا۔ (فتاوی رحیمیہ جلد۲ صفحہ۱۸۱)

❊ چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے بری بات ہے حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کہا کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا بھی کچھ اعتبار نہ کرو۔ نہ ہندوؤں کی اس بات کا اعتبار کرو کہ آج دوج ہے آج ضرور چاند ہے۔ شریعت میں یہ سب باتیں واہیات ہیں۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۶)

مزید تفصیل کے لئے فقہی کتابیں دیکھئے۔ یا کسی محقق عالم ومفتی سے رجوع کیجئے۔

روزہ رمضان المبارک کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل وطریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے ماہ رمضان کا روزہ رکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے رمضان کے علاوہ پورے ماہ کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۲۶۴، نسائی صفحہ ۳۲۱، ۳۰۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی مہینہ کا پورے کا پورا مہینہ روزہ نہیں رکھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۱۹)

حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ روزہ رکھتے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ روزہ ہی رکھیں گے۔ اور (کبھی ایسا ہوتا کہ) نہ رکھتے تو ہم کہتے کہ اب افطار ہی کریں گے پھر فرمایا کہ آپ جب سے (مدینہ) تشریف لائے سوائے رمضان کے آپ نے پورے مہینہ کا روزہ کسی ماہ میں نہیں رکھا۔

(مسلم صفحہ ۳۶۴، نسائی صفحہ ۳۲۱، ترمذی صفحہ ۱۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ (اس طرح) رکھتے کہ ہم لوگ کہتے کہ آپ کا اب افطار (روزہ نہ رکھنے کا) ارادہ نہیں ہے۔ پھر آپ روزہ نہ رکھتے کہ ہم لوگ کہنے لگتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ اور مدینہ تشریف لانے کے بعد سے آپ نے سوائے رمضان کے پورے ماہ کا روزہ نہیں رکھا۔ (بخاری صفحہ ۲۶۴، مسلم صفحہ ۳۶۵، شمائل صفحہ ۲۰)

علامہ مناوی نے ذکر کیا کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں ماہ رمضان کا روزہ فرض کیا گیا اس لئے ہجرت کے بعد رمضان کا روزہ فرض ہوا۔

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں بیان کیا کہ آپ نے مکمل پورے ماہ کا روزہ رمضان المبارک کا رکھا ہے۔ دوسرے ماہ میں روزے رکھتے تو پورے نہ رکھتے تھے ہاں اکثر ایام روزہ رکھتے۔ اس حدیث کے تحت ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ ہر ماہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھنا مستحب ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ)

یعنی آپ کا کوئی ماہ روزے سے خالی نہ جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ خواہ ایام بیض ہو یا اور کوئی دن روزہ رکھنا سنت ہے اور مہینہ کو روزے سے خالی کرنا خلاف مستحب ہے۔ چنانچہ اللہ کے مقرب بندے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

شرح مہذب میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ۹ رسال رمضان کے روزے رکھے ہیں۔
(شرح مہذب صفحہ ۲۵۰)

آپ ماہ مبارک کے آنے کی بشارت دیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رمضان المبارک کے آنے کی بشارت دیتے اور فرماتے تمہارے پاس ایک مبارک مہینہ آ رہا ہے۔ اللہ پاک نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو اس کے خیر سے محروم ہوا وہ ساری بھلائی سے محروم ہوا۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۸۴، مرتب جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۶)

رمضان آنے سے قبل رجب میں دعا کرتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو آپ یہ دعا فرماتے
"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ رَمَضَانَ"
"اے اللہ رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما۔ اور رمضان میں برکت عطا فرما۔"

(مسند احمد مرتب صفحہ ۲۳۱)

بزار اور طبرانی کی روایت میں بلغنا رمضان ہے یعنی اے اللہ ہمیں رمضان تک پہنچا رجب سے ہی رمضان پانے کی دعا فرماتے۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۲۳۱)

آپ رمضان المبارک کے آنے پر یہ دعا سکھلاتے تھے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب رمضان آتا تو یہ دعا ہم لوگوں کو سکھلاتے تھے۔

"اللهم سَلِّمْنِيْ لرمضان وسلم رمضان لي وسلمه لي متقبلا."

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۵۸۴)

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں سلامتی عطا فرما رمضان میں اور سلامتی عطا فرما رمضان کو مجھ سے اور اسے میرے لئے سلامتی کے ساتھ قبول فرما۔"

آپ ماہ مبارک میں قیدیوں کو چھوڑ دیتے سائل کو واپس نہ فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو ہر قیدی کو آزاد فرما دیتے اور ہر سائل کو نوازتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۹۹، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۱۰)

فَائِدَہ: ماہ مبارک کی برکت سے آپ قیدیوں کو رہا فرما دیتے اور دیگر عبادت کی طرح صدقہ خیرات بھی عام دنوں سے زائد فرماتے۔

شعبان کے آخر میں رمضان کی فضیلت اور اہمیت پر وعظ فرماتے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں تقریر فرمائی۔ (تقریر میں) آپ نے فرمایا تمہارے سامنے ایک بڑا مبارک مہینہ آ رہا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔ اس ماہ میں اللہ پاک نے روزوں کو فرض قرار دیا ہے اور اس کی تراویح (تطوع) سنت جس نے اس ماہ میں کوئی نفل عبادت کی گویا اس نے اس ماہ کے علاوہ میں فرض ادا کیے۔ (یعنی ۷۰ فرض کے ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ ماہ صبر (مشقت عبادت) کے برداشت کا ہے۔ اس کا ثواب جنت ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کا مہینہ ہے ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے لئے یہ گناہوں کی معافی کا باعث ہوگا اور جہنم سے خلاصی کا اور اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اسے اور اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اس پر حضرات صحابہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ہم میں سے ہر ایک تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ افطاری کرائے۔ (چونکہ وہ زمانہ زیادہ غربت کا تھا) آپ نے فرمایا اس شخص کو بھی ثواب ملے گا جس نے ایک کھجور سے یا ایک گھونٹ پانی سے یا ایک گھونٹ دودھ سے افطار کرایا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول حصہ (پہلا عشرہ) رحمت کا ہے، دوسرا حصہ مغفرت کا ہے، اور تیسرا حصہ جہنم سے خلاصی کا ہے۔ جو غلام (اور نوکر) کے ساتھ تخفیف (کام کے بوجھ کو ہلکا کرنا) کا معاملہ کرے گا اللہ اسے معاف کرے گا اور جہنم سے خلاصی مرحمت فرمائے گا۔ اس میں چار چیزوں کو کثرت سے کیا کرو۔ جس میں دو تو وہ ہیں جس سے تمہیں تمہارے رب کی رضا مندی حاصل ہوگی اور دو تو ایسی چیز ہیں کہ ان کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ بہرحال وہ دو امور جس سے تم اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرو گے ایک تو لا الہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور بہرحال وہ دو امور جس کے بغیر چارہ نہیں وہ جنت کا سوال (اور اس کی دعاء) ہے اور جہنم سے پناہ مانگنا ہے۔ جس نے کسی روزہ دار کو سیراب کیا (پانی وغیرہ پلایا) اسے اللہ پاک میرے حوض سے سیراب کرے گا، جس کے بعد اسے پیاس محسوس نہیں ہوگی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(ترغیب جلد ۲ صفحہ ۹۵، ابن خزیمہ، ابن حبان، بیہقی)

آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ اہم اہم موقعوں پر وعظ وخطاب کے ذریعہ سے اصحاب کو خبردار کرتے اور متنبہ کرتے احکام وفضائل کی نشاندہی فرماتے۔

رمضان کی آمد پر اس کی فضیلت بیان فرما کر متوجہ فرماتے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا رمضان آگیا تمہارے پاس جو مہینہ برکتوں والا ہے اللہ پاک اس میں رحمت نازل فرماتے ہیں گناہ معاف فرماتے ہیں دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ اللہ پاک تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں (ایک دوسرے پر عبادت میں سبقت) اور ملائکہ پر فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنے نفس کی بھلائی دکھلاؤ۔ بدبخت وہ ہے جو اس مہینہ میں بھی رحمت خدا سے محروم رہ گیا۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۲۳۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا لو رمضان کا مہینہ آگیا اگر لوگ جان لیں کہ رمضان میں کیا (برکتیں اور خوبیاں) ہیں تو تمنا کریں کہ تمام سال رمضان رہے۔
(بلوغ الامانی جلد ۹ صفحہ ۲۳۶)

آپ عبادتِ رمضان کی خصوصیت سے تاکید فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں قیام (تراویح کی عبادت) کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ بغیر فرض فرماتے ہوئے کہ جو رمضان میں تراویح پڑھے گا ایمان اور خلوص وثواب کی نیت سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اور دنوں کے مقابلہ میں ماہ مبارک میں چونکہ ثواب زیادہ ہوتا ہے اس لئے عبادت زیادہ کرے۔ تراویح جو رمضان کی مخصوص عبادت ہے اس کا زیادہ اہتمام کرے اس کی خوب پابندی کرے۔ گو مشقت کی وجہ سے فرض نہیں کی گئی۔

اور دنوں کی بہ نسبت رمضان المبارک میں بہت زیادہ عبادت کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جس قدر رمضان المبارک میں عبادت کرتے اس قدر غیر رمضان میں نہ کرتے۔ (مسلم صفحہ ۳۷۳، مسند احمد، ترمذی صفحہ ۱۶۴، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۷۷)

رمضان المبارک میں عبادت کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے بہ نسبت اور دنوں کے اس میں حلاوت اور ذوق زیادہ محسوس ہوتا ہے شیاطین کے قید کی وجہ سے اس کا زیادہ اثر نفس پر نہیں ہوتا اس لئے عبادت کی جانب کچھ میلان ہوتا ہے۔ اس لئے ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادت کے لئے فارغ کر لینا چاہئے۔ آپ ﷺ باوجودیکہ معصوم اور مغفور تھے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اور

دنوں میں تو آپ سحر کے وقت سوتے بخلاف رمضان کے آخر رات سحری تک عبادت کرتے رہتے۔
(فتح الباری صفحہ ۱۸)

اسی لئے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کا بیان ہے کہ آپ رمضان کے شروع دنوں میں کم سویا کرتے تھے اور آخر عشرہ میں تو سونا بالکل بند کر دیتے تھے گھر کا بستر ہی اٹھ جاتا تھا۔ مسجد میں آجاتا تھا۔ علامہ نووی نے بیان کیا کہ اس میں عبادت کا شغل زیادہ رکھنا مستحب ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں بھی ہے اس ماہ میں کثرت سے عبادت کرنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ صفحہ ۱۳۲)

امت کے صلحاء اور اتقیاء کا یہ تعامل رہا ہے کہ اس ماہ کو عبادت اور اعتکاف کے لئے فارغ کر لیتے تھے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ پورے ماہ کا یا اخیر عشرہ کا اعتکاف کرے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ رمضان میں ہر قسم کی عبادتوں میں زیادتی فرمادیتے۔ خوب کثرت سے تلاوت قرآن، نماز، ذکر، صدقہ خیرات احسان اور اعتکاف فرماتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۲۱)

آخیر عشرہ میں آپ کا بستر اٹھ جاتا

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب رمضان کا آخر عشرہ آتا تو آپ کا بستر اٹھ جاتا۔ عورتوں سے الگ ہو جاتے۔ اور رات کا کھانا سحر کے وقت ہی میں کھاتے۔ (مجمع صفحہ، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۳۹)

فَائِدَہ: بستر اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کا حساب ختم ہو جاتا کثرت عبادت کی وجہ سے سونے کا موقعہ نہ ملتا۔ مغرب وعشاء کے درمیان سوتے نہیں۔ تراویح کے بعد تہجد شروع فرمادیتے۔ پھر سحری کا وقت آجاتا۔ سونے کا وقت آپ کو ملتا کہاں۔

رمضان المبارک میں آپ رات کا کھانا نہ کھاتے صرف سحری کھاتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب رمضان آتا تو آپ (شروع رمضان میں کچھ سوتے) اور جب آخری عشرہ آجاتا تو ازار بند مضبوط باندھ لیتے اہل خانہ سے علیحدہ ہو جاتے مغرب وعشاء کے درمیان غسل فرماتے۔ رات کو نہ کھا کر سحری کھاتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۴۱)

عبادت کی مشغولیت کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کھانے کا موقع نہیں ملتا۔ یا اس وجہ سے کہ دن بھر بھوکے رہنے کی وجہ سے رات میں جب کھایا جاتا ہے تو سستی ہوتی ہے۔ کسل وسستی کے احتمال سے آپ نہ کھاتے بلکہ پیٹ میں عبادت کے اندر آسانی ہوتی ہے۔ اسی عبادت کے شغف اور اہتمام کی وجہ سے آپ رات کا کھانا نہ کھاتے اللہ کے برگزیدہ بندے ماہ مبارک میں کم کھاتے ہیں اور عوام کا کھانا رمضان میں عام دنوں کی نسبت بڑھ جاتا ہے۔ ذکر وتلاوت وعبادت تو نہیں بڑھتی مگر کھانا اور اس کے انواع واقسام بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ

افطاری وسحری میں کھانے کی قسموں اور عمدہ سے عمدہ انواع کو دیکھئے۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں آپ ہمہ تن عبادت میں مشغول ہوجاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے دوعشرے بیس دنوں میں تو عبادت بھی کرتے اور سوتے بھی۔ اور جب آخری عشرہ ہوتا تو خوب عبادت کرتے اہل خانہ سے علیحدہ ہوجاتے اور ہمہ تن متوجہ ہوجاتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب عشرہ اخیرہ داخل ہوتا تو ساری رات عبادتوں میں لگ جاتے۔ اہل خانہ کو بھی جگاتے اور اہل خانہ سے الگ ہوجاتے۔ (مسلم صفحہ ۳۷۲، ابوداؤد صفحہ ۳۳۴، نسائی، ترمذی صفحہ ۱۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان (اخیر عشرہ آتا) تو عورتوں سے علیحدہ ہوجاتے۔ بستر پر (سونے کے لئے) آتے ہی نہیں یہاں تک کہ رمضان ختم ہوجاتا۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی ۲۱ رتاریخ سے عبادت میں ہمہ تن متوجہ ہوجاتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۱۳)

فَائِدَۃ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو عبادت الٰہی میں ممتاز تھے۔ ہمہ وقت عبادت ذکر الٰہی میں وقت گزرتا تھا۔ آپ راس العباد تھے ہمیشہ طویل طویل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ عام دنوں کی بات تھی چنانچہ آپ عام دنوں میں جتنی عبادت کیا کرتے تھے اس سے زائد رمضان المبارک میں کیا کرتے تھے اور جتنی رمضان المبارک کے دوعشرے میں کیا کرتے تھے اس سے زائد اور اہتمام ومبالغہ کے ساتھ اخیر عشرہ میں کیا کرتے تھے۔ اخیر عشرہ میں انہماک عبادت اور شدت عبادت کی وجہ سے بستر پر آرام نہیں فرماتے تھے۔ آرام ونیند چھوڑ دیتے تھے۔ اہل خانہ بیویوں سے تعلق ربط وضبط ان سے ملنا اور بستر پر جانا چھوڑ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ گھر جانا بند کردیتے مسجد میں معتکف ہو جاتے تھے۔

روایت میں آخیر عشرہ کے بارے میں لکھا ہے۔ شد المنزز جس کا ترجمہ ازار بند مضبوطی سے باندھ لینا ہے۔ اس کے مفہوم اور مرادی معنی متعدد بیان کئے گئے ہیں۔ ① ہمہ تن متوجہ ہونا۔ ② خوب کوشش اور جدوجہد کرنا۔ ③ عادت سے زائد عبادت میں کوشش کرنا۔ ④ پورے طور پر فارغ ہونا۔ ⑤ عورتوں کے تمام متعلقہ امور سے اجتناب اور علیحدگی اختیار کرنا۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۳۲۰)

حاصل کلام یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں کے مقابلہ میں رمضان المبارک میں زیادہ خصوصاً اخیر عشرہ میں زیادہ شدت اور مبالغہ اختیار کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان اور اخیر عشرہ میں زیادہ عبادت کرنا سنت ہے۔ علامہ نووی نے رمضان کے عشرہ اخیرہ میں عبادت کی زیادتی کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور راتوں کو عبادت سے آباد

رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (شرح مسلم صفحہ۳۷۲)

اور آپ سے ثابت ہے۔ بس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رمضان اور غیر رمضان میں ہمارے معمولات یکساں رہتے ہیں۔ یہ غلط اور سنت (گو ضروری نہیں) کے خلاف ہے۔ اسے فخریہ بیان کرنا نادانی اور جہالت کی بات ہے۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں اہل خانہ کو عبادت کی انتہائی تاکید فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ آخری عشرہ میں گھر والوں کو جگاتے ہر چھوٹے بڑے کو جو نماز (عبادت) کے لائق ہوتا۔ (طبرانی، کنز العمال جلد۹ صفحہ۶۲۱، مسند احمد جلد۱ صفحہ۱۳۲)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں عام دنوں کی طرح عبادت فرماتے اور جب اخیر عشرہ ہوتا تو خوب عبادت فرماتے۔ (ترمذی صفحہ۱۶۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ آپ کی اتباع میں اور دنوں سے زائد رمضان اور اخیر عشرہ میں زیادہ اہتمام اور کثرت سے عبادت تلاوت فرماتے۔ اس سے ان لوگوں کے قول اور عمل کی صراحۃً تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں ہم لوگ رمضان اور غیر رمضان میں برابر عبادت کرتے ہیں۔ حیرت ہے خود بھی اہتمام نہیں کرتے اور جو لوگ عبادت وتلاوت کا اہتمام اعتکاف کا التزام کرتے ہیں ان کو کہتے ہیں بس رمضان میں اس کے بعد یہ سب ختم۔ یہ جہالت اور ان جیسی احادیث سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہے۔ جب آپ ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے ماہ مبارک اور اخیر عشرہ میں زائد اور مبالغہ سے عبادت کی ہے تو اس طریق مسنون پر رد کیسا۔ طریق مسنون پر فقرہ کسنا اور رد کرنا کفر ہے۔ اللہ کی پناہ۔

آخیر عشرہ میں عورتوں سے علیحدگی اختیار فرمالیتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رمضان کا آخیر عشرہ ہوتا تو کمر کس لیتے عورتوں سے علیحدہ ہو جاتے۔ (بیہقی، کنز العمال جلد۹ صفحہ۶۳۱، ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب رمضان المبارک کا عشرہ اخیرہ داخل ہوتا تو رات بھر عبادت کرتے اور اپنے اہل کو بھی بیدار فرماتے اور ازار مضبوط باندھ لیتے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد صفحہ)

فائدہ: رمضان المبارک میں عبادت کے اہتمام کی وجہ سے ایسا کرتے باوجودیکہ یہ مشاغل آپ کے لئے عبادت میں حرج پیدا نہیں کرتے تھے۔ مگر پھر بھی آپ مبالغہ اور اہتمام اور بالکل فارغ البالی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ جس میں امت کو بھی اس بات کی تاکید ہے کہ وہ اور دنوں کی بہ نسبت رمضان میں عبادت وتلاوت کا زیادہ اہتمام کریں اور اپنے احباب اور متعلقین کو اس کی ترغیب دیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں

کہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عشرہ اخیرہ میں حرص یعنی مبالغہ اور اہتمام کے ساتھ راتوں کو عبادت سے معمور رکھے اہل خانہ اور اس کے متعلقات سے علیحدہ رہے۔ خود بھی عبادت کرے اور اہل خانہ سے بھی کرائے۔

(نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۲۷)

رمضان المبارک میں قرآن پاک کا شغف زیادہ ہوجاتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر سال حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ قرآن پاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش فرماتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دومرتبہ پیش کیا ہے۔

(بخاری صفحہ، مشکوٰۃ صفحہ، فتح الربانی جلد ا صفحہ ۲۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر شب میں آپ کے ساتھ قرآن پاک کا دور فرماتے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سال میں جس قدر قرآن پاک کا نزول ہوتا۔ رمضان پاک میں پورا نازل شدہ قرآن پاک حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو سناتے۔ پھر آپ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سناتے۔ بخاری کی روایت میں ہے فید ارسہ القرآن جس کا مطلب سننا اور سنانا ہے۔ جسے ہماری زبان میں دور کہا جاتا ہے۔ ہر سال تو ایک مرتبہ دور فرماتے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دومرتبہ دور فرمایا اور اس وجہ سے فرمایا تاکہ قرآن پاک پختہ ہوجائے اور رمضان المبارک میں قرآن پاک کا شغف زیادہ رہے اور بھی اس کے علاوہ دوسرے علمی مصالح تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حفاظ کرام جو مل کر دور کرتے ہیں سنت ہے اور یہ کہ رمضان المبارک میں چونکہ قرآن پاک نازل ہوا ہے رمضان کو قرآن سے قرآن کو رمضان سے بہت مناسبت ہے اس لئے رمضان میں تلاوت کا اہتمام زیادہ سے زیادہ ہو۔ دیگر اذکار وظائف کے مقابلہ میں تلاوت قرآن پاک کو افضلیت حاصل ہے۔ رمضان میں اس کا نور اور اس کی حلاوت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ دیگر زمانے کے اعتبار سے دل اور زبان اسے زیادہ قبول کرتی ہے۔ اس لئے تراویح کو ماہ رمضان کی راتوں میں مشروع کیا گیا۔

لہٰذا رمضان المبارک میں سب سے زیادہ اور کثرت سے تلاوت کا اہتمام رہنا چاہئے گھر میں عورتوں اور بچوں کو اس کی تاکید کرنی چاہئے کہ التزام کے ساتھ روزانہ اور رمضان میں تلاوت کا زائد اہتمام کیا کریں۔

افسوس کہ آج روزانہ تو دور کی بات رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی اس کا اہتمام نہیں ہوتا بسا اوقات شروع رمضان میں کچھ جوش کی وجہ سے قرآن پڑھ لیا جاتا ہے پھر چند دن کے بعد معاملہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے گویا اس کی اہمیت اور ضرورت ہی نہیں۔

روزہ کی نیت فجر سے قبل کرنا

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے جس نے فجر سے پہلے نیت نہیں کی (فرض روزہ کی) اس کا روزہ نہیں۔ (نسائی صفحہ ۳۲۰، سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۳، ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۳، دار قطنی صفحہ ۱۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے فجر سے قبل روزہ کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہ ہوگا۔ (دار قطنی صفحہ ۱۷۳، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۰۳)

خیال رہے کہ جو روزے متعین نہیں ہیں اس میں بندے کو اختیار ہے خواہ اس دن رکھے یا نہ رکھے ایسے روزوں کے متعلق یہ حکم ہے کہ اس کی نیت فجر سے قبل کی جائے جیسے رمضان کے قضاء روزے، نذر مطلق کے روزے اور کفارہ قسم وغیرہ کے روزے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

نفل روزے کا ارادہ نصف النہار سے قبل نہ کھانے کی صورت میں درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور فرماتے کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ جب میں کہتی نہیں تو آپ فرماتے میرا روزہ۔ (روزہ کا ارادہ کرلیا)۔
(مسلم صفحہ ۳۶۴، ابوداؤد صفحہ طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل خانہ کے پاس چاشت کے وقت آتے اور پوچھتے کچھ کھانا ہے۔ پس اہل خانہ کہہ دیتے کہ نہیں ہے تو فرماتے میرا روزہ ہے (میں نے روزہ رکھ لیا)۔ (طحاوی صفحہ ۳۲۶)

ام درداء کہتی ہیں کہ حضرت ابودرداء تشریف لاتے اور پوچھتے تمہارے پاس کھانا ہے پس اگر کہہ دیا جاتا نہیں تو فرماتے میرا روزہ ہے۔ (طحاوی صفحہ ۳۲۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نفل روزے میں اگر رات یا صبح صادق سے قبل نیت نہیں کی تھی اور نصف نہار شرعی (مثلاً چاشت کے وقت تک) کچھ نہیں کھایا اور روزے کا ارادہ کرلیا تو شرعاً جائز ہے۔
(اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۱۱۱)

امام طحاوی نے روایت مذکورہ سے اور وہ جو آپ نے عاشورہ کے دن اعلان کروایا تھا کہ جس نے نہیں کھایا ہے وہ روزہ رکھ لے اور نہ کھائے اس سے ثابت کیا ہے کہ نفل روزہ نصف نہار شرعی سے قبل ارادہ کر کے رکھا جا سکتا ہے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)

علامہ نووی نے حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شرح میں لکھا ہے کہ جمہور کا مسلک ہے کہ نفل روزہ نصف نہار سے قبل درست ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۶۴)

روزہ کی حالت میں کوئی کھانا یا پینے کی چیز پیش کرتا تو آپ کیا کرتے

نبی پاک ﷺ حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے انہوں نے کھجور اور گھی پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا گھی کو اپنے مشکیزہ میں لے جا کر رکھو اور کھجور اس کے برتن میں لے جا کر رکھو میں روزے سے ہوں۔ (بخاری صفحہ ۲۶۶، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۱)

پس گھر کے ایک کنارے میں نفل نماز پڑھ دی ام سلیم اور گھر والوں کے لئے دعا فرمادی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کو کھانے کے لئے بلایا جائے تو اگر وہ روزے سے ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ (مسلم صفحہ، مشکوٰۃ صفحہ)

حضرت عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کو کھانا یا پینا پیش کیا جائے اور تم روزے سے ہو تو کہہ دو میں روزے سے ہوں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۶۴)

آپ ﷺ سے مروی ہے کہ روزہ دار کو جب کوئی کھانے کے لئے بلائے تو اس کے لئے برکت کی دعا کردے۔ (اور کھا کر روزہ نہ توڑے)۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی نے کھانا بنایا آپ کی اور آپ کے اصحاب کی دعوت کی۔ کھانے کے موقع پر ایک صاحب الگ ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیوں؟ کہا میں روزے سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے بھائی نے اہتمام کیا کھانا بنایا پھر تم کہتے ہو میں روزہ دار ہوں کھاؤ اس کے بدلہ دوسرے دن روزہ رکھ لینا۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۳۱۰، دار قطنی صفحہ)

فائدہ: روزہ دار کو کوئی صاحب کھانے کے لئے بلائے تو ان سے عذر کردے کہ میرا روزہ ہے۔ روزہ نہ توڑے۔ اس کے حق میں دعا کردے، بیان کرنے میں شرمائے اور لحاظ نہ کرے کہ میں روزہ سے ہوں۔

اگر روزہ فرض ہے تب تو معذرت کردے اور دعا کردے۔ اور اگر نفل ہے تب بھی معذرت کردینا بہتر ہے، اور اس کے حق میں برکت کی دعا کردے۔ اور دعا کا سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے گھر میں نفل نماز پڑھ دے کہ نماز مستقل باعث برکت ہے۔

اگر کسی کا مہمان روزہ کی حالت میں ہوگیا اور میزبان کھانے پر اصرار کررہا ہے۔ اور روزہ نفلی ہے تو ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ وہ میزبان کے کہنے پر کھا سکتا ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۳۰۹)

اور اگر روزہ فرض یا واجب ہے تو توڑنا ناجائز ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۶۳)

خیال رہے کہ بعض روایتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنا روزہ بیان کرکے معذرت کردے اور دعا دے۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کھانے پر اور بلانے پر لبیک کہے۔ لہٰذا دونوں حدیث پاک کی

رعایت کرتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے اگر نہ کھانے پر مہمان کو تکلیف ہوتی ہو اور اس کا اصرار ہو اس نے کھانے کا اہتمام کیا ہو تو اس کی رعایت اور اکرام میں روزہ توڑ کر شریک ہو جائے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔ مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ مہمان کو تکلیف ہو تو روزہ توڑ دینا مستحب ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۰۹، شرح مسلم صفحہ ۳۶۳)

مزید اس میں ہے کہ روزہ کا چھپانا افضل ہے مگر کھانے کے لئے بلانے پر اظہار کر دینا بہتر ہے کہ میرا روزہ ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۰۹)

روزہ دار کے سامنے کھایا تو روزہ دار کو ثواب

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ کچھ لوگ اس وقت روزے سے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کے سامنے کھایا جائے۔ تو اس پر ملائکہ رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۳۱۳)

عبیداللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب کھایا جائے تو فرشتے اس پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۱۲، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۸۶)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ کھانا کھا رہے تھے آپ نے فرمایا کھانا ہے اے بلال۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں روزے سے ہوں اے اللہ کے رسول۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم لوگ اپنا رزق یہاں (دنیا میں) کھا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باقی رزق جنت میں ہے، سمجھا اے بلال، روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں جب تک ان کے سامنے کھایا جاتا ہے۔ فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب، مشکوٰۃ صفحہ)

فائدہ: روزہ دار کے سامنے کوئی شخص کھانا کھائے گا تو طبیعت انسانی کے اعتبار سے یہ بھوکا ہے۔ اسے کھانے کی ضرورت ہے اس کا نفس اس کھانے کی جانب مائل ہوگا۔ کھانے کے مزے اور لذت اور حظ سے اس کا دل متاثر ہوگا۔ مگر پھر بھی روزہ کی وجہ سے وہ صبر کر رہا ہے اور اللہ پاک کے حکم کے امتثال میں وہ رکا ہوا ہے۔ اس صبر کے بدلے اسے یہ مقام ملا کہ اس کی ہڈیاں تسبیح ادا کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ صبر عن الطعام کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی۔

بھول سے کھا پی لینے پر قضا کا حکم نہ فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا

اے اللہ کے رسول میں نے بھولے سے کھا پی لیا اور میرا روزہ تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ نے تم کو کھلایا پلایا۔

(نسائی، دارقطنی، حاکم، سنن کبریٰ صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے بھولے سے کھا پی لیا اور روزے سے ہو تو وہ اپنا روزہ پورا کرے اللہ پاک نے اسے کھلایا پلایا۔ (یعنی نہ توڑے اور نہ قضا کرے)۔

(ترمذی صفحہ، ابن ماجہ صفحہ، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بھولے سے جس کا روزہ رمضان میں ٹوٹ جائے تو اس پر نہ قضا ہے اور نہ کفارہ۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۲۶)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ بسا اوقات روزے میں بالکل خیال نہیں ہوتا غفلت اور بھوک سے کچھ کھا پی لیتا ہے۔ یا کچھ منہ میں ڈال لیتا ہے سوحتیٰ کہ اگر پورا کھانا بھی کھا لیا اور بالکل خیال نہ آیا اور جب کھا لیا تب خیال آیا۔ ان تمام صورتوں میں اس کا روزہ نہ ٹوٹا اور نہ اس پر قضا واجب ہے۔

ایسی صورت میں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ لاؤ روزہ تو ٹوٹ ہی گیا کھالیں سو یہ درست نہیں اس کا روزہ نہیں ٹوٹا اللہ پاک نے بھول اور نسیان سے ہونے والی باتوں کو معاف فرما دیا ہے۔ ہاں! اگر دوبارہ کھالے گا تو گناہ ہوگا قضا کرنی پڑے گی۔

نفل روزہ توڑنے پر قضا کا حکم فرماتے

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کھانا بنایا آپ ﷺ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی دعوت کی تو ایک آدمی نے کہا میں تو روزے سے ہوں تو آپ نے فرمایا تمہارے بھائی نے کھانا بنایا تمہاری دعوت کی روزہ توڑ دو۔ اس کی جگہ قضا رکھ لو۔ (مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ دونوں نفلی روزے سے تھیں ہمارے پاس ہدیۃً کھانا آیا تو ہم نے روزہ توڑ دیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو ہم نے آپ سے (واقعہ بیان کیا) اور پوچھا تو آپ نے فرمایا تم دونوں روزے کی قضا کرو۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۵۴، بزار صفحہ ۴۹۶، سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۰)

عروہ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو نفل روزہ رکھ کر توڑ دے اس کی قضا کرے۔ (طحاوی صفحہ ۳۵۴)

آپ نفل روزہ توڑتے تو قضا فرماتے

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان کے علاوہ میں روزہ رکھا میرا خیال

ہے کہ قے کی وضو کیا اور روزہ توڑ دیا۔ تو میں نے آپ کو یاد دلایا کہ آپ روزے سے نہیں تھے کیا۔ فرمایا ہاں مگر قے کی اور روزہ ٹوٹ گیا پھر میں نے دوسرے دن سنا، آپ فرمارہے تھے (روزہ رکھنے کی وجہ بتاتے ہوئے) کل ٹوٹے روزہ کی قضا ہے۔ (بزار، کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۴۹۷)

انس بن سیرین سے منقول ہے کہ انہوں نے عرفہ کے دن روزہ رکھا، سخت پیاس لگی تو روزہ توڑ دیا۔ تو متعدد صحابہ کرام سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حکم دیا کہ قضا کرو۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے بھی مروی ہے کہ وہ روزے کی قضا کا حکم دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۱)

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ جب آدمی سحری کھالے تو اس پر روزہ واجب ہے اگر توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اگر نفل روزہ کسی وجہ سے خواہ بلا عذر ہی نیت کر کے رکھنے کے بعد توڑ دیا تو اس کی قضاء احناف کے نزدیک لازم ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کی قضا رکھے۔

(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

اگر کسی کا فرض یا واجب روزہ رہ جائے اور انتقال کر جائے تو

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا کہ کوئی انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ رمضان کے مہینہ کا روزہ باقی رہ جائے تو آپ نے فرمایا ہر مسکین کو اس کے بدلے کھانا کھلائے۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اس شخص کے بارے میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وہ مر جائے اور اس پر رمضان کا روزہ رہ جائے اور وہ اس کی قضا نہ کر سکا۔ تو اس کی جانب سے ہر دن کے بدلے نصف صاع گیہوں کسی کو دے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۵۴)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے اور اس پر رمضان کی قضاء ہو تو اس کی جانب سے نصف صاع گیہوں (ہر روزہ کے بدلہ مسکین وفقیر کو) دیا جائے۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ایسا شخص جو مرض یا انتہائی بڑھاپے کے ضعف ونقاہت کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ وصیت کر جائے کہ اس کی جانب سے ہر روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں یا ایک مسکین کو دونوں وقت کھانا کھلا دیا جائے۔ (ہدایہ فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۵۷)

احناف کے نزدیک اس کے بدلہ روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی

ہے تو ایسی صورت میں ان کے وارثین کو فدیہ ادا کرنا لازم نہیں اگر وہ ادا کر دیں تو وارثین کا تبرع اور احسان ہے۔ نیز یہ کہ وصیت کر گیا ہے تو مال وراثت کی ایک تہائی میں سے یہ فدیہ ادا ہوگا۔ چونکہ تہائی سے زائد پر وارثوں کا حق وابستہ ہوگیا۔

روزہ اور نماز میں نیابت نہیں

حضرت امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی کسی کی جانب سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کسی کی جانب سے نماز پڑھ سکتا ہے تو انہوں نے جواب دیا نہ کسی کی جانب سے کوئی روزہ رکھ سکتا ہے اور کوئی کسی کی جانب سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (موطا امام مالک صفحہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۸)

رمضان المبارک کے چھوٹے ہوئے روزہ کی نیت قضا کب بہتر ہے

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے رمضان کا روزہ چھوٹ جاتا (سفر جہاد کی وجہ سے) تو آپ اس کی قضاء عشرہ ذی الحجہ میں ادا کرتے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۹۶)

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزہ کی قضاء عشرہ ذی الحجہ میں ادا کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ فرماتے۔ (سنن کبریٰ، کنز العمال صفحہ ۵۹۶، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۷۴)

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں رمضان المبارک کی قضا کے لئے عشرہ ذی الحجہ سے کوئی دن مجھے زیادہ پسند نہیں۔ (بیہقی، کنز العمال صفحہ ۵۹۷)

فَائِدَۃ: عشرہ ذی الحجہ کی بڑی فضیلت ہے۔ اس میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت شب قدر میں عبادت کرنے کی طرح ہے اس لئے رمضان کے روزوں کی ثواب کے اعتبار سے کچھ تلافی ہو جاتی ہے۔

خیال رہے کہ سفر جہاد میں چونکہ روزہ رکھنا بہتر نہیں ہے سفر جہاد کے موقعہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا روزہ چھوٹ جاتا تو آپ اسی عشرہ میں رکھنا پسند فرماتے تھے۔ اس عشرہ کی فضیلت کی وجہ سے ویسے بہتر تو یہ ہے کہ اگر رمضان کا روزہ کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے چھوٹ جائے تو عید کے بعد فوراً ادا کر دے۔ موقعہ، فرصت، مرض اور موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت ہے کہ کسی کے ذمہ رمضان کی قضا رہ جائے تو وہ عید کے دوسرے دن سے رکھنا شروع کرے جس نے عید کے دوسرے دن سے روزہ رکھا اس نے گویا رمضان میں روزہ رکھا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۵۹۷)

اس میں دراصل عورتوں کو تاکید ہے کہ حیض وغیرہ کی وجہ سے ان کے روزے رہ جائیں تو عید کے بعد سے ان کی قضا شروع کر دے کہ رمضان کے قریب ہونے کی وجہ سے یہ بھی گویا مثل رمضان کے ہے۔ تاخیر نہ کرے

بسا اوقات تاخیر کی وجہ سے ٹلتا رہتا ہے اور کسل وغفلت کی وجہ سے تاخیر ہوتی جاتی ہے بسا اوقات دوسرا رمضان آجاتا ہے اور ادا کی نوبت نہیں آتی اس لئے قضاء میں جلدی بہتر ہے۔

رمضان المبارک میں اور روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت کی تاکید فرماتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے جب تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو زبان سے خواہشات نفس اور جہالت کی باتیں نہ کرے۔ اور اگر کوئی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۴، ابن خزیمہ صفحہ ۲۴۰)

فَائِدَہ: شرح مسند میں ہے کہ فرض روزہ ہو تو زبان سے کہہ دے اور نفل روزہ ہو تو دل میں کہہ کر الگ ہو جائے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے لوگوں کے گوشت کو کھایا۔ غیبت کی اس نے روزہ ہی نہیں رکھا۔ یعنی روزہ کا ثواب ہی نہیں پایا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے روزہ صرف کھانے پینے سے بچنے کا نام نہیں ہے بلکہ جھوٹ بیکار اور لغو باتوں سے بچنے کا نام ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۴)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا روزہ کھانے پینے سے بچنے کا نام نہیں روزہ لغو اور واہیات امور سے بچنے کا نام ہے۔ (ابن خزیمہ، ابن حبان، ترغیب صفحہ ۱۴۸)

خدائے پاک کو ایسے روزے کی ضرورت نہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو جھوٹ نہ چھوڑے اور جھوٹے اعمال سے نہ بچے تو اللہ کو ایسوں کی کوئی پرواہ نہیں گو وہ روزہ رکھیں۔

(ترمذی صفحہ ۱۵۰، بخاری صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۳۳۲، نسائی، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ روزے کو نامناسب امور سے بچائے تاکہ روزے کا مقصد حاصل ہو تقویٰ اور انابت کے ساتھ یہ فریضہ ادا ہو۔

بہت سے روزہ داروں کو سوائے بھوک کے اور کچھ حاصل نہیں

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس طرح رات کو جاگنے والے بہت سے ایسے ہیں کہ ان کو بیداری کے علاوہ کچھ حاصل نہیں (ترغیب جلد ۲، صفحہ ۱۴۸، دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۷، ابن خزیمہ صفحہ ۲۴۲)

مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھے تو گناہوں اور نامناسب امور سے اور ان امور سے بچنے کا اہتمام کرے جو

روزے کے مقصد کے خلاف اور گناہ کا باعث ہیں۔ زبان، آنکھ، ہاتھ، پیر ان سے روزہ کا ثواب متاثر نہ ہو۔ یہ تو ایسا ہی ہوا ایک جانب محنت ومشقت سے مال حاصل کیا اور دوسری جانب اسے ضائع و برباد بھی کر دیا۔ ایک جانب مقوی اور عمدہ غذائیں کھائیں اور دوسری جانب کا شتک پی لیا۔ تو جتنا فائدہ اور نفع اس غذا سے حاصل نہ ہوا ہوگا اس سے زائد نقصان ضعف و نقاہت کا حاصل ہوگیا۔ اسی طرح عبادت کے ساتھ گناہ کے تلوث سے کہ عبادت کے ثواب سے زائد گناہ کا اثر ہوگیا۔ عموماً لوگ اس امر کو سمجھتے نہیں کچھ عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس سے زائد کہیں گناہ۔ دیکھئے کچھ لوگ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اور شور وشغب دنیاوی باتیں کرتے ہیں ثواب سے زائد گناہ کما کر جاتے ہیں۔

روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑے نہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک کہ اسے پھاڑ نہ دے۔

ایک روایت میں ہے کہ پوچھا گیا وہ کس سے پھٹ جاتا ہے فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح پھٹنے سے چیز برباد اور فاسد ہو جاتی ہے اس کا فائدہ اور نفع جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح سے روزہ میں جھوٹ اور غیبت اسی طرح اور دوسرے گناہوں سے نہ بچنے کی وجہ سے اس کا ثواب اور نفع برباد ہو جاتا ہے کہ روزہ کا مقصد ہی تقویٰ اور گناہوں سے بچنا ہے اور جب یہ مقصد ہی حاصل نہ ہوا تو روزہ بے فائدہ لاحاصل رہا۔

روزے کا مقصد گناہوں سے بچنا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے پینے سے بچنے کا نام روزہ نہیں ہے بلکہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔ (مسند طیالسی مرتب صفحہ ۱۸۸، الفتح صفحہ ۷۸)

فائدہ: روزہ کا مقصد ہی تقویٰ اور انابت الی اللہ حاصل کرنا ہے۔ اگر مقصد حاصل نہیں تو روزہ کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں۔ قرآن پاک نے بھی اس کا مقصد تقویٰ حاصل ہونا ذکر ہے۔

گرمی کی وجہ سے منہ خشک ہونے پر کلی کرنے کی اجازت

معمر نے بیان کیا کہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ منہ میں پانی لیتے تھے اور پھر کلی کر کے پھینک دیتے تھے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۶)

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ روزہ دار منہ میں پانی لے پھر اسے پھینک دے (یعنی منہ تر ہونے کے بعد اسے پھینک دے) فرمایا کوئی حرج نہیں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۱)

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ روزہ دار کو ٹھنڈک کے لئے کلی کرنا درست ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر منہ خشک ہو جائے اور گرمی کی وجہ سے منہ چپکنے لگے تو منہ میں پانی بھرنا اور کلی کرنا اور پھینک دینا درست اور اس کی اجازت ہے، ابراہیم نخعی اور عکرمہ نے کہا ماں کوئی چیز چبا کر بچے کے منہ میں دے تو یہ درست ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۴۹)

اسی طرح علامہ عینی نے بیان کیا چھوٹے بچوں کو کوئی چیز چبا کر دے اسی طرح کوئی چیز زبان پر رکھ کر چکھے اس کا اثر حلق تک نہ جائے اور چکھنے کی ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲)

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر والد وغیرہ نمک کی کمی بیشی پر بگڑیں تو صرف ذرا سا چکھ کر نمک معلوم کر لینا عورتوں کے لئے درست ہے بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، علامہ عینی نے محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ روزہ دار کو چکھنا کسی شئے کا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲)

روزہ کی حالت میں منہ اور ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط کرے

لقیط بن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو ہاں مگر روزے سے ہو۔ (تو مبالغہ نہ کرو)۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۶۱)

بسا اوقات کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے سے حلق کے نیچے اور ناک کے اوپر پانی آجاتا ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے روزہ کی حالت میں احتیاطاً منع کیا گیا ہے، ہاں اگر روزہ نہ ہو تو پھر مبالغہ کرنا بہتر ہے۔

روزہ کی حالت میں آپ سرمہ لگا لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں سرمہ لگا لیتے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابورافع سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے۔ (مجمع صفحہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ رمضان کے زمانہ میں اثمد سرمہ لگائے ہوئے حضرت حفصہ کے گھر سے نکلے۔ (مسند ابویعلیٰ، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۲۰)

فائدہ: رمضان یا غیر رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگانے میں شرعاً کوئی قباحت اور حرج نہیں اور نہ اس سے روزے میں کوئی کراہت آتی ہے اگر کراہت ہوتی تو آپ ﷺ کیسے لگاتے، کہ اللہ کے برگزیدہ بندے انبیاء مرسلین کا کوئی کام مکروہ نہیں ہوتا بلکہ مستحسن اور بہتر ہوا کرتا ہے۔

سخت گرمی کی وجہ سے سر پر ٹھنڈا پانی بہا لیتے تھے

مسند احمد و ابوداؤد میں ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ شدت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی روزہ کی حالت میں بہا رہے تھے۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق مروی ہے کہ وہ روزے کی حالت میں (شدت گرمی سے) کپڑا بھگوکر اپنے اوپر ڈال لیتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۴ صفحہ۴۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۷، سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ ۲۳، ابن ابی شیبہ جلد۴ صفحہ ۴۱)

ابن سیرین کہا کرتے تھے کہ کوئی حرج نہیں کہ روزہ کی حالت میں کپڑے کو بھگوکر اپنے سر پر ڈال لے۔
(ابن ابی شیبہ جلد۴ صفحہ۴۰)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مقام عوج میں تھے اور روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے۔ (ابن عبدالرزاق جلد۴ صفحہ ۲۰۶، عمدۃ القاری جلد۱۱ صفحہ۱۱)

ابن سیرین نے ذکر کیا کہ کپڑا ترکر کے سر پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، عثمان بن العاص اپنے سر پر پانی ڈالا کرتے تھے۔ ابوعثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دیکھا کہ کپڑے کو ترکر کے سر پر ڈال لیا کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد۱ صفحہ۱۱)

رمضان اور روزہ میں آپ مسواک فرماتے

عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو میں نے دیکھا کہ آپ مسواک فرما رہے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۴ صفحہ ۳۵)

ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔
فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ بکثرت دیکھا اور ہر وقت صبح و شام و دوپہر دیکھا کہ آپ مسواک کرتے ہیں۔
(ترمذی صفحہ ۱۵۴)

روزہ دار کے لئے مسواک اچھی چیز

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا روزہ دار کے لئے مسواک ایک اچھی عادت ہے۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مسواک اچھی اور محمود شیٔ ہے اس کا کرنا روزہ کی حالت میں بہتر ہے منہ کی بدبو اور چپچپاہٹ دور ہوتی ہے منہ میں نظافت پیدا ہوتی ہے۔

روزہ کی حالت میں ہر وقت مسواک کی اجازت

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عاصم ابن احول سے پوچھا، روزہ دار مسواک کرسکتا ہے انہوں نے کہا ہاں

پھر میں نے پوچھا تر شاخ سے یا خشک سے کہا ہر ایک سے، پھر پوچھا دن کے شروع میں یا اخیر میں کہا، دونوں وقت میں نے کہا آپ کس سے کہہ رہے ہیں، کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (دار قطنی صفحہ ۲۰۲، تلخیص الحبیر صفحہ ۷۹)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ دن کے شروع یا اخیر میں روزہ دار کو مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۳)

حسن بصری نے کہا آخری دن میں بھی مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں وہ تو نظافت ہے، شروع دن میں بھی کرو آخر دن میں بھی کرو حضرت ابن عمیر ظہر کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک کرتے ہوئے جاتے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲)

روزہ نہ رکھنے پر سخت وعید بیان فرماتے ساری زندگی روزہ رکھے تب بھی تلافی نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بلا رخصت کسی عذر و مرض کے (سستی و تغافل) سے روزہ نہیں رکھا اگر وہ زندگی بھر بھی روزہ رکھے گا تو اس کی تلافی نہ ہوگی۔ (اس کا نقصان پورا نہ ہوگا)۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲۶، ترمذی صفحہ ۱۵۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۰، بخاری صفحہ ۲۵۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلا کسی شرعی معقول عذر کے روزہ قضا کر دیا اور اگر بعد میں اسے ادا بھی کر دیا تب بھی رمضان کا ثواب نہیں پائے گا۔ حتیٰ کہ ساری زندگی بھی روزہ رکھتا رہے گا تب بھی ایک روزہ کے بھی تلافی نہ ہوگی کہ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا خصوصی ثواب نہیں پائے گا۔

روزہ چھوڑنا کفر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد اور اساس ۳ امور ہیں۔ اسی پر اسلام کی بنیاد قائم ہے جو ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے گا وہ کافر ہے اور حلال الدم ہے کلمہ توحید کی شہادت، فرض نماز، رمضان کا روزہ، ایک روایت میں ہے کہ جو ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دے گا کافر ہے اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: اللہ اللہ کتنی سخت وعید ہے کتنے لوگ ایسے ہیں جو بہانہ بنا کر روزہ نہیں رکھتے ہیں وہ اسلام سے عاری ہیں گویا کافر ہیں اس کے چھوڑنے پر کتنی سخت سزا پائیں گے۔ دنیا میں خدا کی ناراضگی کا یہ حال ہے کہ اس کی عبادت مقبول نہیں۔

حد درجہ بوڑھے ضعیف و کمزوروں کو روزہ کے بجائے فدیہ کی گنجائش

حضرت مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ **وعلی الذین یطیقونہ** کی تفسیر میں

فرماتے تھے کہ اس سے مراد وہ شیخ کبیر ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے مسکین کو نصف صاع گیہوں دیدے۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۲۷۱، ابن عبدالرزاق صفحہ۲۲۱)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ انتہائی بوڑھوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک دن روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ اس صورت میں ان پر قضا نہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۷۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جو بوڑھا ضعیف روزہ نہ رکھ سکے وہ ہر دن روزے کے بدلے نصف صاع گیہوں فقیر کو دے دیا کرے۔ (یا اس کی قیمت) (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۲۷۱)

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وفات سے پہلے روزہ رکھنے کے لائق نہیں تھے تو انہوں نے روزہ نہیں رکھا اور اس کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلایا۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۶۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں انتہائی بوڑھا شخص اور بوڑھی عورت جو روزہ نہیں رکھ سکتے ہوں وہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ یہی حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر وغیرہ دیگر صحابہ کرام کا قول ہے اور کسی سے بھی اس کی ممانعت منقول نہیں ہے لہٰذا یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۳۵۶)

فَائِدَہ: فدیہ کی گنجائش اور اجازت کمزور بوڑھوں کو ہے، اگر ایسا جوان یا ادھیڑ عمر کا ہے یا انتہائی بڑھاپا نہیں ہے مگر کسی مرض اور دوا کی ضروری ایسی ترتیب ہے کہ اس کے نہ کرنے اور کھانے سے ہلاکت کا خطرہ ہے تو وہ فدیہ نہیں دے گا۔ بلکہ صحت اور کچھ طاقت آنے کے بعد روزہ کی قضا کرے گا۔

خیال رہے کہ بوڑھے سے مراد ایسا بوڑھا ہے جو نہ اس وقت طاقت رکھتا ہو اور نہ آئندہ طاقت کی امید ہو اس کا ضعف اور اس کی کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی ہو تب وہ فدیہ دے سکتا ہے۔ یا ایسا بوڑھا نہیں روزہ رکھ سکتا ہے یا اس وقت تو کمزور ہے مگر بعد میں طاقت آ سکتی ہے۔ کسی مرض کی وجہ سے کمزوری آ گئی تو وہ بعد میں قضا رکھے گا۔ (فتح القدیر صفحہ۳۵۷)

اور اگر انتہائی کمزور بوڑھا ہے اب صحت و طاقت لوٹنے کی کوئی امید نہیں تو اسے فدیہ دینا درست ہے۔ اور اگر کوئی ایسا ضعیف کمزور ہے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا ہے تو وہ فدیہ نہیں دے گا بلکہ وہ جاڑے میں قضا رکھے گا۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۳۵۷)

آپ نے خوف اور ضرر کی وجہ سے حاملہ اور مرضعہ کو نہ رکھنے کی اجازت دی ہے

حضرت انس بن مالک الکعبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(ترمذی صفحہ۱۵۲، ابوداؤد صفحہ۳۲۷)

فَائِدَہ: ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں ہے کہ اگر حاملہ عورت روزہ رکھنے میں (کمزوری کے ضرر سے) اپنے اوپر یا اپنے بچے پر خوف اور نقصان کا یقین ہو تو ایسی صورت میں اس وقت روزہ نہ رکھے گی بعد میں قضا کرے گی۔

اسی طرح بچے کو دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھنے سے دودھ نہ ہونے اور خشک ہو جانے کے خوف سے بچے کے بھوکے ہونے پر نقصان اور ضرر سمجھتی ہو تو اس وقت روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بعد میں قضا کرے گی۔ بعض فقہاء نے بھی قید یہ لگائی ہے کہ شوہر غریب ہو عورت کے دودھ کے علاوہ خارجی دودھ باہر کا دودھ غربت کی وجہ سے نہ پلا سکتا ہو تو عورت رمضان کا روزہ اس وقت نہ رکھ کر قضا کر سکتی ہے۔ احناف کے یہاں فدیہ جائز نہیں بہر صورت قضاء ہی کرے گی۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۳۵۵)

عورتیں حیض و نفاس کی وجہ سے روزہ نہ رکھیں گی بعد میں قضا کریں گی

حضرت معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کیا مسئلہ ہے حائضہ روزہ کی قضاء کریں گی اور نماز کی قضاء نہ کریں گی اس پر حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا ایسا ہوتا تھا حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں تو آپ روزہ کی قضاء کا حکم دیتے تھے اور نماز کی قضاء کا حکم نہ دیتے تھے۔

فَائِدَہ: خیال رہے اگر عورت کو ماہواری آجائے، یا بچہ کی ولادت کے بعد نفاس کا خون جاری ہو جائے، تو عورت حیض کے ایام میں اور نفاس کے دنوں میں روزہ اور نماز ادا نہ کریں گی نماز تو بالکل ان دنوں کی معاف اور ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔ (فتح القدیر صفحہ۳۷۱)

البتہ روزے کی قضاء کرنی پڑے گی، نماز کی قضاء میں مشقت اور پریشانی ہے اس لئے معاف کر دی گئی بخلاف روزہ میں پریشانی نہیں اس لئے اس کو بعد میں پاکی کے دوران پورا کرنا ہوگا، خیال رہے کہ بیماری کا خون جسے استحاضہ کہتے ہیں، جو عادت کے ایام سے یا دس دنوں سے زائد ہو جائے ان دنوں میں روزہ اور نماز دونوں ادا کرنی ہوگی مزید اس قسم کے مسائل پیچیدہ ہوتے ہیں کسی اچھے عالم سے پوچھ کر عمل کیا جائے یا کسی معتبر کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

بچوں کو روزے کی عادت ڈلواتے

حضرت معوذ بن عفراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ ہم لوگ چھوٹے بچوں کو روزہ رکھواتے ہم لوگ مسجد جاتے تو ان کے لئے کھلونے کا انتظام کر دیتے جو اون سے بنا ہوا ہوتا۔ اگر وہ کھانے کے لئے روتے تب بھی ہم ان کو افطاری کے وقت کھانا دیتے۔ (مسلم صفحہ۳۶۰، بخاری صفحہ۲۶۳، عمدۃ القاری جلد۱۱ صفحہ۷۰)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بچے اگر کھانا مانگتے تو ہم ان کو کھلونا دیتے جس سے وہ کھانا بھول جاتے

یہاں تک کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا۔ (مسلم صفحہ ۳۶۰)

فائدہ: آپ ﷺ کے زمانہ میں نابالغ چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوایا جاتا تھا، علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے اسے مستحب سمجھا ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بچوں کو عادت ڈالنے کے لئے روزہ کا حکم دیا جائے گا۔

سات اور دس سال کے بچوں کو روزہ رکھنے کو کہا جائے گا تاکہ عادت ہو جیسے کہ نماز کے بارے میں۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۷۰)

چنانچہ امام بخاری نے صوم الصبیان باب قائم کر کے اس کی توضیح کی ہے کہ بچوں کو بھی روزے کی عادت ڈالنے کے لئے بلوغ سے قبل مشق کرائی جائے، اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ بچوں کو شروع سے عبادت کی برکت کے لئے عادت ڈالی جائے۔ (عمدہ صفحہ ۱۱)

خیال رہے بچوں کو شروع سے دین و عبادت کی تعلیم کی جائے گی اس کا مزاج بنایا جائے گا تو بعد میں چل کر ان کا یہ مزاج باقی رہے گا، اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ جن خاندان اور گھرانوں کے بچوں کا مزاج دین و عبادت پر بنایا جاتا ہے، شروع سے نماز روزے تلاوت کے عادی ہوتے ہیں بعد میں ان کی عادت بڑے ہو کر رنگ لاتی ہے اور بعد میں باوجود خلاف ماحول کے دین پر کچھ نہ کچھ باقی رہتے ہیں، اور جن خاندان اور گھرانوں میں بچے دینی اعتبار سے آزاد رہتے ہیں وہ بعد میں بڑے ہو کر بھی دین سے بیزار اور آزاد رہتے ہیں، پھر بڑی مشکل سے دینی مزاج بنتا ہے، اس لئے اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ اپنی نسلوں میں دین باقی رکھنے کے لئے شروع سے ہی بچوں کی تربیت عبادت پر کریں تاکہ بڑے ہو کر یہ دینی مزاج کے حامل ہوں۔

ناپاکی یا جنابت کی حالت میں صبح صادق ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں

حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی آپ غسل فرماتے روزہ رکھتے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۸۰، بخاری صفحہ ۲۵۸)

حضرت عقبہ بن عامر فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے پھر غسل فرماتے روزہ رکھتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آکر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں صبح ناپاک ہو گیا، اور روزہ کا ارادہ رکھتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی روزہ رکھتا ہوں اور صبح ناپاک ہو جاتا ہوں تو غسل کر لیتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جنابت کی حالت میں آپ کو صبح صادق ہو جاتی اور آپ روزے

سے ہوتے۔ (ابن خزیمہ جلد۴ صفحہ۲۴۹)

فَائِدَہ: علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ازواج مطہرات سے جنابت کی حالت میں ہوتے تو فجر، صبح صادق کے بعد غسل فرماتے۔ (زاد صفحہ)

مزید اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کی راتوں میں بیوی سے ملنے میں کوئی قباحت اور کراہت نہیں کہ آپ کا فعل ان امور سے پاک ہوتا ہے ہاں البتہ عشرا خیرہ میں حظ نفس کو قربان کرنا اور عبادت میں لگنا سنت ہے۔

احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

زید بن اسلم نے ایک صحابی رسول سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا احتلام سے روزہ نہیں فاسد ہوتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲۳، ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۲۳۵)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ۳ چیزوں سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا پچھنہ لگانے سے، قئے، اور احتلام سے۔ (ترمذی صفحہ ۱۵۲)

عطا بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ۳ چیزوں سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

احتلام، قئے، اور خون فاسد نکلوانے سے۔ (ابن خزیمہ جلد۴ صفحہ ۲۳۵)

فَائِدَہ: علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں جس نے روزہ کی حالت میں غسل واجب کو صبح صادق کے بعد تک مؤخر کیا خواہ قصداً یا نیند کی وجہ سے یا بھول کر اس کا روزہ بالکل صحیح رہا، کوئی کراہت نہیں۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۶)

ہاں البتہ اتنی تاخیر کی کہ نماز فجر کا وقت نکل گیا تو اس کا گناہ ہوگا کہ فرض نماز کا ادا کرنا وقت پر لازم ہے وقت سے مؤخر کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

افطار اور سحری کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل اور طریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈوبتے ہی افطار فرماتے

قطبہ بن قتادہ دوسی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی سورج ڈوبتا افطار فرماتے۔

(مرتب مسند احمد صفحہ، مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۷)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جاتی کہ سورج ڈوب گیا تو آپ افطاری فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور لے کر سورج ڈوبنے کا انتظار فرماتے رہتے اور جیسے ہی سورج ڈوبتا اسے منہ میں ڈال لیتے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۱۴)

سورج کو دیکھنے کے لئے بلندی پر ایک آدمی کو مقرر فرما دیتے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہوتے تو ایک آدمی کو کسی اونچی اور بلند زمین پر مقرر فرما دیتے۔ (جو سورج کے ڈوبنے پر نگاہ رکھتا) جب یہ کہہ دیتا کہ سورج ڈوب گیا تو آپ افطار کرتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۱۴)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ سے ہوتے تو کسی کو یہ حکم دیتے کہ وہ کسی اونچی جگہ چڑھ کر دیکھے جب وہ خبر دیتا کہ سورج غروب ہوگیا ہے تو افطار کرتے۔

(ابن خزیمہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۵)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ امور اس وقت تھے جب کہ جنتری کے ذریعہ حساب غروب وطلوع کا متیقن نہیں تھا تو کسی اونچی جگہ سے اس کا علم حاصل کیا جاتا تھا۔ آج یہ کام جنتری اور نظام الاوقات کے مرتبین نے کر لیا۔ لہٰذا معتبر جنتری اور نظام الاوقات پر اعتبار کر کے روزہ کھول لیا جائے۔

افطاری میں جلدی کی تاکید فرماتے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ ہماری امت بھلائی پر رہے گی جب تک وہ افطار میں جلدی کرے گی۔ (بخاری صفحہ ۲۶۳، ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: غروب اور وقت افطار کے بعد تاخیر کرنا منع ہے، ذرا ٹھہر جاؤ، ذرا رکے رہو، ۳/۴ منٹ رک جاؤ یہ سب احادیث اور سنت کے خلاف ہیں۔ جب غروب محقق اور متیقن ہو جائے تو پھر ٹھہرنا اور تاخیر کرنا منع ہے۔

افطاری سامنے ہوتی اور آپ غروب کے انتظار میں رہتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے تھے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ کھجور لئے ہوئے سورج ڈوبنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ بس جیسے ہی سورج ڈوبا آپ نے منہ مبارک میں ڈال دیا۔
(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۱۴)

حضرت رجاء کہتے ہیں میں رمضان المبارک میں افطاری کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا ان کے سامنے کھانے کی چیزیں (افطاری) رکھی گئیں۔ پھر انہوں نے انتظار کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ غروب شمس کا انتظار کرو۔ جب اطلاع ملی کہ سورج ڈوب گیا تو فرمایا افطار کرو چنانچہ ہم لوگوں نے نماز سے قبل افطار کر لیا۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ غروب شمس افطاری کے وقت سے پہلے افطار کا انتظام کرے اور افطاری کا سامان سامنے رکھ کر غروب شمس کا انتظار کرے اور بجائے ادھر اُدھر باتوں کے دعائیں کرتا رہے کہ افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ عموماً لوگ افطاری کے انتظام میں یہ دعا کا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ خصوصاً عورتوں کو ان امور کی اہمیت ہی نہیں، ان کو بھی تاکید کی جائے افطاری کے وقت سے کچھ پہلے اطمینان سے بیٹھ کر دعاؤں میں لگیں۔ اور افطاری کے انتظام سے ۵/ منٹ پہلے فارغ ہو جائیں۔

افطاری سامنے رکھ کر انتظار کی یہ حکمت ہے کہ اے اللہ یہ تیری بخشی ہوئی ساری مختلف قسم کی نعمتیں ہیں مگر چونکہ تیرا حکم نہیں ہے اس لئے استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ تیرے حکم کے انتظار میں ہیں جیسے ہی تیرا حکم ہوگا ہم اسے استعمال کرنے لگیں گے۔

افطاری مغرب کی نماز سے قبل سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) نہ پڑھتے جب تک کہ آپ افطار نہ فرما لیتے خواہ پانی کا ایک گھونٹ سہی۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۲۷۶، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۷، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۵۸، مسند ابی یعلی، ترمذی صفحہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب روزے سے ہوتے تو نماز اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک کہ تازہ کھجور اور پانی نہ لے آتے۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۵۹، سنن کبریٰ جلد۵ صفحہ۲۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب سے پہلے افطاری فرماتے تھے۔

(کنز العمال جلد۸ صفحہ۶۱۴، ابوداؤد صفحہ۳۲۱)

ابورجاء کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رمضان میں افطاری کے موقعہ پر تھا۔ افطاری کا کھانا لاکر رکھا جاتا۔ سورج پر نظر رکھتے اور افطار کا حکم دیتے۔ جب کہتے سورج ڈوب گیا فرماتے کھاؤ پھر فرماتے ہم لوگ نماز سے پہلے افطاری کرتے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۲۲۷)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ روزہ غروب شمس ہوتے ہی افطار کرلیا جائے اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی جائے۔ چونکہ افطار کی عجلت اور غروب ہوتے ہی بلا تاخیر کرنے کی تاکید فضیلت اور حکم ہے۔ پس معلوم ہوا کہ پہلے نماز پڑھنا پھر افطاری کرنا آپ کی عادت مسنونہ کے خلاف ہے اور غروب کے بعد افطاری میں تاخیر کرنا مکروہ وممنوع ہے۔ اسی وجہ سے نماز سے قبل افطاری کرنے پر محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ نماز سے پہلے افطار فرماتے تھے۔ (زاد جلد۱ صفحہ۳۳۳)

غروب ہوتے ہی افطار کی تاکید

ام حکیم بنت وداع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے افطار جلدی کرو اور سحری ذرا تاخیر سے کرو۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۵۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب رات (شام) آجائے دن چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کرے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۲۲۷)

مطلب یہ ہے کہ جیسے سورج غروب ہوجائے خواہ دیکھ کر یا مشاہدہ سے یا اس دور میں معتبر جنتری کے اعتبار سے تو فوراً روزہ کھول لے اور یہ نہ سوچے کہ ذرا اور وقت ہوجائے۔ ذرا تارا نظر آجائے کچھ لوگ چاند کی روشنی کے انتظار میں رہتے ہیں یہ سب امور جہالت کے امور ہیں۔ پس سورج غروب ہوا روزہ حلال ہوا اپنی جانب سے اضافہ کرنا منع ہے۔ یقین غروب کے بعد شبہ کرنا اور تاخیر کرنا خلاف شرع ہے۔

امت کی بھلائی افطار جلدی کرنے پر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے۔ (بخاری، مسلم، ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ۲۷۵)

دین کا غلبہ اس وقت تک جب تک افطاری میں جلدی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کہ یہود ونصاریٰ افطاری میں تاخیر کرتے ہیں۔

افطاری میں جلدی کرنا اللہ کو پسندیدہ اور محبوب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں میرے نزدیک محبوب بندہ وہ ہے جو افطاری میں جلدی کرنے والا ہو۔ (ترمذی، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: یہ حدیث قدسی ہے یعنی آپ کی زبان خدائے تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔ اس سے افطار کے جلدی کرنے کی تاکید اور اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں ذرا ٹھہرو ابھی تو غروب ہی ہوا ہے اتنی جلدی کیا ہے یہ غلط ہے تاروں کے طلوع کا انتظار کرنا افطاری میں ممنوع ہے۔ یہ اہل سنت والجماعۃ کے مسلک کے خلاف شیعہ کا مسلک ہے۔

تاروں کے طلوع کا انتظار کرنا افطاری میں ممنوع ہے

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک ہماری امت سنت پر قائم رہے گی جب تک کہ افطاری میں تاروں کے نکلنے کا انتظار نہ کرے گی۔

(ابن خزیمہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۵، ابن حبان، ترغیب صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: ان روایتوں میں افطاری کے جلدی کرنے کی تاکید وترغیب اور اس کے خلاف ذرا تاخیر پر مختلف قسم کی مذمت ہے۔

افطار میں جلدی کرنا اللہ کو پسند، خدا کے رسول کو پسند، امت کی بھلائی امت کا غلبہ وغیرہ احادیث میں مذکور ہے، اسی وجہ سے جلدی کرنا سنت اور تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ افطار میں جلدی کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ یقینی طور پر جب سورج کا غروب ہونا متحقق ہو جائے تو فوراً افطاری کرے اب کچھ اور انتظار کرنا مثلاً چاند میں روشنی آجائے، تاریکی کی ابتداء ہو جائے۔ یا ۲/۳ منٹ دفع شبہ کے لئے احتیاط کے نام سے ٹھہر جائے یا ذرا کوئی ایک تارہ نظر آجائے۔ وغیرہ اس بہانے ذرا بھی تاخیر نہ کرے۔ غروب متحقق ہو جانے کے بعد ذرا بھی تاخیر خلاف سنت ہے۔ البتہ شیعہ حضرات کے یہاں تاروں کے طلوع پر افطاری کا وقت ہوتا ہے۔

آپ تازہ کھجور سے افطار فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب تازہ کھجور ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجور سے افطار

فرماتے۔ اور اگر تازہ نہ ہوتا تو چھوہارے سے افطار فرماتے۔ (مجمع، سبل الہدیٰ صفحہ ۳۰۵)

حضرت انس رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ چند تازہ کھجور سے نماز سے قبل افطاری فرماتے۔

(ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۶۴)

آپ خشک چھوہارے سے بھی افطار فرماتے

حضرت انس رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ اگر رطب "تازہ کھجور" نہ ہوتا تو آپ ﷺ خشک کھجور چھوہارے سے افطار فرماتے۔ اگر یہ بھی نہ ہوتا تو چند گھونٹ پانی سے افطار فرماتے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

فَائِدَہ: علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ تازہ کھجور سے افطار فرماتے۔ یہ نہ ملتا تو چھوہارے سے یہ بھی نہ میسر ہوتا تو پانی کے چند گھونٹ سے۔ (زادالمعاد)

آپ دودھ سے بھی افطاری کرتے

حضرت انس رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب روزہ سے ہوتے تو دودھ سے روزہ کھولتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۹)

فَائِدَہ: دودھ چونکہ غذا اور مشروبات دونوں کا کام کرتا ہے اور اطیب الغذا ہے اس لئے اس سے بھی افطار کرنا بہتر ہے۔

آپ کھجور یا چھوہاروں کے طاق عدد سے افطار کرتے

حضرت جابر رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز سے قبل افطار فرماتے۔ آپ کھجور کے موسم میں تازہ کھجور سے افطار کرتے۔ اگر تازہ کھجور کا زمانہ نہ ہوتا تو خشک چھوہارے سے افطار فرماتے۔ اور ان کھجوروں کی تعداد طاق عدد میں ۳/۵/۷ عدد لیتے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ کی عادت تازہ کھجور سے افطار کرنے کی تھی اگر تازہ نہ ملتا تو خشک سے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۱۶)

اگر یہ بھی میسر نہ ہوتا تو پانی کے چند گھونٹ سے۔

کھجور یا چھوہارا نہ ہو تو خالص پانی سے افطار مسنون ہے

حضرت سلمان ابن عامر رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے کہ یہ برکت ہے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے کہ یہ پاک ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ترغیب صفحہ ۱۴۲)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز سے پہلے کھجور سے ورنہ چھوہارے سے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو پانی کے چند گھونٹ سے افطار فرماتے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترغیب جلد۲ صفحہ۱۴۲)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کھجور پاؤ تو اسی سے افطار کرلو اگر نہ پاؤ تو پانی سے افطار کرلو کہ یہ پاک نظیف ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ۲۷۸)

آپ آگ سے پکی چیزوں سے افطار شروع نہ فرماتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھجور سے افطار فرماتے یا پھر ایسی چیز سے جو آگ سے پکی نہ ہو۔ (مثلاً پانی دودھ چھوہارہ)۔ (مسند ابی یعلی، مجمع صفحہ۱۵۸، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ۴۱۵، ترغیب صفحہ۱۴۲۰)

فَائِدَہ: پکی چیز سے افطار کرنا گو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے آپ کھجور دودھ پانی سے افطار کا آغاز کرتے۔

ارباب تحقیق نے بیان کیا کہ خصوصاً گرمی کے زمانہ میں نہ کھانے اور پینے کی وجہ سے معدہ اور جگر میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے خصوصاً جگر میں اس لئے بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے پانی کے چند گھونٹوں سے جگر اور معدہ کو تر کرلیا جائے تب پیٹ میں کوئی غذا ڈالی جائے۔

سورج ڈوبنے سے قبل اگر دھوکے سے افطار کرلیا تو

حضرت حنظلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں رمضان کے موقعہ پر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تھا۔ انہوں نے بھی اور لوگوں نے بھی (کہ سورج ڈوب گیا) افطار کرلیا۔ پھر موذن جب اذان دینے کے لئے اوپر چڑھا تو کہا سورج نہیں ڈوبا ہے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا جس نے افطار کرلیا وہ اس دن کی قضاء رکھے۔

(کنزالعمال جلد۸ صفحہ۶۰۰، سنن کبریٰ صفحہ۲۱۷)

حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں کہ ہم نے نبی پاک کے زمانہ میں بدلی کے دن روزہ افطار کرلیا پھر سورج نکل آیا (اس حدیث کے راوی) حشام کہتے ہیں کہ پھر قضا کا حکم دیا گیا۔

(دارقطنی جلد۲ صفحہ۲۱۴، سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۲۱۷، ابوداؤد صفحہ۳۲۲، بخاری صفحہ۲۶۳)

مجاہد نے کہا کہ رمضان میں افطاری کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا ہے تو اس دن کے روزے کی قضا لازم ہوگی۔ (ابن عبدالرزاق جلد۴ صفحہ۱۷۷)

اگر بھولے سے کھالے پی لے تو معاف ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میں

روزے سے تھا بھول کر کھا پی لیا آپ نے فرمایا چلو اللہ نے کھلایا پلا دیا روزہ پورا کرلو۔ (قضایا توڑنے کی ضرورت نہیں) (ابوداؤد صفحہ ۳۲۶، سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۲۹، کنز العمال جلد۸ صفحہ ۶۰۲، دار قطنی جلد۲ صفحہ ۱۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھول کر کھالے پی لے تو روزہ پورا کرلے۔ کہ اسے اللہ پاک نے کھلایا پلایا۔ (بخاری صفحہ ۲۵۹)

ابن جریج نے حضرت عطاء سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی بھولے سے کھا پی لے تو وہ روزہ پورا کرے۔ قضا کی ضرورت نہیں کہ اللہ پاک نے اسے کھلایا پلایا۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۳)

افطاری کے موقعہ پر آپ کیا دعائیں فرماتے

❶ معاذ بن زہرہ کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے "اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت"

ترجمہ: "اے اللہ میں نے آپ ہی کے لئے روزہ رکھا اور آپ ہی کے رزق پر افطار کر رہا ہوں۔"

(ابوداؤد، ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۱۰۰)

❷ طبرانی کی ایک حدیث میں اس کے بعد فتقبل انك انت السمیع العلیم بھی ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۴۱۶)

❸ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔ باسم اللّٰہ اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت۔ (مجمع الزوائد)

❹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا فرماتے اللھم لك صمنا وعلی رزقك افطرنا فتقبله منا انك انت السمیع العلیم۔

(مجمع صفحہ ۱۵۶، ابن سنی صفحہ ۴۳۰)

اے اللہ ہم نے روزہ آپ ہی کے لئے رکھا آپ ہی کے رزق پر افطار کیا بس اسے ہماری جانب سے قبول کیجئے آپ سننے والے جاننے والے ہیں۔

❺ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔ ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء اللّٰہ پیاس چلی گئی رگیں تر ہوگئیں ثواب ثابت ہوگیا انشاء اللہ۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲۱)

❻ حضرت معاذ بن زہرہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا فرماتے۔ الحمد للّٰہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت۔ (ابن سنی صفحہ ۴۲۹، اذکار نووی صفحہ ۱۶۲)

تعریف اللہ کی کہ اس نے اعانت کی تو روزہ رکھا رزق عطا کیا تو افطار کیا۔

❼ حضرت ابن ابی ملیکہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بوقت افطار یہ دعا نقل کی ہے۔
اللهم انی اسئلك برحمتك اللتی وسعت کل شیء ان تغفر لی۔ اے اللہ میں آپ سے اس رحمت کا سوال کرتا ہوں جو ہر شئے پر وسیع ہے یہ کہ میری مغفرت فرما دیجئے۔

(ابن سنی صفحہ ۴۳۲، اذکار صفحہ ۱۶۲، حصن صفحہ ۲۴۶)

❽ اگر کسی دوسرے کے یہاں افطار کرے تو یہ دعا پڑھے۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کے یہاں افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔ **افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکة۔**

(ابن سنی صفحہ ۴۳۳، الدعاء المسنون صفحہ ۲۹۰)

روزہ رکھنے والے آپ کے یہاں افطاری کریں نیک لوگ کھانا کھائیں فرشتے دعا رحمت کریں۔

کیا موجودہ دور کی افطاری خلافِ سنت اور روزے کے مقاصد کے خلاف ہے

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے پیٹ بھر کھانے سے زیادہ کوئی برتن (پیٹ) برا نہیں کہ اسے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو طاقت دے اگر بہت ہی ضروری ہو تو پھر پیٹ کے ۳ر حصے کرے، ایک کھانے کے لئے ایک پانی کے لئے ایک سانس کے لئے (یعنی جتنے میں پیٹ بھرتا ہے اس کا ایک تہائی کھائے)۔ (ترغیب صفحہ ۱۳۶، ترمذی، احمد، حاکم، ابن ماجہ، اتحاف السادہ صفحہ ۲۱۸)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ثرید کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور میں ڈکار لینے لگا آپ نے فرمایا اس ڈکار سے (جو خوب پیٹ بھر کھانے سے) بچو، بیشتر وہ لوگ جو دنیا میں پیٹ بھر کر اور آسودہ ہو کر کھانے والے ہیں قیامت کے دن بیشتر بھوک (کے عذاب) میں ہوں گے۔

(حاکم، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۳۷)

ایک روایت میں ہے کہ وہ طویل بھوک کی سزاء میں ہوں گے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا صبح کھاتے تو شام میں نہیں کھاتے، شام میں کھاتے تو صبح نہیں کھاتے۔ (ترغیب صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: خیال رہے کہ موجودہ دور میں جو افطاری کا رواج ہے کہ مختلف انواع اقسام کے پھل فروٹ اور کھانے پینے کی چیزیں ہوتی ہیں اور خوب پیٹ بھر کر افطاری ہوتی ہے۔ اور دن بھر کے بھوک اور نہ کھانے کی کسر افطاری میں نکال لی جاتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت مذمت اور اس پر سخت تنقید کی ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ افطاری کے موقع پر انواع و اقسام کے کھانوں کا اور مشروبات کا

اس قدر انتظام ہوتا ہے کہ کھاتے کھاتے جی بھر جاتا ہے۔ دستر خوان پر کافی مقدار میں سامان بچ جاتا ہے خوب کس کر دن بھر کی کسر پوری کر لی جاتی ہے بسا اوقات پیٹ بھاری ہو جاتا ہے۔ نماز میں تعب ہوتا ہے نوافل تو دور فرض سنت کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ روزے کے مقصد کے بالکل خلاف ہے اور اس سے روزہ کا فائدہ روحانی مرتب نہیں ہوتا۔ امام غزالی روزے کے پانچویں آداب کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"الخامس ان لا یکثر من الطعام الحلال وقت الافطار بحیث یمتلی جوفہ"

(شرح احیاء جلد۴ صفحہ۲۱۸)

یعنی پانچواں ادب روزے کا یہ ہے کہ افطاری کے وقت حلال روزی سے بھی کھانوں کی کثرت نہ کرے اور پیٹ نہ بھرے۔

آج کل جو ماہ رمضان میں کھانے کی ترتیب ہے اسے دیکھا جائے تو اور دنوں کی نسبت اس میں زیادتی ہی ہے کمی نہیں عمدگی اور بہترائی الگ، دن کے کھانے کی کسر تو سحری میں نکال لی جاتی ہے اور دنوں میں نمکین اور میٹھے کا اہتمام نہیں مگر سحری میں اس کا اہتمام ہوتا ہے۔ ناشتہ جو اور دنوں میں ہلکا ہوتا ہے اور مختلف انواع واقسام کے نہیں ہوتے ہیں اس کے بدلے افطار میں دیکھئے کتنا اہتمام ہوتا ہے کہ کھاتے کھاتے مسبوق ہو جاتے ہیں یا جماعت جاتی رہتی ہے۔ تو ناشتہ کی مع زیادتی کے کسر نکال لی گئی افطاری میں۔ رات کا کھانا تو علی حالہ رہا، مزید تراویح کے بعد بھی کھانے کا کچھ اہتمام ہوتا ہے تو اب بتایئے کہ اور دنوں کے مقابلے میں رمضان میں کھانے کی لذتوں کا زیادہ اہتمام ہوا کہ نہیں جو روزے کے روحانی مقصد کے خلاف ہے۔ اسی پیٹ بھرے اور بھاری ہونے کی وجہ سے نماز اور تراویح میں کسل پیدا ہوتا ہے بجائے عبادت کے اِدھر اُدھر پاخانے پیشاب خانہ میں وقت گزرتا ہے۔ عبادت تلاوت میں کسل وسستی پیدا ہوتی ہے اسی وجہ سے امام غزالی نے اس پر نکیر فرمائی ہے اور اس پر متنبہ کیا ہے۔ موجودہ دور میں افطار پارٹی جو ایک جشن کی طرح کی جاتی ہے غیر شریک ہوتے ہیں یا غیر کی جانب سے ہوتی ہے خلاف شرع ہے۔

آپ ﷺ سحری کھا کر روزہ رکھتے

زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز فجر کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا اذان اور سحری کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔ کہا ۵۰ آیات کی مقدار۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۵۷)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سحری کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا سحری برکت ہے اللہ پاک نے تمہیں (امت کو سہولت کے پیش نظر) نوازا ہے۔

اسے مت چھوڑ۔ (مسند احمد صفحہ ۳۷۰، نسائی)

سحری کو آپ برکتی کھانا فرماتے

عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک شخص کو سحری کھانے کے لئے بلاتے ہوئے فرمایا آؤ برکتی کھانے کی طرف۔ (ابن خزیمہ، ابوداؤد صفحہ ۳۲۰، کنز العمال صفحہ ۶۲۹، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۳۶)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سحری کے لئے بلاتے ہوئے کہا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے مبارک کھانا کہا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۶۳۸)

سحری کھانے والوں پر خدائے پاک اور حضرات ملائکہ کی دعا

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا سحری کل کا کل برکت ہے اسے نہ چھوڑو خواہ پانی کا ایک گھونٹ سہی اللہ پاک اور اس کے ملائکہ سحری کھانے والوں پر برکت کی دعا کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

ایک روایت میں ہے کہ سحری کھانے والوں پر آپ نے دعاء رحمت فرمائی۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

سحری ذرا تاخیر سے کھانا بہتر ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا نبوت کے سترہویں خیر (امور برکت) میں سے یہ ہے کہ سحری میں تاخیر کرے اور افطار میں جلدی کرے۔ (کنز جلد ۸ صفحہ ۶۲۹)

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا سحری آخری شب میں کھایا کرو یہ مبارک کھانا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۲۴، مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ افطار میں ذرا جلدی اور سحری میں تاخیر (آخری شب کے قریب کھایا) کریں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۳۸)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں سحری تاخیر سے آخر وقت میں کھانا سنت ہے۔

سحری کا وقت کب ختم ہوتا ہے

حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم کو حضرت بلال کی اذان سحری سے نہ روکے اور نہ صبح (کی وہ روشنی جو آسمان میں) لمبائی کی جانب ہوتی ہے بلکہ وہ روشنی جو آسمان میں چوڑائی کی جانب ہوتی ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۵۰، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۷)

ابوموسیٰ نے کہا فجر وہ نہیں ہے جو لمبائی کی صورت میں ہوتی ہے بلکہ وہ ہے جو چوڑائی کی صورت میں ہوتی

ہے عامر اور عطا رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا فجر وہ ہے جو چوڑائی میں ہو جس کے بعد لالی ہوتی ہے۔ (ابن ابی شیبہ ایضا)

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر عمل ہے کہ روزہ رکھنے والے کو کھانا پینا اس وقت تک حرام نہیں ہوتا جب تک کہ وہ فجر جو چوڑائی میں آسمان کی جانب پھیلی ہوئی نمودار نہ ہو جائے جس کے بعد سرخی ظاہر ہونے لگتی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۵۰)

جب صبح صادق کی ابتداء ہو جائے تو سحری کا وقت ختم اور روزہ کی ابتدا ہو جاتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو حالتیں ہیں پہلی فجر نہ اس سے کھانا حرام ہوتا ہے اور نہ نماز جائز ہوتی ہے اور دوسری فجر (جسے فجر صادق کہتے ہیں) اس سے کھانا ممنوع اور نماز جائز ہو جاتی ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۱۰، سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: فجر دو ہیں ایک فجر کاذب ایک فجر صادق روزہ کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے۔ اس وقت سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یہ آسمان کی چوڑائی سے شروع ہو کر بڑھتا رہتا ہے اسی کے بڑھنے سے اسفار ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے صبح صادق وہ نہیں ہے جو لمبائی سے نمودار ہو بلکہ وہ ہے جو آسمان کی چوڑائی میں ہوتا ہے۔ (جس کے بعد آہستہ آہستہ اسفار شروع ہو جاتا ہے)۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۱۰)

فائدہ: ابن ہمام لکھتے ہیں کہ فجر سے مراد وہ فجر ہے جو افق آسمان میں چوڑائی میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۲۶)

اسے ہی صبح صادق کہا جاتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد آہستہ آہستہ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی بڑھنے لگ جاتی ہے اور افق پر سفیدی کے بعد طلوع شمس کی علامت سرخی شروع ہو جاتی ہے۔ ابراہیم نخعی نے بیان کیا فجر کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ فجر ہے جس کی روشنی لمبائی میں رہتی ہے اس سے نہ فجر کی نماز جائز ہوتی ہے اور نہ سحری ممنوع ہوتی ہے دوسرا وہ فجر ہے جو چوڑائی میں ہے (جس کے بعد لالی آتی ہے) اس سے نماز جائز ہوتی ہے اور سحری ممنوع۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۷)

سحری اور روزہ دار کے کھانے کا حساب نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ کھانے جو کھائے جائیں ان کا حساب نہیں اگر اللہ پاک نے چاہا اگر وہ حلال ہوں، روزہ دار کے کھانے پر، سحری کھانے پر، راہ خدا میں سرحد کی حفاظت کرنے والے کے کھانے پر۔ (بزار کشف الاستار جلد ا صفحہ ۴۶۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ یہ کھانا چونکہ عبادت کے لئے ہے اور اتباع سنت کی وجہ سے کھایا جا رہا ہے اس وجہ سے عام حساب سے جو نعمتوں کے بارے میں کیا جائے گا جس کا ذکر قرآن پاک کی آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ میں ہے کہ تم سے تمام نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا جس کے تحت آپ ﷺ نے فرمایا روٹی اور ٹھنڈے پانی کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا اسی طرح سحری اور سرحدی مجاہد کے کھانے پر سوال نہ ہوگا۔

سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کیا کیا کھایا اور اس کا کیا حق ادا کیا وغیرہ ذلک۔ اسی طرح بعض حدیث میں ہے کہ مہمان کے کھانے پر جو میزبان کھلائے اس کا بھی حساب نہ ہوگا۔

آپ سحری آخری وقت کے قریب کھاتے اور یہی سنت ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا روزہ رکھوں گا لاؤ کچھ کھلاؤ، چنانچہ کھجور اور ایک برتن میں پانی لے کر حاضر ہوا اور حضرت بلال (سحری کی) اذان دے چکے تھے۔ آپ نے فرمایا دیکھو کوئی آدمی ہے جو میرے ساتھ کھائے تو میں نے زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا لیا۔ وہ آگئے تو انہوں نے کہا میرا روزے کا ارادہ ہے میں ستو کے چند گھونٹ پی چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا بھی روزہ کا ارادہ ہے چنانچہ انہوں نے آپ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر کھڑے ہوئے دو رکعت (تہجد کی نماز) پڑھی پھر نماز کے لئے گئے۔ (نسائی، سبل الہدیٰ صفحہ ۴۱۷)

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر میں سحری کرتا پھر اس کے بعد جلدی کرتا (مسجد نبوی جانے کے لئے) تاکہ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤں۔ (بخاری، سبل الہدیٰ صفحہ ۴۱۸)

حضرت عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ سحری کھاتے پھر نماز پڑھنے کے لئے جاتے۔ (مجمع الزوائد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۱۸)

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہم سحری کھاتے پھر نماز کے لئے جاتے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا نماز اور سحری کے درمیان کتنا فاصلہ ہوتا ہے کہا اتنا جتنے میں ۵۰ آیتیں قریب پڑھ لے۔ (بخاری صفحہ ۴۱۷، ترمذی، نسائی)

حضرت سالم حذیفہ کے غلام ذکر کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ماہ رمضان میں چھت پر تھے اور وہ نماز (تہجد) پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آکر کہا اے خلیفہ رسول کیا سحری نہیں کھائیں گے۔ تو انہوں نے اشارہ کیا (رکو)۔ دو مرتبہ ایسا ہی کہا پھر تیسری مرتبہ کہا لاؤ سحری چنانچہ کھایا پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر مسجد میں داخل ہوئے تو تکبیر کہی گئی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر فرماتے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء امت نے سحری کو تاخیر سے کھانا مستحب قرار دیا ہے۔ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ سحری میں تاخیر مستحب ہے۔ (صفحہ ۳۷۲)

اور تاخیر سے مراد رات کا چھٹا آخری حصہ ہے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

آپ سحری کھانے کی تاکید فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ اس میں برکت ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۳۶)

ابوالولید جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں کہتے ہیں کہ سحری کیا کرو خواہ ایک گھونٹ پانی سہی۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن کے روزے پر سحری سے مدد سہولت حاصل کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۱۴، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے روزے کے درمیان سحری کا فرق ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے روزوں کے درمیان سحری کا فرق ہے۔

(مسلم، ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۵، ابوداؤد صفحہ ۳۲۰، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۳۶، ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۲۹)

سحری کھانا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری جماعت انبیاء کو حکم دیا گیا ہے افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں تاخیر (ذرا دیر) کیا کریں۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸، مجمع الزوائد)

حضرت مجاہد کہتے ہیں سحری تاخیر سے کھانا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائل میں سے ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۱۱)

فتح القدیر میں ہے کہ ۳/ امور انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہیں۔

1. افطاری میں جلدی۔
2. سحری میں تاخیر۔

۳ مسواک۔ (جلد۲ صفحہ۴۷۳)

سحری میں کسی میٹھی چیز کا استعمال بہتر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ترین سحری کھجور ہے۔

(سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۳۷، مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے مؤمن کے لئے بہترین سحری کھجور ہے۔ (ترغیب جلد۴ صفحہ ۱۳۹)

فَائِدَة: پس معلوم ہوا کہ کسی میٹھی چیز کا تھوڑا ہی ہونا اولیٰ ہے چنانچہ صالحین کا معمول بھی ہے۔

شب قدر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ شب قدر کو تلاش فرماتے اور حاصل کرنے کا حکم دیتے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے شب قدر دکھادی گئی تھی (کہ کس رات میں ہے) پھر بھلادی گئی، سواسے آخر کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری صفحہ ۲۷۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری صفحہ ۲۷۰، ترمذی صفحہ ۱۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے، اور فرماتے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں تلاش کرو۔ (بخاری صفحہ ۲۷۱، سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات مجھے (خواب میں) دکھادی گئی تھی، پھر بھلادی گئی، (میں نے خواب میں دیکھا) شب قدر کی صبح میں بارش کی وجہ سے بھیگی زمین میں سجدہ کر رہا ہوں سواسے عشرہ اخیرہ کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔ (بخاری صفحہ ۲۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی، پھر مجھے گھر والوں نے جگادیا، تو میں اسے بھول گیا پس اسے اخیر عشرہ میں تلاش کرو۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۸، ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے، آپ اسی شب قدر کے اہتمام کی وجہ سے اعتکاف فرماتے، بستر اور بیویوں سے الگ رہ کر عبادت میں مشغول رہتے۔

اور ازواج مطہرات کو بھی عشرہ اخیرہ میں جگاتے جاگنے کی تاکید فرماتے، اصحاب کو بھی شب قدر کی عبادت کی ترغیب دیتے اور اس کی تلاش وجستجو کا حکم فرماتے، اور اس کی اہمیت سے آگاہ فرماتے۔ امام ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق منقول ہے کہ وہ ۲۱/ ۲۳/ ۲۵/ ۲۷/ ۲۹ اور رمضان المبارک کی آخری رات میں ہوتی ہے، اسی وجہ سے امام بخاری نے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے پر

باب قائم کیا ہے۔

ان راتوں میں شب قدر کا احتمال ذکر فرماتے اور عبادت کا حکم فرماتے

حضرت ابن مسعود کی ایک روایت میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اسے ۱۷/۲۱/۲۳ر کی رات میں تلاش کرو۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۳۱۰)

حضرت عبداللہ بن انیس نے نبی پاک ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ۲۳ر کی رات میں تلاش کرو۔ (طحاوی صفحہ ۵۱)

ابن انیس کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے میرے والد نے جب میں چھوٹا سا تھا شب قدر کے متعلق معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ۲۳ر کی شب میں ہے۔ (طحاوی صفحہ ۵۱)

چنانچہ اس کے راوی انیس کے لڑکے کہتے ہیں کہ (اس کے بعد) میرے والد عصر کی نماز پڑھ کر (مغرب سے قبل) مسجد میں داخل ہوتے پھر اس وقت تک نہ نکلتے جب تک کہ صبح نہ ہو جاتی، پھر نکلتے اور ان کی سواری کا جانور مسجد کے دروازے پر رہتا پھر سوار ہو کر اپنے گھر تشریف لاتے۔ (ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۳۲۵)

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ۲۹/۲۷/۲۵رویں شب میں تلاش کرو۔ (طحاوی صفحہ ۵۲، ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۳۳۴)

امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ اکثر و بیشتر روایتوں میں ہے کہ وہ اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شب قدر ۲۷ر یا ۲۹ر کی رات میں ہے، فرشتے اس شب میں سنگریزے سے بھی زائد تعداد میں زمین پر اترتے ہیں۔ (ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۳۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ۲۷ر کی رات میں تلاش کرو۔ (طحاوی صفحہ ۵۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ۲۷ر کی رات میں عبادت کریں۔ حضرت معاویہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا شب قدر ۲۷ر کی رات میں ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۲، طحاوی صفحہ ۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا میں بوڑھا اور بیمار شخص ہوں میرے لئے راتوں میں جاگنا بہت مشکل ہے، مجھے کوئی رات بتا دیجئے شاید شب قدر کی توفیق مل جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم پر ۲۷رویں رات لازم ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۳)

امام ترمذی نے سنن میں بیان کیا کہ حضرت ابن قیم کہا کرتے تھے کہ وہ ۲۷ر کی رات ہے اسی طرح امام شافعی کے قول کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ روایتوں میں قوی روایات ۲۱ر کی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۶۴)

شب قدر کے پائے جانے کی علامتیں

حضرت ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ اس رات کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں کرنیں اور شعائیں نہیں ہوتیں۔ (مثل چاند کے مثل ہوتا ہے)۔ (مسلم، عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۴)

عبادت بن صامت کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر دن شیطان کی دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، مگر شب قدر کی صبح ایسا نہیں ہوتا۔ بلا شیطان کے طلوع ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے شب قدر دکھا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی وہ اخیر عشرہ تھا۔ (اس کی کوئی رات تھی) البتہ کچھ علامتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ رات خوشنما روشن معلوم ہوتی ہے نہ سردی (سخت) گرمی ہوتی ہے۔ گویا چاند تاروں کے درمیان نمایاں رہتا ہے۔ شیاطین نہیں نکلتے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رات بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے آسمان پر تارے اور چاند نمایاں نظر آتے ہیں تیز آندھی تیز گرمی سخت سردی نہیں ہوتی۔ موسم کا اعتدال رہتا ہے۔ جبرئیل کی آمد و برکت سے اس رات شیاطین نہیں نکلتے اور نہ اس کے اثرات ہوتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث میں ہے کہ اس رات چاند صاف نمایاں ہوتا ہے۔ نہ گرمی نہ سردی اور نہ تارے اس رات ٹوٹتے ہیں یعنی شیاطین پر رجم نہیں ہوتا چونکہ اس رات شیاطین نہیں نکل پاتے۔

علامہ عینی نے بیان کیا کہ اس کی علاموں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج صاف شفاف بلا کرنوں کے طلوع ہوتا ہے۔ مثل چاند کے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۴)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس رات نہ گرمی نہ سردی اور سورج بلا شعاع اور کرنوں کے نکلتا ہے۔ (صفحہ ۳۹۰)

جابر بن سمرہ اور ابو سعید کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات ہلکی سی بارش بھی ہوتی ہے۔ اور ہلکی سی ہوائیں بھی چلتی ہیں۔

طبری نے بیان کیا کہ اس رات درخت اور تمام چیزیں سجدہ ریز ہو جاتی ہیں اور جھک جاتی ہیں بیہقی نے اوزاعی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری)

مگر خیال رہے کہ یہ علامتیں ہر ایک کو محسوس نہیں ہوتی ارباب کشف خواص اولیاء ہی اس سے واقف ہو

سکتے ہیں۔

شب قدر کی بعض خصوصیتیں

❶ اس رات کی عبادت کا ثواب اور فضیلت ہزار راتوں کی عبادت سے زائد ثواب رکھتا ہے۔ یعنی جس کی عبادت شب قدر کی رات میں ہو جاتی ہے اور اس رات شب قدر ہو گئی تو اسے عبادت کا ثواب ہزار راتوں کی عبادت سے زائد ملتا ہے۔ کیا خوش نصیب ہے وہ جسے یہ رات مل جائے۔ (سورہ قدر)

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ جس طرح اس رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار رات سے زائد ہے اسی طرح اس رات گناہ اور معصیت کی سزا بھی ایک لاکھ گناہ اور معصیت سے زائد ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۲۱)

❷ اس رات اللہ جل شانہ نے عالم اور بندوں کے حق میں فیصلے ہوتے ہیں (مثلاً موت حیات رزق کے فیصلے وغیرہ)۔

اس رات تورات، زبور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحائف اور قرآن پاک کا نزول ہوا۔ اسی رات اللہ پاک نے جنت میں باغ اور پودوں کی ابتدا کی۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی (مخصوص) جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور کھڑے بیٹھے اس بندے پر جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو دعا کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ، بیہقی فی الشعب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات بہت کثیر تعداد میں ملائکہ زمین پر تشریف لاتے جن کی مقدار (گویا کہ) سنگریزوں کی طرح ہوتی ہے۔ (یعنی لاتعداد فرشتے آتے ہیں) جس طرح سنگریزے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں ان کو کوئی گن نہیں سکتا اسی طرح حضرات ملائکہ کو۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۴)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے کہ اس رات نہ سخت گرمی ہوتی اور نہ سخت سردی۔

(ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس رات شیاطین نہیں پھیلتے ہیں اور نہ کوئی بیماری (دنیا میں) بھیجی جاتی ہے۔ (یہ اس رات کے اکرام میں ہے)۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱)

حضرت ضحاک نے کہا اس رات ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ آسمان کے دروازے غروب شمس سے طلوع فجر تک کھول دیئے جاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات میں نہ سخت تیز سردی

ہوتی ہے اور نہ سخت شدید گرمی، چاند تاروں کے درمیان نمایاں ہوتا ہے اس رات شیاطین فجر تک نہیں نکلتے۔

(ابن حبان، عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۴)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس رات میں انوار بکثرت ظاہر ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی جانب سے سلام و خطاب ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۶)

شب قدر کے موقع پر آپ کیا دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا دعا پڑھوں آپ نے فرمایا یہ پڑھو:

"اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنى"

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۲، نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۲۷۱، مسند احمد)

فائدہ: خیال رہے کہ اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تمام عبادتیں نوافل تلاوت ذکر و استغفار درود پاک اور دعاؤں وغیرہ کا ورد رکھے اور ان میں مصروف رہے، اور کثرت سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے اور اس دعا کا کثرت سے کرنا مسنون ہے۔ حدیث پاک میں اس دعا کے علاوہ شب قدر کا کوئی خاص عمل اور ذکر ثابت اور مذکور نہیں۔ لہٰذا اپنے ذوق اور انس کے اعتبار سے عبادت اور تلاوت میں لگا رہے۔

شب قدر کے متعلق اختلاف اور اس کی تفصیل

شب قدر کے متعلق علماء کی مختلف رائے ہے، جو احادیث و آثار و اقوال سے ثابت ہے۔ ان کا خلاصہ ذیل میں پیش ہے۔

1. تمام سال دائر رہتی ہے۔ یعنی سال بھر ہو سکتی ہے۔ ابوبکر رازی اور قاضی خاں نے امام ابوحنیفہ کا یہی قول بیان کیا ہے۔ کبھی رمضان میں کبھی رمضان کے علاوہ میں ہوتا ہے۔ ابن عباس ابن مسعود عکرمہ وغیرہ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۱)

   حافظ ابن حجر نے احناف کا مشہور قول یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۲)

   شرح احیاء میں حضرات صاحبین کا بھی یہی قول ذکر کیا ہے۔ (اتحاف جلد ۴ صفحہ ۳۸۸)

   مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ المفاتیح میں زرقانی کے حوالہ سے ہے کہ پورے سال میں دائر رہنا مالکیہ اور احناف کا مشہور قول ہے۔

   ابن حاجب نے کہا کہ مالکیہ کا (ایک قول) رمضان میں خاص ہونے کا بھی ہے۔ بحر الرائق نے خانیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور قول یہی ہے کہ پورے سال دائر رہتی ہے۔ کبھی رمضان میں

کبھی رمضان کے علاوہ میں۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۷ صفحہ ۱۱۹)

علامہ عینی نے اس قول کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رمضان کے علاوہ میں نہیں ہوتی اسی طرح علامہ شوکانی نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۲، مرعاۃ المفاتیح صفحہ ۱۱۹)

❷ رمضان المبارک کے پورے ماہ میں دائر رہتی ہے، یعنی تینوں عشروں میں ہوتی رہتی ہے۔ (فتح الباری صفحہ)

حضرات صاحبین کا قول ہے کہ رمضان المبارک کی کسی رات میں متعین ہے مگر مبہم ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۱۹)

شرح احیاء میں ہے کہ ہمارے کتب احناف میں یہ مذکور ہے کہ وہ رات رمضان المبارک میں ہی ہوتی ہے یہ نہیں معلوم کہ کون سی رات ہے مقدم موخر ہوتی رہتی ہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۸۸)

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ رمضان ہی کی کسی رات میں ہونا یہ قول ابن عمر کا ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے، ابوداؤد میں بھی مرفوعاً اس کے متعلق روایت ہے، کہ آپ سے پوچھا گیا شب قدر کے متعلق تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پورے رمضان میں رہتی ہے۔ (ابوداؤد صفحہ اتحاف السادۃ صفحہ ۳۸۸، مرعاۃ صفحہ ۱۱۹)

یہی قول ابن منذر، محاملی اور بعض شوافع کا ہے، علامہ سبکی نے شرح منہاج میں اسی کو راجح قرار دیا ہے، حنابلہ کا قول بھی اس کی نشاندہی کرتا ہے، ابن قدامہ نے بیان کیا کہ شب قدر کو پورے رمضان میں تلاش کرنا مستحب ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۱۹)

شرح احیاء میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت اسی کی طرف گئی ہے۔

شوافع کے یہاں بھی ہے کہ اسے تمام رمضان تلاش کرے، ہاں اخیر عشرہ میں متیقن ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۸)

سورجی نے شرح ہدایہ میں امام صاحب کا یہی قول نقل کیا ہے کہ رمضان میں ہوتی ہے اور آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۱۹)

❸ رمضان المبارک کی پہلی رات ابن رزین عقیلی نے بعض صحابہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۸ عمدۃ القاری)

حافظ ابن حجر نے اسے حضرت انس کا قول ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری صفحہ)

❹ رمضان کی ۱۷ کی شب میں، حضرت ابن زبیر کی یہی رائے ہے (فتح الباری صفحہ) شرح احیاء میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم، حضرت ابن مسعود اور حضرت حسن بصری کی یہی رائے ہے۔ معجم طبرانی میں زید بن ارقم سے مروی ہے مجھے کوئی شک نہیں کہ یہ ۱۷ میں ہوتی ہے، کہ اسی میں قرآن نازل ہوا ہے۔ اور اسی دن معرکہ بدر ہوا تھا۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۹)

❺ اٹھارہ کی رات کو۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۳، عمدۃ القاری صفحہ)

❻ رمضان کے نصف شب میں۔ (یعنی ۱۵ر کی رات)۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۲)

❼ ۱۹ر کی رات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی منقول ہے۔ طبرانی نے زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود کا ایک قول ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۳، عمدۃ القاری، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۸۹)

❽ ۲۱ر کی رات حضرت ابوسعید کی حدیث صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اس رات ہلکی سی بارش ہوئی تھی اور بھیگی مٹی میں سجدہ کیا تھا، وہ شب قدر کی علامت جو خواب میں بتائی گئی تھی وہ اسی رات پائی گئی تھی۔

(اتحاف السادۃ صفحہ ۳۸۹)

حافظ نے بیان کیا کہ عشرہ اخیرہ کی پہلی رات ہے امام شافعی اور حضرات شوافع کی ایک جماعت اسی جانب گئی ہے۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۶۸)

ایک قول ہے کہ مہینہ ۳۰ر دن کا ہو تو ۲۰ر کی شب اگر مہینہ ۲۹ر کا ہو تو ۲۱ر کی شب۔ (فتح الباری، مرعاۃ المفاتیح صفحہ ۱۲۰)

ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے، انہوں نے مختلف احادیث کو تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۹)

❾ ۲۲ر کی شب میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن انیس کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۹)

❿ ۲۳ر کی شب میں۔ یہ بکثرت صحاح روایت سے ثابت ہے۔ شرح احیاء میں ہے کہ صحابہ کی ایک کثیر جماعت کا یہ قول ہے، مسلم میں حضرت عبداللہ بن انیس کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے، کہ خواب میں شب قدر دکھائی گئی کہ بارش ہوئی اور بھیگی مٹی پر سجدہ کیا گیا، سو یہ واقعہ جس رات پیش آیا تھا وہ ۲۳ر کی رات تھی۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۱۲۰)

صحابہ کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت اسی جانب گئی ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۲۰)

علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۳ر کی رات کو غسل فرماتے خوشبو لگاتے ابوزید نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس اپنے گھر والوں کو ۲۳ر کی شب بیدار کرتے اور جگایا کرتے تھے۔ ابن مسیب بھی اسی رات کے قائل ہیں مکحول سے منقول ہے کہ وہ ۲۳ر کی رات شب قدر جانتے تھے۔

(نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۲۷۶)

⓫ ۲۴ر کی شب کو حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت ہے جسے مسند طیالسی نے ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری صفحہ ۲۶۴ مرعاۃ صفحہ ۱۲۰)

مسند احمد حضرت بلال کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۲۴ر کی رات شب قدر کی رات ہے۔

(اتحاف صفحہ ۳۹۰ فتح)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے کہ شب قدر ۲۴ر کی رات میں تلاش کرو۔ (اتحاد صفحہ ۳۸۹)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۹، فتح الباری صفحہ ۲۶۲، مرعاۃ صفحہ ۱۲۰)

⓬ ۲۵ر کی شب کو اسے ابن عربی نے شرح ترمذی میں نقل کیا ہے ابن جوزی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔
(اتحاف صفحہ ۳۹۰، فتح الباری صفحہ)

⓭ ۲۶ر کی شب میں ہوتی ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے اسے ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری)

⓮ ۲۷ رویں کی شب۔

صحابہ کرام تابعین عظام اسلاف کرام کے ایک جم غفیر کا قول ہے۔

حافظ ابن حجر نے اسے جمہور کا قول اور رائے بیان کیا ہے۔ عوام وخواص کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امت کا تعامل اسی پر ہے۔ اس شب میں عبادت واعتکاف کا بھی اہتمام نسلاً بعد نسل یعنی تعامل چلا آ رہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب کو اس میں شب قدر ہونے کا اتنا یقین تھا کہ وہ قسم کھا کر کہا کرتے تھے۔ (فتح الباری صفحہ)

شرح احیاء میں ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں زر ابن حبیش سے مروی ہے کہ حضرت عمر حضرت حذیفہ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت اس میں کوئی شک نہیں کرتی تھی کہ یہ شب شب قدر ہے۔ نووی نے شرح مہذب میں کہا کہ احادیث صریحہ اس پر وارد ہے کہ ۲۷ کی رات شب قدر ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۲۷ر کی رات شب قدر کی رات ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عمر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول منقول ہے کہ جو شب قدر کو تلاش کرنا چاہے وہ ۲۷ر کی رات میں اسے تلاش کرے۔ (اتحاف صفحہ ۳۹۰)

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگوں نے آپس میں شب قدر کا ذکر کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا اس رات کا چاند جب طلوع ہوتا ہے تو گویا تھال کا ایک کنارہ ہوتا ہے۔ اس پر ابوالحسن الفارسی نے کہا ۲۷ کی شب میں ایسا ہی چاند طلوع ہوتا ہے۔ طبرانی نے بھی حضرت ابن مسعود سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جانے پر جواب میں ۲۷ کی شب ذکر کیا ہے۔ اس باب میں حضرت ابن عمر سے مسلم میں اور مسند احمد میں جابر بن سمرہ سے طبرانی میں معاویہ سے ابوداؤد میں صراحۃً روایت شب قدر ہونے کا منقول ہے۔

حلیہ میں علامہ شاشی نے اکثر علماء کی یہی رائے نقل کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہ قول ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۷ صفحہ ۱۲۰، فتح الباری صفحہ ۲۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک حکیمانہ اور لطیفانہ قول ۲۷ کے شب میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔

جسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے۔ حافظ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی جماعت کو بلایا اور ان سے شب قدر کے بارے میں پوچھا تو تمام صحابہ کرام نے اتفاق کرتے ہوئے کہا وہ عشرہ اخیرہ میں ہے۔ حضرت ابن عباس نے حضرت عمر سے کہا مجھے اس کے بارے میں علم ہے وہ کون سی رات ہے حضرت عمر نے فرمایا بتاؤ وہ کون سی رات ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ عشرہ اخیرہ سات دن گزرنے پر یا ۷ر دن باقی رہنے پر (یعنی ۲۷ یا ۲۳، کی رات) اس پر حضرت عمر نے پوچھا تم نے کہاں سے اسے جانا۔ ابن عباس نے فرمایا اس سے کہ اللہ پاک نے ۷ر آسمان کو پیدا کیا ۷ر زمین کو پیدا کیا۔ ۷ر دن کو پیدا کیا انسان بھی ۷ر اجزاء سے پیدا ہوا۔ اس کا رزق بھی ۷ر میں دائر ہے۔ ۷ر عضو پر سجدہ کرتا ہے۔ طواف بھی ۷ر ری جمرات بھی سات، اس قسم کی بہت سی چیزوں کو ذکر کیا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا تم نے وہ سمجھا جو میں نے نہیں سمجھا۔ ابن نعیم کی حلیہ میں ہے کہ حضرت عمر نے اسے پسند کیا۔ (فتح الباری صفحہ ۲۶۲، اتحاف صفحہ ۳۹۰)

محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے اس کا اضافہ کیا ہے کہ اللہ پاک نے نسبی اور صہری رشتہ بھی ۷ر رکھا ہے۔ پھر حرمت علیکم کی آیت تلاوت کی۔ فتح الباری اور شرح احیاء میں ذکر کیا ہے کہ اس سورہ مبارکہ کی تعداد کلمات بھی ۲۷ ہے۔ جس سے ۲۷ کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۹۱)

⓯ ۲۹ ر کی شب۔ اسے ابن عربی نے ذکا کیا ہے، (فتح الباری صفحہ، شرح احیاء صفحہ ۳۹۱، مرعاۃ صفحہ ۱۲۱) ۳۰ کی رات قاضی عیاض اور سروجی نے ذکر کیا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح الباری صفحہ شرح احیاء صفحہ ۳۹۰)

⓰ عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں ہوتی ہے، بکثرت صحیح احادیث میں ذکر ہے کہ عشیرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہوتا ہے، یہی محقق قول ہے، اسی میں اکثر شب قدر ہوتی ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی صراحۃً بھی فرمائی۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا جو اسے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرے گا، خطاء نہیں کرے گا ضرور پائے گا۔ (اتحاف صفحہ ۳۹۱)

حافظ نے اسی کو راجح قول قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۷۴) علامہ شوکانی نے بھی اسے ارجح کہا ہے۔ (نیل صفحہ ۲۷۵)

امام شافعی سے منقول ہے کہ قیامت تک یہ عشرہ اخیرہ میں دائر رہتی ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۱، نیل الاوطار صفحہ ۲۷۵)

⓱ عموماً ۳ر موقعوں پر ہوتی ہے۔ شروع رمضان، یا اخیر رمضان طاق راتوں میں، جیسا کہ ابوالعالیہ کی مرفوع

روایت میں ہے۔ (فتح الباری جلد۴ صفحہ ۲۶۷)

⓲ ۲۱ ر اور ۲۳ ر کی شب میں بیہقی نے امام شافعی سے معرفۃ میں نقل کیا ہے کہ اقوی الروایات ۲۱ ر اور ۲۳ ر کی رات ہے۔ (شرح احیاء جلد۴ صفحہ ۳۹۱)

⓳ ہر سال رمضان میں ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ اگر کسی رمضان میں ۲۱ ر کو ہوئی ہے تو دوسرے سال ۲۱ ر کو نہ ہوگی کسی اور تاریخ میں ہوگی، مصنف ابی شیبہ میں حضرت ابوقلابہ سے اسی طرح منقول ہے، امام مالک سفیان ثوری امام احمد، اسحاق ابوثور وغیرہ کا یہی قول ہے، ابن عبدالبر نے الاستذکار میں امام شافعی کی طرف بھی اس کی نسبت کی ہے، امام مزنی، ابن خزیمہ، اور امام نووی کے نزدیک بھی یہی مختار ہے، ابن دقیق العید نے تمام روایتوں کے درمیان موافقت کی وجہ سے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۹۱، مرعاۃ جلد۴ صفحہ ۱۲۱)

⓴ صرف عشرہ اخیرہ میں منتقل ہوتی رہتی ہے، اخیر عشرہ کی کبھی کسی رات میں کبھی کسی رات میں۔ (شرح احیاء)

㉑ پورے مہینہ میں ادلتی بدلتی رہتی ہے، حنابلہ کا یہی قول ہے، اسی لئے ابن قدامہ نے کہا پورے رمضان میں طلب وجستجو مستحب ہے، البتہ عشرہ اخیرہ میں اور اس سے زائد طاق رات میں زیادہ واقع ہوتی ہے۔

(شرح احیاء)

㉒ ۲۵ ر ۲۷ ر ۲۹ ر کی راتوں میں سے کسی رات میں ہوتی ہے، یہ قول امام مالک کا ہے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۹۱)

قول محقق

اخیر عشرہ کی کسی طاق رات میں بہت کثرت سے واقع ہوتی ہے، کبھی کبھی اس کے علاوہ میں ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بخاری ومسلم میں ہے، عشرہ اخیرہ میں اسے تلاش کرو۔

خیال رہے کہ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، جو انہیں اقوال سے شامل ہو کر احتمالاً نکلے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اقوال ذکر کئے ہیں، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں ۴۷ ر قول اور احتمالات ذکر کئے ہیں شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے ۱۸ ر قول ذکر کئے ہیں، یہ سب احتمالی اقوال ہیں، جو ایک دوسرے کو شامل کرنے سے بنتے ہیں۔ ان میں اصل اور بنیادی اقوال دس ہیں جو ذکر کئے گئے۔

شب قدر کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہونے کی ایک معقول وجہ یہ بھی ہے کہ جس نے جس رات شب قدر میں ہونا علامتوں کے ذریعہ سے بار بار اور محسوس کیا اس رات کا شب قدر ہونا ذکر کر دیا۔

حافظ نے بیان کیا کہ علامتوں سے کسی کو شب قدر ہونا معلوم ہو جائے تو اسے چھپانا بہتر ہے لوگوں کو اپنا کشف نہ بیان کرے۔ (فتح الباری جلد۴ صفحہ ۲۶۶)

اعتکاف کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور طریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے۔

(بخاری صفحہ ۲۷۱، صحاح ستہ مسلم صفحہ ۳۷۱، ابوداؤد صفحہ ۳۳۴)

تاحین حیات اعتکاف فرماتے رہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف تاوقت وفات ہمیشہ فرماتے رہے، اس کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری صفحہ ۲۷۱، ترمذی صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: اعتکاف بڑی اہم ترین عبادت ہے، بندہ کا اپنے مالک کے در اور چوکھٹ پر اس کی رضا اور خوشنودی اور اپنی معافی کے لئے پڑا رہنا اعتکاف کے مقاصد میں ہے، اسی طرح شب قدر کا حصول اس کے اولین مطالب میں سے ہے، اس سے اعتکاف کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اعتکاف فرمایا اور اس پر مواظبت فرمائی، آپ جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور ماہ مبارک کی دولت سے نوازے گئے اعتکاف کو نہیں چھوڑا (صرف ایک مرتبہ عذر شدید کی وجہ سے نہیں فرما سکے تھے) نہایت ہی پابندی سے ادا فرماتے رہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اعتکاف کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔

مگر افسوس کہ جس عبادت کو آپ ہمیشہ دوام اور پابندی سے ادا فرماتے رہے جس سنت کو آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے زندہ رکھا، آج امت نے اسے چھوڑ دیا، نظروں سے گرا دیا، بوڑھوں اور بے کار لوگوں کا کام سمجھ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ابن شہاب زہری نہایت جرأت وتعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں چھوڑا، لوگوں نے اسے نظر انداز کر دیا ہے، اس سے بے پرواہی برت لی ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۵)

آپ نے عشرہ اولیٰ کا بھی اعتکاف کیا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔ پھر دوسرے کا

اس کے بعد تیسرے عشرہ کا بھی اعتکاف کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: شروع عشرہ کا بھی اعتکاف آپ ﷺ نے کیا، اس حدیث پاک سے اس کا ثبوت ہو رہا ہے، گو اس کے ساتھ دوسرے تیسرے عشرہ کا بھی فرمایا، مزید اس کی حکمت آگے آ رہی ہے۔

یہ اعتکاف نفلی ہوگا اور اس پر نفلی اعتکاف کے احکام جاری ہوں گے مثلاً چھوڑ دینے اور توڑ دینے سے قضاء لازم نہیں ہوگی۔

آپ نے ۲۰ ر دن، دو عشروں کا بھی اعتکاف کیا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر رمضان میں ایک عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے ۲۰ ر دن کا اعتکاف کیا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، الفتح الربانی صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ ۲۰ ر دن کا اعتکاف بھی سنت ہے، عادت طیبہ تو آخر عشرہ دس دن کے اعتکاف کی تھی مگر قرب وفات کی وجہ سے آپ نے معمول سے زیادہ کیا ہوگا، دوسری وجہ یہ بھی تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال ایک عشرہ میں ایک دور فرماتے تھے۔ آخری سال دو مرتبہ دور کیا، اس وجہ سے آپ نے دو عشرہ کا اعتکاف کیا۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۵۷، الفتح الربانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بیچ عشرہ کا اور آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کیا ہے۔ (الفتح الربانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۵)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ ہر سال تو آپ دس ہی دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر جس سال وفات ہوئی اس سال آپ نے ۲۰ دن کا اعتکاف فرمایا اور قرآن پاک کا دور بھی دو مرتبہ کیا۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۵۷ قدیم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آخری عمر میں عبادت، ذکر، تلاوت، نیک عمل میں زیادتی کرے تاکہ آخری انجام بہتر سے بہتر ہو۔

پورے ماہ رمضان کا بھی اعتکاف سنت سے ثابت ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔ پھر دوسرے کا بھی اعتکاف فرمایا پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے سر باہر نکال کر ارشاد فرمایا، میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش میں اور اس کے اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی وجہ سے دوسرے میں بھی کیا، پھر مجھے کسی بتانے والے (فرشتہ) نے بتایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے، لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ میں بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی،

اس کی (شب قدر ہونے کی علامت) یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ (چھت کچی ہونے کی وجہ سے ٹپک گئی تھی) لہٰذا اب اسے آخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس رات بارش (ہلکی سی) ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی ٹپکی، میں نے اپنی آنکھوں سے آپ ﷺ کی مبارک پیشانی میں کیچڑ کا اثر اکیس ۲۱؍ کی صبح کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۲)

فَائِدَۃ: روایت سے معلوم ہوا کہ اس مرتبہ آپ نے پورے ایک ماہ اور تینوں عشروں کا اعتکاف کیا، لہٰذا پورے ماہ کا اعتکاف سنت سے ثابت ہوا، مشائخ اور صوفیاء کرام کے یہاں ایک ماہ کا اعتکاف کیا جاتا ہے، چنانچہ مرید حضرات اپنے مشائخ کے یہاں ان کی صحبت میں بسا اوقات پورے ماہ کا اعتکاف کیا کرتے ہیں۔ محققین مشائخ وصوفیا کا اس پر عمل رہا ہے۔ سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے اسے صوفیاء کا اختراع اور مبالغہ نہیں کہا جا سکتا ہے، یہی حدیث اور روایت اس کی اصل ہے۔ البتہ شروع ۲۰؍ دن دو عشروں کا اعتکاف نفلی ہوگا، اور آخری عشرہ کا سنت موکدہ، دونوں کے احکام جداگانہ ہوں گے، فقہی احکام اور فرق کے لئے عاجز کا رسالہ مطبوعہ، آداب الاعتکاف ملاحظہ کیجئے۔

مزید اس روایت سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کا مقصد شب قدر کی تلاش اور اس کی فضیلت کا حصول ہے، اعتکاف کی حالت میں ہمہ وقت چونکہ مسجد میں ہوگا اور بحالت اعتکاف سونا آرام کرنا بھی عبادت ہی شمار ہوتا ہے لہٰذا معتکف شب قدر کی فضیلت کو حاصل کر لے گا۔ اسی لئے آپ ہمیشہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

اگر کسی سال آپ اعتکاف نہ کر سکتے تو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مقیم (مدینہ میں قیام فرما) ہوتے تو رمضان کے عشرہ اخیرہ کا ضرور اعتکاف فرماتے۔ اگر مسافر ہوتے تو سال آئندہ ۲۰؍ یوم کا اعتکاف فرماتے۔

(ابن حبان جلد ۵ صفحہ ۲۶۹، کنز العمال صفحہ ۶۳۳، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۳۱۴)

فَائِدَۃ: حالت اقامت یعنی جب مدینہ منورہ میں قیام فرما ہوتے تب تو اعتکاف کبھی ترک ہی نہ فرماتے، ہاں اگر سفر میں ہوتے، جیسا کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر رمضان المبارک میں سفر کیا تو اسی صورت میں آپ کا اعتکاف چھوٹ جاتا تو آئندہ اس کی تلافی فرماتے اور ۲۰؍ دن کا اعتکاف فرماتے، آپ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ جو عبادت فرماتے اس میں دوام اور ہیمشگی ملحوظ رکھتے، اور اگر کسی وجہ سے چھوٹ جاتا تو دوسرے وقت میں اس کی تلافی فرماتے ہوئے ادا کرتے، اور دوام اور ہیمشگی کے نور اور برکت کی حفاظت فرماتے چنانچہ تہجد دواماً ادا فرماتے، اگر کسی وجہ سے چھوٹ جاتا تو دن میں اس کی تلافی فرماتے، حالانکہ نوافل ہونے کی وجہ سے دوسرے وقت اس کا ادا کرنا لازم نہ ہوتا، اسی طرح آپ کی عادت طیبہ دواماً اعتکاف کی تھی سفر وغیرہ کی وجہ سے ناغہ ہو جاتا تو سال

آئندہ ادا فرمالیتے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ تا وفات اعتکاف فرماتے رہے ایک مرتبہ اعتکاف چھوٹ گیا تھا تو اس کی قضاء شوال میں فرمائی۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۵۷)

بس اس سے معلوم ہوا کہ اگر چھوٹ جانے پر تلافی کرے تو باعث فضیلت ہے، تا کہ ثواب کا دوامی سلسلہ اور اس کے دوام وہمیشگی کے برکات میں وہ باقی رہیں، علماء نے بیان کیا کہ جو ہمیشہ اعتکاف کا عادی رہا ہو اور وہ کسی وجہ سے اعتکاف نہ کرسکا تو مستحب ہے کہ اعتکاف بعد میں کرے۔ یعنی رمضان کے بعد۔

(نیل الاوطار صفحہ ۲۶۴)

ازواج مطہرات کا اس سنت پر رغبت وشوق سے عمل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ ﷺ ہر رمضان اعتکاف فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف کی جگہ تشریف فرما ہو جاتے، چنانچہ ایک موقع پر راوی نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اعتکاف کی اجازت چاہی کہ میں بھی اعتکاف کروں چنانچہ ان کو اجازت مل گئی، ان کے لئے مسجد میں ایک قبہ بنا دیا گیا، حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا تو (انہوں نے بھی اعتکاف کا ارادہ کیا) ان کے لئے بھی قبہ بنا دیا گیا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارادہ کیا تو ان کے لئے دوسرا قبہ بنا دیا گیا۔

(بخاری صفحہ ۲۷۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں دیکھئے ازواج مطہرات کا کیسا شوق اعتکاف تھا، آپ کی سنت پر کس طرح عملاً راغب تھیں، یہ تھا دینی مزاج اور یہ تھی سچی محبت، کہ محبت کی وجہ سے آدمی محبوب کے طریقہ کی اتباع کرتا ہے، چنانچہ آپ کو دیکھ کر ازواج مطہرات کو بھی شوق ہوا۔

افسوس کہ آج نیکی دیکھ کر نیکی کا شوق نہیں ہوتا، ہاں برائی یا فیشن دیکھ کر تو شوق ہو جاتا ہے، یہ دینی بے رغبتی اور بیزاری کی بات ہے، اسی وجہ سے آج دین کے برکات اور دین پر نصرت خداوندی حاصل نہیں، دنیا دیکھ کر تو دنیا کے طالب ہو جاتے ہیں، مگر دین وعبادت دیکھ کر دین کا شوق نہیں، پیدا ہوتا ہے یہ قلب میں ایمان اور معرفت کے سرایت نہ کرنے کی علامت ہے۔

عورتوں کے لئے بھی اعتکاف سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان کے آخیر عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی اس کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۷۱)

فائدہ: اعتکاف عبادت اور تقرب الٰہی اور ثواب کا کام ہے، جس طرح مرد عبادت اور ثواب کے حاصل کرنے کا مکلف ہے، اسی طرح عورت بھی، آپ نے اعتکاف کیا آپ کے ساتھ عورتوں نے بھی اعتکاف کیا آپ کے

بعد بھی عورتوں نے اس سنت پر عمل کیا اس عمل نے ثابت کیا کہ عورتوں کو بھی اس سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

مگر افسوس عورتوں میں اعتکاف کی سنت رائج نہیں، یہ عورتوں میں دینداری تقویٰ زہد، رغبت الی الآخرہ اور دینی مزاج نہ ہونے کی وجہ سے ہے، عورتوں میں اعتکاف شاذ نادر ہی رائج ہے، اگر کہیں کرتی ہیں تو بوڑھی بے کار عورتیں کرتی ہیں، حالانکہ عورتوں کے لئے اعتکاف بہت آسان ہے، گھر میں اگر پہلے سے کوئی نماز پڑھنے کی کوئی خاص جگہ متعین ہو تو وہاں بستر لگائے اور بیٹھ جائے، صرف پاخانہ پیشاب کے لئے نکلے باقی اسی جگہ بیٹھی بیٹھی گھر کا کام کاج بھی کرسکتی ہے، اور لڑکیوں کو رہنمائی اور کام کاج کی تعلیم بھی کرسکتی ہے، اس طرح ان کا اعتکاف بھی ہو جائے گا، اور گھر کا کام کاج بھی ہو جائے گا اور اعتکاف جیسی عبادت سے گھر میں خیر و برکت بھی ہو جائے گی اتنی سہولت کے باوجود عورتیں اعتکاف سے غافل ہیں عورتوں کے اعتکاف کے مسائل کے لئے آداب الاعتکاف دیکھئے۔

مستحاضہ عورت بھی اعتکاف کرسکتی ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ اس بیوی نے اعتکاف کیا جو استحاضہ کی حالت میں تھیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ، الفتح الربانی صفحہ ۲۵۷)

فَائِدَہ: استحاضہ وہ خون ہوتا ہے جو حیض کے علاوہ ہوتا ہے، کسی مرض اور رحم کی خرابی کی وجہ سے نکلتا ہے، اس میں چونکہ نماز روزہ سب پڑھا رکھا جاتا ہے، شرعاً یہ عورت پاک کے حکم میں ہے، اس کے ایسی عورت اعتکاف بھی کرسکتی ہے، چنانچہ علامہ عینی نے ذکر کیا کہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

البتہ استحاضہ کی صورت میں جو عورت اعتکاف کرے گی وہ ہر نماز کے لئے مستقل طور پر وضو بنائے گی، نماز کا وقت گزرنے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ وہ دیگر صحت مند عورتوں کی طرح ایک وضو سے متعدد نمازیں نہیں پڑھ سکتیں۔ ہاں نماز کے بعد اسی وضو سے وقت کے اندر تلاوت اور قرآن کو چھو سکتی ہے، مزید مسائل کسی معتبر عالم سے پوچھ لئے جائیں، عموماً ایسے مسائل سے واسطہ کم پڑتا ہے اور لوگوں کو معلومات نہیں رہتی۔

نیل میں ہے کہ جس طرح مستحاضہ نماز پڑھ سکتی ہے اسی طرح اعتکاف بھی کرے گی۔

(نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۲۷۰)

عورت شوہر کی اجازت سے اعتکاف کرے گی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کیا، تو انہوں نے بھی اعتکاف کی اجازت حاصل کی، تو آپ نے ان کو اعتکاف کی اجازت دے دی تا کہ آپ کے ساتھ

اعتکاف کریں۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۵، بخاری جلد ا صفحہ ۲۷۴)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورت شوہر کی اجازت سے اعتکاف کر سکتی ہے، اس کے لئے اعتکاف کی صورت میں شوہر عورت سے مل نہیں سکتا وغیرہ، اس سے شوہر کا حق استمتاع اور فائدہ موقوف ہوتا ہے، ہوسکتا ہے عمر اور صحت کے اعتبار سے اس کی گنجائش نہ ہو، اس لئے شوہر کی اجازت کی ضرورت ہے فتح القدیر میں ہے عورت شوہر کی اجازت سے اعتکاف کرے گی۔ (ج ۲ صفحہ ۴۰۳)

ہاں اگر بے شوہر والی ہے تو پھر وہ اعتکاف میں خود مختار ہے۔

ادھر شوہر کو بھی چاہئے کہ بیوی اعتکاف کرے تو اسے بخوشی و مسرت اجازت دے جیسا کہ آپ ﷺ نے اجازت دی، دین اور عبادت کے کام ایک دوسرے کو تعاون کی آپ نے تعلیم دی ہے، ایسے بھی شوہر کو اور گھر کے ذمہ دار کو چاہئے کہ گھروں میں اعتکاف کی اس سنت پر جس پر ازواج مطہرات نے عمل کیا، کرنے کی ترغیب دیں خصوصاً ایسی عورت جو بچوں کے جھمیلوں سے آزاد ہوں ان کو ترغیب دیں۔

عورت عدت میں ہو تو اعتکاف نہیں کرے گی

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے سوال کیا گیا کہ مطلقہ عورت اعتکاف کرے گی، کہا نہیں، اور نہ وہ کرے گی جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو۔ (سنن کبریٰ جلد صفحہ ۳۲۳)

اعتکاف کی حالت میں عورت کو ماہواری آجائے تو

حضرت عطاء نے بیان کیا ہے کہ معتکف عورت کو جب ماہواری آجائے تو وہ اعتکاف کو چھوڑ کر گھر چلی آئے گی۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۶۹)

ابن شہاب زہری نے کہا، عورت جب حیض میں آجائے گی تو اعتکاف کی جگہ سے ہٹ کر گھر چلی آئے گی۔ (عبدالرزاق صفحہ ۳۶۸)

فَائِدَہ: اگر عورت گھر کے کسی حصہ میں جہاں متعین کر کے اعتکاف کر رہی تھی اس حالت اعتکاف میں اسے حیض آگیا، تو ایسی صورت میں عورت نہ نماز کے لائق رہی اور نہ روزے کے لائق رہی تو اعتکاف کے لائق بھی نہ رہے گی اور اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اور ایک دن صرف قضا کرنی پڑے گی۔

حالت اعتکاف میں زوجین کا آپس میں خلط مباشرت ممنوع ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں سنت ہے، (یعنی آپ ﷺ کا عمل مبارک) معتکف کے لئے نہ تو مریض کی عیادت کرے۔ نہ جنازہ میں جائے، نہ اپنی زوجہ کو چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۳۵، دارقطنی صفحہ ۳۰۱، نیل صفحہ ۲۶۷)

حضرت عطاء نے کہا کہ معتکف رات دن کے کسی حصہ میں زوجہ کے پاس نہ جائے، اور نہ اس سے ملے، نہ تقبیل کرے نہ مباشرت کرے نہ چھوئے، حتی الامکان اس سے الگ رہے۔ (ابن عبدالرزاق جلد۴ صفحہ ۳۶۴)

فائدہ: حالت اعتکاف میں زوجین کا آپس میں ہر قسم کا شہوتی تعلق ممنوع ہے، علامہ عینی نے اس امر پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ معتکف کے لئے عورت سے حظ حاصل کرنا حرام ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۴۲)

اسی وجہ سے عورت کو خوشبو لگانا منع ہے۔ (تاکہ میلان نہ ہو)۔ (ابن عبدالرزاق جلد۴ صفحہ ۳۷۰)

خیال رہے کہ روزہ میں تو کچھ توسیع اور گنجائش ہے لیکن اعتکاف میں گنجائش نہیں، مسجد میں تو ان خواہش نفسانی امور کی گنجائش ہی نہیں اگر پاخانہ پیشاب کے لئے گھر جائے تب بھی ان امور سے احتراز واجب ہے، اسی وجہ سے حدیث پاک میں ہے کہ آپ عشرہ اخیرہ میں بیویوں سے بالکل علیحدگی اختیار کر لیتے تھے اور سوائے عام بول چال یا کسی ضروری کام کے علاوہ سے گریز فرماتے تھے۔

معتکف شوہر کے لئے بیوی کی خدمت سنت سے ثابت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اعتکاف کی حالت میں) مسجد میں ہوتے، میری جانب سر مبارک فرما دیتے میں آپ کے بال مبارک میں کنگھا کر دیتی۔ (بخاری صفحہ ۲۷۳، ابوداؤد صفحہ ۳۳۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے، اپنے سر مبارک کو حجرے کی جانب سے میری طرف فرما دیتے، میں آپ کے سر مبارک کو دھو دیتی۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حالت اعتکاف میں ایسی صورت ہو کہ بیوی خدمت کر سکتی ہو تو جائز ہے، مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کے جسم کا کوئی حصہ اگر حد مسجد سے باہر ہو جائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کو بدن اور بال صاف اور نظیف رکھنا چاہئے، پراگندہ بال میلے کچیلے کپڑے سے احتراز ضروری ہے، خانہ خدا کا ادب ہے کہ صاف اور بہتر حال میں اچھے کپڑے اور نظیف بدن کے ساتھ رہے۔

معتکف شوہر کے پاس ضرورت پر مسجد میں بیوی کا آنا

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں حالت اعتکاف میں آئیں، کہ آپ رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرما رہے تھے، کچھ دیر تک آپ سے بات کی۔ (بخاری صفحہ ۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات میں گفتگو اور باتیں کرتیں جب کہ آپ معتکف ہوئے۔ (ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۳۵۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس مسجد میں رات میں گئی تھیں۔

علامہ عینی نے ذکر کیا کہ اس سے ثابت ہوا کہ عورت معتکف شوہر کے پاس مسجد جاسکتی ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۵۲)

احباب، متعلقین، حلقہ اور ارادتمندوں کے ساتھ اعتکاف کرنا سنت سے ثابت ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے (صحابہ کرام کی ایک جماعت نے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ مبارک کے بیچ عشرہ کا اعتکاف کیا، آپ ۲۰ر کی صبح کو ہم لوگ اعتکاف سے باہر آ گئے، تو آپ نے ۲۰ر کی صبح کو تقریر فرمائی اور فرمایا کہ مجھے شب قدر دکھا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی، اسے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری صفحہ ۲۷۲، مسلم صحاح ستہ)

فائدہ: اس روایت میں حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا۔ ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا۔

لہٰذا اس روایت سے ثابت ہوا کہ احباب اور حلقہ ارادتمندوں کی جماعت کے ساتھ اعتکاف کوئی نئی ایجاد اور بدعت نہیں، اسی وجہ سے مشائخ اور اکابرین کا اعتکاف جو احباب اور متعلقین کی جماعت کے ساتھ ہوتا ہے امر مسنون ہے، بعض لوگ اس قسم کے اجتماعی اعتکاف کو بدعت اور رسم قرار دیتے ہیں یہ درست نہیں، اس روایت سے اس کی تردید اور مشائخ جو کرتے ہیں اس کی تائید ہوتی ہے۔

معتکف مسجد میں کس وقت داخل ہو اور معتکف کا مسجد کس وقت جانا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے میں آپ کے لئے خیمہ بناتی (جب اعتکاف میں مکمل اعتکاف میں جانے کا ارادہ فرماتے) تو صبح کی نماز پڑھتے پھر اعتکاف کی جگہ داخل ہوتے۔ (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مسجد میں تو داخل ہو جاتے غروب شمس سے پہلے ہی، پھر رات عام معتکفین کے ساتھ مسجد میں رہتے صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمے میں جو کھجور کی چٹائیوں سے گھرا ہوتا، تشریف لے جاتے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ شرح بخاری میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی جگہ جب جاتے، اور تنہائی اختیار کرتے اور لوگوں سے علیحدہ ہوتے تو صبح کے بعد نماز پڑھ کر تشریف لے جاتے، اعتکاف کی ابتداء اول لیل مغرب سے قبل ہے۔

چنانچہ ابوثور کہتے ہیں جب اخیر عشرہ کا اعتکاف کرے تو مغرب سے قبل داخل ہو۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۸، فتح الباری صفحہ ۲۷۶)

یہی مسلک ائمہ اربعہ اور علماء کی ایک جماعت کا ہے یعنی غروب شمس سے پہلے مسجد میں جائے۔

(فتح الباری صفحہ ۲۷۶)

ائمہ اربعہ امام نخعی اس کے قائل ہیں کہ مغرب سے قبل اعتکاف کے لئے جانا ہے اور آپ بھی اسی وقت بوقت غروب گئے تھے، البتہ دوسرے دن صبح کے بعد تنہائی اختیار کی تھی جہاں آپ کا معتکف تھا۔ (یعنی بستر وغیرہ)۔ (اعلاء جلد ۹ صفحہ ۱۶۰)

علامہ مرتضیٰ حسن نے شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ۲۱ ر تاریخ کی غروب شمس سے قبل مسجد میں داخل ہونا ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک ہے، اور آپ جو معتکف میں صبح کی نماز میں داخل ہوئے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدہ اور تنہائی صبح کی نماز کے بعد اختیار کرتے، یہ مطلب نہیں کہ اعتکاف کی ابتداء کرتے بلکہ مغرب سے قبل ہی مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ (اور لوگوں کے ساتھ رات گزار کر معتکف میں صبح داخل ہوتے تھے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۴ صفحہ ۳۸۶)

پس اس اعتبار سے ایسا کیا جاسکتا ہے کہ ۲۰ ر تاریخ کی مغرب سے قبل مسجد میں داخل ہو جائے اور شب میں تمام لوگوں کے ساتھ عبادت کرے پھر ۲۱ ر کی صبح کو نماز فجر کے بعد کپڑوں سے اپنی جگہ کو گھیر کر اس میں داخل ہو جائے اور عبادت میں مصروف ہو جائے۔

مسجد میں اعتکاف کی جگہ کو چادر وغیرہ سے گھیر لینا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے تو میں ان کے لئے (مسجد میں) خیمہ بنا دیتی۔ (بخاری صفحہ ۲۷۲)

ابویعلیٰ سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا جس میں جائے اعتکاف کو کھجور کے پتوں سے گھیرا گیا تھا، اسی طرح ایک اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے اعتکاف کی جگہ کو کھجور کی پتیوں سے گھیرا گیا تھا اور چٹائی کا دروازہ بنا دیا گیا تھا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۶، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۴۷)

حضرت معیقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے بنے قبے میں اعتکاف کیا جس کا دروازہ کھجور کی چٹائی کا بنایا گیا تھا، اور لوگ مسجد میں تھے۔ (مجمع طبرانی صفحہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماہ رمضان میں کھجور کی چھالوں کا حجرہ بنا دیا جاتا۔ (ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۱)

فائدہ: چونکہ مسجد ایک عام جگہ ہے، لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے، لوگوں کی نگاہیں اعتکاف کرنے والوں پر پڑیں گی وہ دیکھنا چاہیں گے، کیا کرتے ہیں کیا مشغلہ ہے، اس سے بسا اوقات معتکف کے ذہن میں انتشار اور الجھن پیدا ہوتی ہے، ادھر معتکف چاہے گا کہ وہ خدا سے خلوص و اعتقاد کے ساتھ مناجات کرے، اس سے الحاح و زاری کرے، وہ یہ چاہے گا کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی حائل نہ ہو، تنہائی اور وحدت چاہے گا، یہ چیز اسے

مسجد میں کیسے نصیب ہوگی، اس لئے ان احوال کی رعایت کرتے ہوئے معتکف کو چادر وغیرہ سے گھیر کر حجرہ کی طرح بنالینا چاہئے، تاکہ اسے تنہائی اور وحدت نصیب ہو اور اطمینان سے وہ عبادت الٰہی میں مستغرق رہے، اور جس طرح چاہے خدا سے نیازانہ باتیں کرے، اور رودھو کر الحاح وزاری کی شکل بنا کر خدا کو خوش کرے۔

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے مسجد میں تمام معتکفین صحابہ کے لئے نہیں گھیرا جاتا تھا بلکہ آپ کے مثل حجرہ گھیر دیا جاتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ معتکفین کے مقابلہ میں کسی بڑے کا گھیرنا مسنون ہے جس کی ماتحتی میں اعتکاف ہورہا ہو جیسے شیخ کا مرید کے مقابلے میں، امام یا کسی عالم کا ان کے ماتحتوں کے مقابلہ میں۔

معتکف کا گھیرنا کب اور کس لئے سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے تو میں آپ کے لئے حجرہ کی شکل (کپڑا گھیر کر) بنادیتی تھی۔ (بخاری صفحہ۲۷۲، مسند احمد صفحہ۲۴۲)

ابو لیلیٰ نے بیان کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اعتکاف کیا ہے اور کھجور کی چٹائی سے بنے حجرہ میں ہیں۔

حضرت معیقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی چٹائی سے بنے حجرہ میں اعتکاف کیا ہے جس کا دروازہ بھی کھجور کی چٹائی کا تھا، اور لوگ مسجد میں تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۷۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں اعتکاف فرماتے تو جہاں آپ اعتکاف فرماتے آپ کی جائے اعتکاف کو خیمہ کے مانند حجرہ نما کردیا جاتا یا چٹائی گھیر کر چاروں طرف حجرہ نما کردیا جاتا تاکہ خلوت کا مقام حاصل ہوجائے اور آپ عبادت ومراقبہ میں نہایت اطمینان سے منہمک رہیں، لیکن یہ حجرہ کی شکل صرف آپ کے لئے بنائی جاتی حضرات صحابہ کرام کے لئے نہیں۔

حضرات صحابہ کا مسجد میں بلا جائے اعتکاف کے گھیرے قیام ہوتا تھا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں معتکف حجرہ کی شکل چادر وغیرہ گھیر کر کرسکتا ہے، چنانچہ امام بخاری نے باب الاخبیۃ فی المسجد قائم کرکے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ یہ درست ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ۱۴۸)

دوسرا یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں اعتکاف کسی بڑے بزرگ اکابر کے ساتھ کیا جارہا ہو تو ایسا حجرہ صرف ان بڑے بزرگ اور اکابر ہی کا ہو سب کا نہ ہو، جیسا کہ حضرات صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ آپ نے اعتکاف کیا اور حجرہ صرف آپ کے لئے بنا نہ حضرات صحابہ کرام نے اپنے لئے بنایا اور نہ آپ نے بنانے کا حکم واشارہ کیا نہ انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ یا اجازت چاہی پس معلوم ہوا کہ جماعت میں سے ہر کے لئے یہ سنت ومستحب نہیں، خوب سمجھ لیا جائے۔ مگر جائز ہے۔

مزید علماء محققین شارحین حدیث یہ بھی قید بیان کر رہے ہیں کہ چادروں کے گھیرنے سے مسجد میں تنگی اور پریشانی نہ ہو، چنانچہ شرح مسند احمد میں ہے۔ مالم بقین علی الناس لئلا یقین علی غیرہ صفحہ ۲۴۵ اسی طرح مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ میں ہے صفحہ ۱۴۴۔

پس معلوم ہوا کہ معتکفین مسجد میں اپنے جائے اعتکاف کو اتنا نہ گھیرے کہ مسجد عام لوگوں کے لئے تنگ ہو جائے اوران کی پریشانی کا اور شکایت کا باعث ہو، چنانچہ اسی پر امت کا عمل بھی ہے کہ جہاں مشائخ بزرگ کی معیت اور صحبت میں اعتکاف کرتے ہیں وہاں صرف ان مقتدی بزرگ کے جائے اعتکاف ہی کو گھیرا اور حجرہ نما بنا دیا جاتا ہے۔

جائے اعتکاف میں بستر لگانا سنت سے ثابت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ کا بستر لگا دیا جاتا، یا آپ کی چارپائی اسطوانہ توبہ کے قریب لگا دی جاتی۔ (ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۲، ابن ماجہ)

فائدہ: علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو آپ کے لئے مسجد میں بستر لگا دیا جاتا، اور مسجد میں ستون توبہ کے قریب آپ کی چارپائی ڈال دی جاتی۔ (کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۲)

چونکہ اس میں ہر وقت مسجد میں رہنا ہوتا ہے سونے اور کھانے وغیرہ کی ضرورت ہی میں پوری کرنی ہوتی ہے بلا بستر کے مسجد میں سونا مناسب نہیں، اس لئے معتکف کے لئے بستر حسب ضرورت گدے تکیہ وغیرہ کا رکھنا جائز ہی نہیں مستحسن ہے۔

مسجد سے باہر جسم کا کوئی حصہ نکالنا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ حالت اعتکاف میں سر مسجد سے باہر نکال دیتے اور میں اسے دھو دیتی، اور میں حائضہ ہوتی۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۴، بخاری صفحہ ۲۷۲)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیض کی حالت میں ہوتیں جس کی وجہ سے وہ مسجد جا کر آپ کی خدمت نہیں کر سکتی، ادھر آپ کو خدمت کی ضرورت ہوتی، سر دھونے اور صاف کرنے کی ضرورت ہوتی تو آپ سر مبارک کو مسجد سے باہر حجرہ مبارکہ کی جانب کر دیتے، حضرت عائشہ حجرہ میں رہتے ہوئے آپ کے سر مبارک کو دھو دیتی تھیں، مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف خدمت دوسرے سے اپنی ضرورت وغیرہ میں لے سکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، مسجد سے متصل کمرہ ہو تو بیوی بھی کر سکتی ہے، اور یہ کہ جسم کا کوئی حصہ مسجد سے باہر ہو جائے اعتکاف نہیں ٹوٹتا مثلاً سر باہر کر کے جھانکنا۔

معتکف مسجد میں اپنا سامان رکھ سکتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ بیچ کے عشرہ

کا اعتکاف کیا، پھر جب ۲۰؍ کی صبح ہوئی تو ہم نے اپنے اپنے سامان کو منتقل کرنا شروع کر دیا۔

آپ ﷺ تشریف لائے، اور فرمایا جن لوگوں نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے اعتکاف کی طرف لوٹ جائیں (پھر اعتکاف اخیر عشرہ کا کریں)۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۲۷۳، ابن خزیمہ صفحہ۳۵۱)

فائدہ: اعتکاف میں کم از کم دس دن شب لیل قیام رہتا ہے، لہٰذا ضرورت انسانی کے تحت ضروری اور یومیہ استعمال ہونے والے سامان کے مسجد میں رکھنے کی ضرورت ہوگی، جس میں کھانے پینے اور سونے وغیرہ کے سامان ضرور ہوں گے۔

اسی طرح دوا کپڑے صابن وغیرہ، سو معتکف کو ان سامان کے رکھنے کی شرعاً اجازت ہے، کوئی قباحت نہیں، حضرات صحابہ کرام کا آپ ﷺ کے سامنے رکھنا سامان اس کے درست اور مشروع ہونے کی دلیل ہے، اسی وجہ سے محدث ابن خزیمہ نے باب قائم کیا ہے، **الرخصة فی وضع الامتعة ان یحتاج الیها المعتکف فی اعتکافه فی المسجد**۔ (صفحہ۳۵۱)

آپ اعتکاف کی حالت میں صرف پاخانہ پیشاب کے لئے گھر جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں جب ہوتے تو گھر سوائے پاخانہ و پیشاب کے تشریف نہ لاتے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۲۷۲، ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ۳۴۸)

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں صرف انسانی ضرورت پاخانہ و پیشاب کے علاوہ گھر تشریف نہ لاتے۔

فائدہ: معتکف کا اصل مقصد مسجد میں محصور ہو کر تقرب الٰہی حاصل کرنا ہے، خدا کے گھر پڑے رہنا یہ ایک مستقبل عبادت اور شان عبدیت و غلامی ہے، اور اس نے نیت کے ذریعہ عہد کیا ہے کہ آپ کے گھر اتنے دن پڑا رہوں گا جب تک کہ ماہ مبارک ختم نہ ہوگا۔ لہٰذا کسی شدید ضرورت کے علاوہ مسجد سے نکلنا اس کے عہد کے خلاف ہوگا۔

اور ایسی شدید ضرورت جو مسجد سے باہر ادا ہوتی ہے وہ پاخانہ پیشاب ہے، لہٰذا معتکف کو پاخانہ و پیشاب کے علاوہ کسی اور گھریلو ضروریات یا عیادت وغیرہ کے نکلنا جائز نہ ہوگا۔

آپ ﷺ صرف پاخانہ پیشاب کے لئے گھر تشریف لاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ معتکف پاخانہ پیشاب کے لئے مسجد سے باہر نکل کر میدان و جنگل میں بھی جا سکتا ہے، اور اپنے گھر کے پاخانہ میں بھی جا سکتا ہے، اور وہاں ٹھہرے نہ فوراً فارغ ہو کر چلا آئے، ہاں وضو کر سکتا ہے، علامہ عینی نے بدائع کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رات دن کسی وقت بھی پاخانہ پیشاب کے علاوہ کھانے پینے سونے اور مریض کی عیادت یا شرکت جنازہ کے

لئے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، خواہ بھول کر ہی کیوں نہ نکل جائے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۴۵)

اگر پنجگانہ جماعت ہوتی ہو مگر جمعہ نہیں ہوتا ہو تو معتکف جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جا سکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (بنایہ صفحہ ۷۴۷)

معتکف مریض کی عیادت نہیں کرسکتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے اور مریض کے پاس سے گزرتے تو گزر جاتے، مڑ کر ان سے حالت وخیریت نہ پوچھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۵)

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سنت (یعنی آپ ﷺ کے طریقہ) سے ہے کہ اعتکاف کی حالت میں نہ مریض کی عیادت کرے، نہ جنازہ میں حاضر ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۵)

سنرت عبدالرحمن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کرتے ہیں کہ معتکف مریض کی عیادت نہیں کر سکتا۔ (موطا امام مالک صفحہ ۹۹)

فائدہ: مریض کی عیادت ثواب عظیم کا باعث ہے، بسا اوقات واجب ہوتا ہے کہ اس کی عیادت اور تیمارداری کرے کم از کم اس کے پاس اس کی خیریت وعافیت معلوم کرے، تسلی دے، دعا کرے، مگر معتکف کے لئے یہ جائز نہیں۔ اس کے ذمہ سے اعتکاف عظیم کے بدلہ معاف ہے اور اسے بحالت اعتکاف فضل وکرم خداوندی سے ان امور کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ معتکف کو صرف پاخانہ پیشاب کے لئے ہی نکلنے کی اجازت ہے۔

جسے ضرورت طبعی اور بشری کہتے ہیں اور یہ مریض کی عیادت اس سے خارج ہے اس لئے مریض کی عیادت کے لئے گیا اور رک کر خیریت وعافیت معلوم کی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اس لئے روایت میں ہے آپ گھر پاخانہ پیشاب کے لئے تشریف لے جاتے تو کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس کے پاس سے سیدھے گزر جاتے اس کی طرف نہ مڑتے رکتے اور رک کر حالت دریافت نہ فرماتے۔

ہاں گزرتے ہوئے بلا رکے اور ٹھہرے حالت دریافت کی جاسکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۲)

چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ عروہ اور عمرہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب مسجد میں (مساجد البیوت میں) اعتکاف کرتی تھیں اور پاخانہ وپیشاب کے لئے نکلتی تھیں تو مریض کی عیادت نہیں کرتی تھیں ہاں مگر یہ کہ گزرتے ہوئے چلتے ہوئے پوچھ لیتی تھیں۔ (جلد ۳ صفحہ ۳۴۸)

نماز کے وضوء کے لئے آپ مسجد سے باہر نکلتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو گھر

تشریف نہ لاتے ہاں مگر انسانی حاجت پاخانہ پیشاب کے لئے (اور یا) جب وضو کا ارادہ کرتے۔

(مسند احمد الفتح الربانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۸)

فائدہ: چونکہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں وضو خانہ نہیں تھا، اور وضو نماز کے لئے ضروری ہے، اس لئے آپ وضو کرنے کے لئے گھر تشریف لے جاتے، اس زمانے میں چونکہ مسجد سے متصل عین مسجد سے خارج وضو خانہ ہوتا ہے، اس لئے گھر کے بجائے مسجد ہی میں وضو کرے۔ خیال رہے کہ جن عبادتوں کے لئے وضو ضروری ہے، اس کے لئے تو مسجد سے خارج وضو خانہ میں جا کر وضو کر سکتا ہے۔ جیسے اشراق اوابین وغیرہ، اسی طرح تلاوت کلام پاک کے لئے بھی معتکف وضو خانہ جا سکتا ہے۔

البتہ وضو ہو اور پھر وضو پر وضو کرنا ہو جو مستحب یا اولیٰ ہے، اس کے لئے اگر وضو خانہ جائے گا تو جائز نہ ہوگا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

بعض روایت میں ہے کہ آپ نے مسجد میں وضو کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بڑے برتن میں وضو کا پانی گرا کر وضو کیا، چونکہ مسجد میں اس کے فرش پر وضو کا پانی گرانا جائز نہیں معتکف کے لئے اس کی اجازت ہے کہ اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرے کسی برتن وغیرہ میں اس کا پانی آئے اور اسے پھر مسجد کے باہر ڈال دے۔

خیال رہے کہ وضو خانہ مسجد کی حد سے خارج ہوتا ہے، بلا ضرورت شرعی جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مردوں کے لئے اسی مسجد میں اعتکاف ہے جہاں جماعت ہوتی ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ اعتکاف نہیں ہے مگر اس مسجد میں جس میں جماعت ہوتی ہو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت نافع نے کہا کہ مجھ کو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد کا وہ مقام دکھایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۳۱۵)

قتادہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے اس مسجد میں اعتکاف نہیں جہاں جماعت نہ ہوتی ہو۔ (سنن کبریٰ جلد صفحہ ۳۱۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد جماعت کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں۔

(عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۳۴۷)

شداد نے ذکر کیا کہ ایک شخص خیمہ کی ایک مسجد میں، (جس میں سفر کے موقع پر عارضی طور پر جماعت ہوتی ہے) اعتکاف کیا۔ حضرت ابن مسعود کو اطلاع دی گئی وہ آئے اور اس آدمی کو خیمہ سے نکال باہر کر دیا۔ لوگوں نے اس پر تحسین اور تعریف کی۔ (مسند عبدالرزاق جلد۴ صفحہ ۳۴۸)

فَائِدَہ: چونکہ وہ مسجد تھوڑے ہی تھی۔

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں محلوں کی مساجد میں اعتکاف کرنے سے کوئی حرج نہیں اور حضرت سعید بن جبیر نے اپنی قوم کی مسجد میں اعتکاف کیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۹۰)

حضرت حذیفہ نے حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے فرمایا اعتکاف نہیں مگر تین مسجدوں میں یا مسجد جماعت میں۔ (نیل الاوطار جلد۴ صفحہ ۲۶۹)

فَائِدَہ: آپ ﷺ نے مسجد ہی میں اعتکاف فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے اعتکاف ایسی ہی مسجد میں ہو سکتا ہے جہاں جماعت ہوتی ہو۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے المسجد شرط للاعتکاف۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۸)

مردوں کے لئے سب سے افضل جگہ اعتکاف کے لئے مسجد حرام ہے۔ پھر مسجد نبوی پھر جامع مسجد پھر وہ مسجد جہاں نمازی زائد ہوں۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۲)

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا اسی مسجد میں اعتکاف صحیح ہے جہاں پانچوں نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو۔ (مرقاۃ جلد۴ صفحہ ۳۳۰)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں بدائع کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ اعتکاف خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو مسجد جماعت کے علاوہ میں درست نہیں۔ (بنایہ صفحہ ۷۴۶)

علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں حافظ کے قول کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے۔ (جلد۴ صفحہ ۲۶۸)

اعتکاف واجب کی قضا کا حکم فرماتے

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے ذکر کیا کہ یوم جعرانہ کے موقع پر میں نے نذر مانی تھی کہ اعتکاف کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اعتکاف کرو اور روزہ رکھو۔

(سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک رات اعتکاف کی مسجد حرام میں نذر مانی تھی تو انہوں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا جاؤ اعتکاف کرو۔

(نسائی صفحہ ۱۴۷)

فَائِدَہ: اگر اعتکاف کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، اگر اس وقت ادا نہ کرے تو بعد میں اس کی قضا واجب رہتی ہے۔ اگر کسی نے ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تو اس کے ساتھ شب بھی شامل کرنی ہوگی۔ اور صرف رات کا اعتکاف درست نہیں۔ چونکہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ ضروری ہے۔ اور رات میں روزہ نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

اسی طرح عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کیا اور اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہوگیا تو اس کی قضا ایک دن کی واجب ہوگی چونکہ یہ اعتکاف بھی مثل واجب کے ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۹۲)

مزید قضاء کے مسائل آداب الاعتکاف میں بتفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں مسجد سے کب نکلنا بہتر ہے

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے اعتکاف کیا پھر وہ مسجد سے عید میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوکر آئے۔ (استذکار صفحہ ۲۹۴)

امام مالک فرماتے ہیں کہ انہوں نے اہل علم تابعین عظام کی جماعت کو دیکھا کہ وہ عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرتے تھے اور وہ اپنے گھر میں اس وقت تک تشریف نہیں لاتے جب تک کہ وہ عید کی نماز مسلمانوں کے ساتھ پڑھ لیتے۔ (استذکار صفحہ ۲۹۵)

حضرت ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ لوگ (حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام) مستحب سمجھتے تھے کہ شب عید مسجد میں گزاریں اور وہیں سے صبح عید کے لئے نکلیں۔ (استذکار صفحہ ۲۹۶)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اعتکاف تو سورج ڈوبتے ہی شب عید الفطر میں پورا ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی عید کا چاند نظر آیا یا شرعی طور پر اس کا ثبوت ہوا معتکف کا مسجد سے نکلنا اور گھر آنا جائز ہو جاتا ہے۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے یہاں (بلکہ امام مالک کے یہاں بھی) جیسے ہی عید کا چاند نظر آیا اعتکاف پورا ہوگیا۔ (پس اس کے لئے نکلنا جائز اور مباح ہوگیا) ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ سورج کے غروب ہوتے ہی وہ مسجد سے باہر آسکتا ہے۔ (استذکار صفحہ ۲۹۷)

لیکن اعلیٰ بہتر مستحب یہ ہے کہ شب عید بھی عبادت واعتکاف میں گزارے۔ تاکہ شب عید کی عبادت کی جو فضیلت ہے کہ جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے شب عیدین میں عبادت کرنے والوں کا دل زندہ رہے گا۔ اس کا پانے والا ہو جائے۔ جہاں دس رات بسر کی وہاں ایک رات اور بسر کرے ثواب عظیم کا حامل ہوگا۔ اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اس فضیلت پر عمل کرتی تھی۔

روزہ نہیں تو عشرہ اخیرہ کا اعتکاف بھی نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعتکاف بلا روزے کے نہیں ہے۔

(سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۳۱۷، دار قطنی جلد۲ صفحہ ۲۰۰)

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد اور نافع نے کہا بغیر روزے کے اعتکاف نہیں۔

(استذ کار جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۷، موطا امام مالک صفحہ ۱۰۱)

حضرت عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے کہ بلا روزے کے اعتکاف نہیں۔ (استذ کار جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جو اعتکاف کرے روزہ رکھے۔

(سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۱۷، مسند عبدالرزاق جلد۴ صفحہ ۳۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بغیر روزے کے اعتکاف نہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۸۷)

حضرت مغیرہ نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ وہ اعتکاف کو بلا روزے کے درست نہیں سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۸۷)

شرح مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا روزے کے اعتکاف نہیں کیا۔ (بلاغ الامانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۴)

ابن عبدالبر مالکی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، قاسم محمد بن محمد، نافع مدنی، عروہ بن زبیر، عامر شعبی ابن شہاب زہری، سفیان ثوری، اوزاعی، حسن بن حی، اور حضرت امام اعظم، ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ یہ سب حضرات اس کے قائل تھے کہ اعتکاف کرنا بلا روزے کے درست نہیں۔ اسی کے قائل عطاء لیث، طاؤس ہیں۔ (استذ کار جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف واجب ہو یا سنت موکدہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف اس کے لئے روزہ کی حالت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر روزہ مثلاً کسی مرض وغیرہ عذر ضعف و کبر سنی کی وجہ سے نہیں رکھ سکا تو اس کا عشرہ اخیرہ کا سنت موکدہ اعتکاف نہیں ہوگا۔ چنانچہ فقہاء کرام نے بھی اسے ضروری لکھا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"ان الصوم شرط ایضا فی الاعتکاف المسنون، لانه تقدر ما العشر الاخیر حتی لو اعتکفه بلا صوم لمرض او سفر یعمی ان لا بصح عنه بل یکون نفلاً فلا تحصل به اقامة سنة الکفایة" (جلد۲ صفحہ ۴۴۲)

خیال رہے کہ نفلی اعتکاف جو رمضان اور غیر رمضان میں پورے دن کا اور یا تھوڑی دیر کا بھی ہوتا ہے اس کے لئے روزہ لازم اور شرط نہیں لہٰذا اعتکاف خواہ جب بھی کرے وہ بلا روزے کے صحیح ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں اگر مرض ہو یا عذر ضعف و پیری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ رہا ہو تو عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نفل کی نیت سے کرسکتا ہے۔ اگر صرف سنت کی نیت سے کیا تو نفل ہوگا اور اس کے ٹوٹنے پر قضا کرنا نہ ہوگا۔

ابن قیم نے کہا کہ جمہور اسلاف کے یہاں اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔ (نیل الاوطار جلد۴ صفحہ ۲۶۸)

خیال رہے کہ واجب اور سنت موکدہ دونوں کے ادا اور قضاء کے لئے شرط ہے۔ اگر اعتکاف مسنون کی قضا کرے گا تو ایک روزہ رکھ کر قضا کرے گا۔

تفصیل اور وضاحت کے لئے آداب الاعتکاف جو اعتکاف کے موضوع پر نہایت مفصل رسالہ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اس کی فضیلت کے حصول کے لئے فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیچ کے عشرہ کا کیا۔ چنانچہ ۲۰ر کو ہم لوگ لوٹ آئے (یعنی اعتکاف سے نکل آئے) آپ ﷺ سوئے تو آپ کو خواب میں شب قدر بتا دی گئی۔ پھر بھلا دی گئی شام کو آپ منبر پر تشریف لائے اس پر بیٹھ کر وعظ فرمایا اور کہا جس نے اعتکاف کیا تھا پھر وہ اعتکاف کرنے چلا آئے۔ (چونکہ شب قدر اخیر عشرہ کی کسی رات میں ہے)۔

(ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۲۴۴)

صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے وسط عشرہ کا آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا۔ بس ۲۰ر کی صبح کو ہم لوگ نکل آئے (کہ اس دن کا اعتکاف پورا ہوگیا) آپ نے ۲۰ر کی صبح کو وعظ فرمایا اور کہا کہ مجھے شب قدر خواب میں دکھلائی گئی پھر بھلا دی گئی۔ سوائے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، .... پس جس نے میرے ساتھ (وسط عشرہ کا) اعتکاف کیا پھر وہ اعتکاف کے لئے لوٹ آئے چنانچہ لوگ مسجد واپس چلے آئے (اور عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کیا تاکہ شب قدر مل جائے)۔ (بخاری صفحہ ۲۷۲)

فائدہ: اس روایت میں ذکر ہے کہ اولاً آپ نے بیچ عشرہ کا اعتکاف فرمایا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی کسی طاق رات میں ہے تو آپ نے حضرات صحابہ سے دوبارہ پھر عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو فرمایا اور خود بھی اعتکاف فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کا اولین مقصد شب قدر کی تلاش اور اس کی فضیلت کو حاصل کرنا ہے۔ کہ اعتکاف کی صورت میں وہ سوتا ہوا بھی یعنی عبادت گزار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہ شب قدر اخیر عشرہ میں ہوتی ہے۔ آپ تاحین حیات اخیر عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے۔ اگر کسی سے پورے عشرہ کا اعتکاف نہ ہوسکے تو کم از کم طاق راتوں کا ہی اعتکاف کرے شاید یہ فضیلت حاصل ہو جائے۔ نہیں تو عبادت رمضان کا عظیم ثواب تو پائے گا ہی۔

اعتکاف کے فضائل اور ثواب

اعتکاف سے پچھلے گناہ معاف

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اعتکاف کرے گا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۷۴، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۵۲۴)

معتکف گناہوں سے محفوظ اور بلا نیکی کئے نیکی کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعتکاف کرنے والا ایک تو تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ دوسرے اس کے لئے وہ تمام نیکی کرنے والے کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جسے وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں اعتکاف کے دو خاص فائدے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک گناہ سے حفاظت، یہ بہت بڑی دولت ہے کہ بسا اوقات ایسے حالات و اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی خلاف شرع باتیں سرزد ہو ہی جاتی ہیں۔ اور حالت اعتکاف میں ان سے حفاظت رہتی ہے۔ دوسرا یہ کہ بہت سے نیک اعمال جسے معتکف اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا مثلاً مریض کی عیادت، جنازہ کی شرکت وغیرہ ان کا ثواب بلا کئے ملتا ہے۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے۔ مگر ہم دنیاوی مشاغل اور نفس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے محروم رہتے ہیں۔

کسی ایک عشرہ کا ثواب دو حج دو عمرہ کے برابر

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان کے کسی ایک عشرہ کا اعتکاف کرے گا گویا اس نے دو حج دو عمرے کئے۔ (بیہقی، ترغیب صفحہ ۱۳۹، کنز العمال صفحہ ۵۳۰)

کس قدر آسان عمل اور عظیم ثواب، ایک عشرہ کا اعتکاف کوئی مشکل کام نہیں اور نہ اس کا کوئی صرفہ مگر ثواب حج اور عمرہ کے برابر۔ اللہ کا کتنا بڑا فضل وانعام ہے۔

ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت جہنم کے درمیان تین خندق حائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور سلام کر کے چپ چاپ بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا بات ہے۔ میں تم کو غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں پریشان ہوں فلاں کا مجھ پر حق ہے اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے

پر قادر نہیں۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا میں اس سے بڑی سفارش کروں۔ اس نے کہا جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ حضرت ابن عباس نے یہ سن کر جوتا پہنا اور مسجد سے (اعتکاف کے باوجود) باہر تشریف لے آئے۔ اس نے عرض کیا۔ کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے۔ فرمایا بھولا نہیں ہوں۔ بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے۔ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے اور کوشش کرے اس کے لئے یہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا بھی اعتکاف اللہ پاک کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں (بڑی کھائیاں) آڑ فرما دیتے ہیں۔ جن کی مسافت آسمان اور زمین کے درمیانی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔ (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ کم مقدار ہوگی)۔ (ترغیب)

فائدہ: اس حدیث پاک سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان ۳/ خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہوتی ہے جتنا سارا جہاں ایک دن سے زیادہ جس قدر اعتکاف ہوگا اسی قدر اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔

دوسرا یہ کہ جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ کسی مسلمان کی ضرورتوں کا پورا کرنا ہے، جس کا اجر ثواب دس برس کے ثواب سے بھی افضل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں کی کہ اس اعتکاف کی تلافی پھر ہو سکتی ہے اور اس کی قضا کی جا سکتی ہے۔ مگر کسی کے دل کی تلافی وقت کے بعد نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے صوفیہ کا مقولہ ہے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ٹوٹے دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پریشان حال کی مدد و اعانت کا حدیث پاک میں کثرت سے تاکید اور فضیلت کا ذکر ہے کہ جو کسی کی پریشانی کو دنیا میں دور کرے گا خدا آخرت میں اس کی پریشانی کو دور کرے گا۔ افسوس کہ آج کے دور میں ایسے بیوقوفوں اور کم عقلوں کا کام سمجھا جاتا ہے۔ کل قیامت میں اس کا پتہ چلے گا یہ بیوقوفوں کا کام تھا یا چالاک لوگوں کا۔

نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کے لئے بھی جائز اور باعث ثواب ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دودھ دوہنے کی مقدار بھی اعتکاف کیا اس نے جان کو آزاد کیا۔

(نیل الاوطار صفحہ ۲۶۸، طبرانی فی الاوسط، بلوغ الامانی شرح مسند احمد صفحہ ۳۵۳)

فائدہ: خیال رہے کہ اعتکاف واجب ۲۴ گھنٹے ایک دن سے کم کا نہیں ہوتا اعتکاف سنت موکدہ ایک عشرہ سے

کم نہیں ہوتا۔ ایک عشرہ سے کم ہوگا تو اعتکاف نفل ہو جائے گا۔

اعتکاف نفل کی کوئی مقدار متعین نہیں وہ ایک گھنٹہ اور ایک منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ابن ہمام لکھتے ہیں امام محمد کے قول میں ایک منٹ کا بھی اعتکاف درست ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۹۴)

شامی میں ہے نفلی اعتکاف ہر گھڑی دن رات صبح وشام کیا جاسکتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

بحرالرائق اور شامی میں ہے (نفلی اعتکاف کے لئے نہ کوئی وقت شرط ہے اور نہ مقدار)۔

اسی طرح نفلی اعتکاف نہ ٹوٹتا ہے نہ فاسد ہوتا ہے نہ اس کی قضا واجب ہوتی ہے۔

(طحاوی علی الدر صفحہ ۴۷۴، بحرالرائق صفحہ ۳۲۴)

مغرب سے عشاء تک کے اعتکاف کا ثواب

علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مغرب سے عشاء تک مسجد جماعت میں (جہاں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو) اعتکاف کیا اور سوائے نماز کے اور تلاوت قرآن پاک کے (ذکر وغیرہ) گفتگو نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بنائیں گے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۱۲)

یہ اعتکاف نفلی ہے۔ مغرب سے عشاء تک کا وقت کوئی زائد نہیں رہتا۔ مگر اس کے اعتکاف کا ثواب کتنا زائد ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ پاک بندوں کو نوازنے کے لئے بہانہ بنا رہے ہیں۔

عموماً یہ وقت کاروبار کا بھی نہیں ہوتا۔ فارغ رہتا ہے۔ فرصت بھی بسا اوقات رہتی ہے۔ کبھی کبھی کر لینا چاہئے تاکہ جنت میں محل کا استحقاق ہو جائے۔ آخرت اور جنت کا یہ محل کس قدر آسان اور مفت ہے۔ خدا کرے ہمیں اس کی اہمیت معلوم ہو جائے۔

معتکف مسجد کے اوتاد اس کے ہم نشین دوست فرشتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسجد کے کچھ لوگ اوتاد ہیں۔ ان کے ہم نشین احباب فرشتے ہوتے ہیں اگر یہ مسجد سے چلے جاتے ہیں تو یہ ان کو تلاش کرتے ہیں۔ اگر یہ بیمار ہو جاتے ہیں تو یہ ان کی مزاج پرسی عیادت کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ (الفتح الربانی مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: بیوت اللہ، خدا کی مساجد، فرشتوں کے اڈے اور جمع ہونے کی جگہ ہیں۔ یہاں کثرت سے ان کا قیام اور آمد و رفت ہوتی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں مسجد کے معتکفین حضرات ان کے مصاحب اور ہمنشین ہوں گے۔ فطرت اور محبت کا تقاضہ ہے کہ آدمی اپنے مصاحب سے انس حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے نہ موجود ہونے پر اسے تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات ملائکہ معتکفین سے مانوس ہو جانے پر ان کی ہم نشینی سے خوشی اور حظ حاصل

کرتے ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اوتاد جو ولایت اور اولیاء کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے وہ مراد ہو۔ بہر صورت معتکفین کی اہمیت اور فضیلت اس سے معلوم ہوتی ہے۔

معتکف شب قدر کی فضیلت وثواب حاصل کر لیتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے لئے تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو کوئی نیکی کرنے والا کرتا ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۱۹۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ معتکف اعتکاف کی صورت اگر کوئی عبادت نہیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔ تب بھی اعتکاف کی وجہ سے اسے نیکی اور عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ اس کے سونے اور خاموش رہنے پر بھی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا ہر وقت وہ عبادت گزار ہوتا ہے۔ ادھر اخیر عشرہ کی کسی نہ کسی رات میں شب قدر ہوتی ہے۔ جب وہ ان ایام میں معتکف ہوگا اور اتفاقاً وہ شب قدر میں سوتا بھی ہوگا تب بھی اعتکاف کی وجہ سے وہ شب قدر میں عبادت گزار شمار ہوگا۔ اور اس کی فضیلت پالے گا۔ لہٰذا معتکف بہر صورت شب قدر یا اس کا ثواب پالے گا۔ اسی وجہ سے آپ نے اہتماماً اعتکاف کیا ہے۔ اور اپنے اصحاب کو تاکید کی ہے۔ لہٰذا جسے شب قدر کی بیش بہا دولت پانی ہو وہ اعتکاف کو لازم پکڑے۔

اعتکاف کے متعلق چند اہم مسائل

* رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔
* اخیر عشرہ کا اعتکاف محلے یا مسجد کے کسی شخص نے ادا کر دیا تو سب کی جانب سے واجب ادا ہو گیا۔

(شامی جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

* اخیر عشرہ کے علاوہ کا مثلاً شروع کے ۲۰ ردنوں کا اعتکاف اسی طرح رمضان کے علاوہ کا اعتکاف خواہ ایک ساعت کا ہو نفل ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱)
* رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱)
* اگر کوئی شخص کسی عذر مثلاً ضعف و پیری یا مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا تو عشرہ اخیرہ کا سنت موکدہ اعتکاف نہیں کر سکتا۔ ہاں نفلی اعتکاف کر سکتا ہے۔ (الشامی صفحہ)
* بڑی بستی یا شہر کے کئی محلے ہوتے ہیں تو ہر محلے پر عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہے۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۳۶)

* لہٰذا بڑے شہر کے ایک محلے کا اعتکاف دوسرے محلے والوں کے لئے کافی اور وجوب ادا کا باعث نہ ہوگا۔

❋ معتکف خواہ کسی محلے یا بستی کا ہو۔ جہاں اعتکاف کرے گا وہیں کے لوگوں کا اعتکاف مسنون ہوگا۔
(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۶ صفحہ ۵۱۲)

❋ عشرہ اخیرہ رمضان کے اعتکاف میں ۲۰ رمضان کی شام کو سورج ڈوبنے سے قبل مسجد میں اعتکاف کی نیت سے آجانا لازم ہے۔ ورنہ اگر مغرب کے بعد مسجد میں آیا تو اعتکاف مسنون نہ ہوگا۔ نفل ہو جائے گا۔
(مسائل ارکان صفحہ ۲۳۱)

❋ مردوں کے لئے اعتکاف کی جگہ صرف وہ شرعی مساجد ہیں جہاں نماز و جماعت ہوتی ہو۔

❋ جو مسجد ویران ہو، اسی طرح ندی تالاب کے کنارے یا قبرستان و مزار کے قریب مسجد جہاں پنجوقتہ نماز نہ ہوتی ہو۔ وہاں اعتکاف کرنا درست نہیں۔ (طحطاوی علی الدر صفحہ ۴۷۳)

❋ مسجد میں معتکف ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے منتقل ہوسکتا ہے۔
(محمودیہ صفحہ ۵۹)

❋ اعتکاف مسنون کی انتہاء ۲۹ر کو چاند نظر آنے پر یا ۳۰ر پورا ہونے پر سورج ڈوبنے کے بعد تک ہے۔ اگر مسجد سے سورج ڈوبنے سے قبل نکل آیا تو اعتکاف مکمل نہ ہوا۔ فاسد ہوگیا۔ (شامی صفحہ)
ہاں سورج ڈوبنے کے بعد نماز مغرب سے قبل نکل آیا تو اعتکاف صحیح ہوگا۔

❋ اعتکاف عشرہ اخیرہ میں بہتر ہے کہ عید کی نماز پڑھ کر گھر آئے۔

نفلی اعتکاف کے چند اہم مسائل

❋ نذر، منت اور رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کے علاوہ تمام اعتکاف نفلی ہیں۔

❋ نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔

❋ نفلی اعتکاف کے لئے نہ کوئی وقت شرط ہے نہ کوئی مقدار دن رات صبح شام ہر گھڑی کیا جا سکتا ہے۔ ایک دن کا بھی ہوسکتا ہے اور ایک دو منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔

❋ جب بھی مسجد میں جائے جتنی دیر رہنا ہو اعتکاف کی نیت کرے، تو عبادت کے علاوہ اعتکاف کا بھی ثواب ملے گا۔ (بحرالرائق جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

❋ نفلی اعتکاف نہ ٹوٹتا ہے نہ فاسد ہوتا ہے اور نہ اس کی قضا ہوتی ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۱۵)

❋ رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرہ کا اعتکاف نفلی ہے۔ جو ان دنوں کا اعتکاف کرے گا اس پر نفلی اعتکاف کے احکام جاری ہوں گے۔ لہٰذا بلا ضرورت کے بھی اگر نکل گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ اور اس کی قضا نہ کرنی ہوگی۔

❊ اگر کسی نے پورے ماہ کا اعتکاف کیا تو شروع کے بیس دن کے اعتکاف نفلی اور آخیر عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہوگا۔ دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔

عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے چند مسائل

❊ عشرہ اخیرہ اور واجب اعتکاف میں سوائے حاجت طبعیہ اور شرعیہ کے نکلنا درست نہیں ہے۔
❊ حاجت طبعیہ: پاخانہ، پیشاب اور غسل جنابت اور کھانا پینا وغیرہ ہے۔
❊ حاجت شرعیہ: جمعہ کی نماز کے لئے نکلنا ہے جب کہ جمعہ کی نماز اس مسجد میں نہ ہوتی ہو۔
❊ بیت الخلاء اگر مسجد میں نہ ہو تو معتکف گھر آسکتا ہے۔
❊ پاخانہ کے لئے مسجد کے باہر اپنے گھر دوسرے کے گھر، میدان وجنگل بھی جا سکتا ہے۔
❊ پاخانہ پیشاب کے لئے نکلا واپسی پر وضو کرتا آیا درست ہے۔
❊ پاخانہ پیشاب کے لئے نکلا، بیت الخلاء خالی نہ ہونے کی وجہ سے رکنا پڑا، نمبر لگانا پڑا سو اس میں تاخیر کوئی حرج نہیں۔
❊ لنگی یا کپڑے میں نجاست لگ گئی تو اسے دھونے کے لئے معتکف مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔

(آداب الاعتکاف صفحہ ۶۶)

معتکف کو جن امور کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے

❊ وضو کرنے کے لئے اور غسل جنابت کے لئے اور کھانا لانے کے لئے جب کوئی کھانا لانے والا نہ ہو اور جمعہ کی نماز کے لئے جب اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو اس مسجد سے معتکف کو نکلنا جائز ہے۔
❊ تلاوت کلام اور تمام نفلی نمازوں کے لئے وضو کے واسطے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔
❊ وضو پر وضو کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا درست نہیں نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔
❊ پیاس لگی ہے مسجد میں پانی نہیں ہے باہر ہے کوئی لانے دینے والا نہیں ہے۔ تو معتکف مسجد سے باہر جا کر پانی لا سکتا ہے یا پی سکتا ہے۔
❊ مسجد میں بیت الخلاء ہے مگر بہت گندا باعث تکلیف، گھر میں یا کسی دوسری جگہ صاف ہے تو مسجد سے باہر صاف بیت الخلاء میں جا سکتا ہے۔ (آداب الاعتکاف صفحہ ۶۶)
❊ معتکف نے جس گاؤں یا بستی میں اعتکاف کیا ہے وہاں شرعاً جمعہ واجب نہیں ایسی صورت میں معتکف کو جمعہ پڑھنے کے لئے شہر یا قصبہ میں نکلنا درست نہیں، نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (محمودیہ جلد ۷ صفحہ ۲۹۹)
❊ گواہی دینے کے لئے ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے مگر اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

❁ والدین یا بچہ یا بیوی کی شدت مرض یا علاج و تیمارداری کے لئے مسجد سے باہر آنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں لازم ہے مگر اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ گو گناہ نہ ہوگا۔ (آداب الاعتکاف صفحہ۸۶)

❁ مسجد میں وضو کا پانی نہ ہو تو وضو کے پانی کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ (آداب الاعتکاف صفحہ۸۶)

❁ معتکف اگر بیمار ہو گیا، بیماری شدید ہو گئی، مسجد میں رکے رہنا مشکل ہو گیا تو وہ مسجد سے باہر علاج کے لئے یا گھر جانے کے لئے اعتکاف توڑ سکتا ہے۔ قضا ادا کرنی پڑے گی گو گناہ نہیں ملے گا۔ (بحرالرائق جلد۲ صفحہ۲۶)

اعتکاف فاسد ہونے کے متعلق چند مسائل کا ذکر

❁ اگر مسجد کی حد سے معتکف ایک سیکنڈ بھی نکل جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ جلد۱ صفحہ۲۱۳)

❁ اگر بھول سے ''یا بالکل ذہن اور خیال میں نہیں رہا کہ معتکف ہوں'' نکل گیا۔ تب بھی اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (گو گناہ نہ ہوگا)۔ (طحطاوی علی المراقی)

❁ مریض و بیمار کی عیادت کے لئے نکلا خواہ بیٹا بیوی کیوں نہ ہو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (طحطاوی)

❁ کسی کے بارے میں شہادت اور گواہی کا دینا ضروری تھا اس کے لئے مجبوراً نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (شامی صفحہ)

❁ اگر روزہ کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو اعتکاف بھی فاسد ہو جائے گا۔ (بحرالرائق جلد۲ صفحہ۳۱۱)

❁ عذر اور مجبوری کی وجہ سے نکلا تو گو گناہ نہ ہوگا مگر اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ صفحہ)

❁ پاخانہ پیشاب یا وضو وغیرہ کے لئے نکلا فارغ ہونے کے بعد ٹھہر گیا رک کر کسی سے باتیں کرنے لگا تو اعتکاف فاسد ہو گیا۔

❁ بال و حجامت بنوانے کے لئے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ جلد۲ صفحہ۳۲۱)

❁ جمعہ کے غسل کے لئے جو مستحب ہے مسجد سے باہر غسل خانہ میں جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

❁ منجن یا مسواک کرنے کے لئے مسجد سے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

❁ بیڑی سگریٹ پینے کے لئے مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اور مسجد میں اس کا پینا درست نہیں۔ (رحیمیہ جلد۲ صفحہ۲۰۲)

❁ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو مسجد سے باہر آجانا ضروری نہیں بلکہ ایام کا نفل اعتکاف کرے۔ (آداب الاعتکاف صفحہ۹۰)

❁ بدخوابی یا احتلام سے نہ روزہ فاسد ہوتا ہے اور نہ اعتکاف ٹوٹتا ہے۔

❁ بھول کر معتکف نے کھا پی لیا تو نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ اعتکاف فاسد ہوگا۔ (ہندیہ جلد۲ صفحہ۲۱۲)

❊ پاخانہ پیشاب کے لئے نکلا فارغ ہونے کے بعد واپسی میں ایک جنازہ مل گیا اس میں شریک ہوگیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (شامی)

❊ اگر معتکف ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر گیا اور فوراً مسجد چلا آیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (ہندیہ جلد ۴ صفحہ ۲۱۲)

❊ اگر کوئی کھانا گھر سے لانے والا نہ ہو تو خود کھانا لانے گھر جا سکتا ہے۔ اور گھر میں کھانا کھا بھی سکتا ہے۔ اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ ہاں مگر فارغ ہونے کے بعد رکے نہیں۔

معتکف کو جن امور کی اجازت ہے

❊ حالت اعتکاف میں معتکف کا مسجد میں سونا کھانا ناشتہ کرنا وغیرہ سب مسجد میں ہی ہوگا۔

❊ معتکف کو حسب ضرورت تمام سامان مسجد میں رکھنا جائز ہے۔

❊ معتکف مسجد میں چارپائی لاکر اس پر سو بھی سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں بحالت اعتکاف چارپائی کا استعمال کیا ہے۔ گو اس دور میں مسجد کی ہیئت کی اس کی اجازت نہیں دیتی کہ عرف اور ماحول میں اس کو قبیح سمجھا جاتا ہے۔

❊ معتکف کو کھانے پینے کے لئے دستر خوان کا استعمال لازم ہے تاکہ مسجد کی بے ادبی نہ ہو۔

❊ معتکف پورے جسم کے بجائے ہاتھ پیر سر یا جسم کی کوئی چیز نکالے تو اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

(بحرالرائق صفحہ ۳۲۶)

❊ معتکف مسجد میں وضو اور غسل کر سکتا ہے مگر اس طور پر کہ پانی مسجد میں نہ گرے۔ (آداب الاعتکاف صفحہ ۸۷)

❊ معتکف اپنے ساتھ کھانے پینے کی تمام اشیاء اور دوا دارو وغیرہ رکھ سکتا ہے۔

❊ معتکف مسجد میں مباح باتیں کر سکتا ہے اور غیر معتکف کو مسجد میں مباح بات کی اجازت نہیں۔

(آداب الاعتکاف صفحہ ۸۷)

❊ معتکف مسجد میں اپنا کپڑا سی سکتا ہے۔ غیر معتکف کو جائز نہیں۔ (جوہرنیرہ صفحہ ۱۴۷)

❊ طبیب و ڈاکٹر، مریض کو مسجد میں دیکھ سکتا ہے۔ دوا اور نسخہ لکھ سکتا ہے۔ (دار العلوم جلد ۶ صفحہ ۵۰۲)

❊ معتکف کے لئے مسجد میں رہتے ہوئے خرید و فروخت کرنا درست ہے غیر معتکف کو درست نہیں۔

قضاء کے مسائل

واجب اور عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے فاسد ہونے پر قضا واجب ہے۔

❊ جس دن کا اعتکاف فاسد ہوا صرف اسی ایک دن کی قضاء واجب ہے۔ اور بہتر ہے کہ پورے عشرہ کی قضاء کرے۔ (آداب الاعتکاف صفحہ ۹۰)

❊ قضاء روزے کے ساتھ ہوگی۔ بلا روزے کے قضا درست نہیں ہوگی۔ (شامی)

❊ قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ روزہ کے ساتھ صبح صادق سے قبل مسجد میں داخل ہو جائے۔

غروب آفتاب کے بعد مسجد سے نکل آئے۔ قضاء ہو جائے گی۔ اگر اعتکاف رات کے وقت ٹوٹا ہے تو پھر رات اور دن ۲۴ رگھنٹے کے اعتکاف کی نیت کرنی ہوگی۔ (آداب الاعتکاف صفحہ ۹۰)

❊ مزید اعتکاف کے متعلق مفصل مسائل اور معلومات کے لئے عاجز کی کتاب ''آداب الاعتکاف'' دیکھئے جو اس موضوع پر نہایت ہی جامع کتاب ہے۔

نفلی روزوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل اور عادات مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ بھی روزہ رکھتے تھے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں ۳؍ روزے اور عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ (مسند احمد صفحہ ۲۴۶، ابوداؤد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۰۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(نسائی صفحہ ۳۰۶)

حضرت عبداللہ بن شقیق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (غیر رمضان میں نفلی) روزہ اس قدر کثرت سے رکھتے کہ ہم لوگ کہتے اب روزہ ہی رکھا کریں گے۔ اور کبھی اس کثرت سے روزہ نہ رکھتے تھے کہ ہم لوگ کہتے کہ آپ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور کسی ماہ کا مکمل روزہ نہیں رکھا کرتے تھے جب سے کہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ہاں مگر رمضان کا۔

(نسائی صفحہ ۳۰۶)

جبیر بن نفیل نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نفلی) روزہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا پورے شعبان کا (اکثریہ) اور خاص کر کے پیر اور جمعرات کا رکھا کرتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۳۰۶)

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات (نفل روزہ رمضان کے علاوہ) مسلسل رکھا کرتے تھے کہ کہا جاتا کہ اب آپ بلا روزہ کے رہیں گے ہی نہیں۔ اور کبھی مسلسل نہ رکھتے کہ کہا جاتا کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ (نسائی صفحہ ۲۲۲)

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال میں کسی ماہ کا مکمل روزہ سوائے رمضان کے نہیں رکھتے اور شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۳۲۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال میں کسی ماہ کا مکمل روزہ سوائے رمضان کے نہیں رکھتے اور شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۳۲۱)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ دو ماہ کا مسلسل ملا کر روزہ نہیں رکھا کرتے تھے ہاں مگر شعبان اور رمضان کا (کہ پورے شعبان کا رکھنے کی وجہ سے دو ماہ کا مسلسل ہو جاتا)۔ (نسائی صفحہ ۲۲۱)

ماہانہ روزہ رکھنے کے متعلق آپ کا معمول مبارک

ہر ماہ کے ۳/روزے رکھنے والا صائم الدہر ہے

حضرت ابوقتادہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر ماہ کے ۳/روزے رکھنا صوم الدہر ہے۔ (ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

عبدالملک بن منہال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو صحابی رسول تھے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم لوگوں کو ایام بیض کے روزہ کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ صوم الدہر ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۹۴)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہر ماہ کے ۳/روزے رکھنا صوم الدہر ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۹۳)

حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے ہر ماہ کے ۳/روزے رکھے اس نے گویا پورے زمانہ کا روزہ رکھا۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۴)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ ۱۳/۱۴/۱۵ کا روزہ رکھنا صوم الدہر ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۸)

فائدہ: شرح بخاری میں علامہ نووی کا قول لکھا ہے کہ ایام بیض کے روزوں کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے۔ جو ۱۳/۱۴/۱۵/ کی تاریخ ہے۔

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر ماہ کے ۳/روزے اس طرح رکھتے ہر ماہ کا پہلا دن، دسواں دن، بیسواں دن اور کہتے یہ صوم الدہر ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۹۷)

ہر ماہ کے ۳/روزوں کی فضیلت

حضرت عثمان بن ابی العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بہترین روزہ ہر ماہ کا ۳/روزہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۹۶)

کون جنت کے بالا خانہ میں

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں تم کو جنت کے بالا خانوں کے

بارے میں خبر نہ دوں تو میں نے پوچھا کہ وہ کس کے لئے ہے آپ نے فرمایا جو سلام کو رائج کرے، اور ہمیشہ روزہ رکھے۔ اور اسی میں ایک روایت ہے جس نے ماہ رمضان کا اور ہر ماہ کے ۳/ روزے رکھے اس نے گویا صوم الدہر ہمیشہ روزہ رکھا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۹۶)

فَائِدَہ: رمضان کا روزہ اور ہر ماہ کے ۳/ روزے کی پابندی کرنے والا صائم الدہر ہے۔ اور وہ صوم الدہر کی تمام فضیلتوں کا حامل ہے۔ یعنی وہ پوری زندگی روزہ رکھنے والا ہے۔

ایام بیض کے روزے کی ابتداء حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے ہے

مسند دیلمی میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے کہ ان روزوں کا نام ایام بیض اس وجہ سے پڑا کہ جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام زمین پر اتارے گئے تو سورج نے ان کو جلا دیا یعنی سیاہ کالا کر دیا تو اللہ پاک نے ان کی جانب وحی بھیجی کہ ایام بیض کا روزہ رکھیں۔ تو انہوں نے پہلا روزہ رکھا تو ایک تہائی جسم سفید ہوگیا۔ پھر دوسرے دن کا روزہ رکھا تو دو تہائی جسم سفید ہوگیا پھر جب تیسرے دن کا روزہ رکھا تو پورا جسم سفید ہوگیا بس اسی وجہ سے اس کا نام بیض پڑا۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۵، مجہول السند، عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۹۵)

فَائِدَہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایام بیض کی وجہ تسمیہ میں اسی روایت مذکورہ کو ذکر کیا ہے۔
(عمدۃ القاری صفحہ ۹۵)

ہر ماہ میں ۳/ روزے رکھا کرتے تھے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ کے غرہ (شروع ماہ) میں ۳/ روزے رکھا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۴، نسائی)

معاذ عدویہ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ میں ۳/ روزے رکھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جواب دیا ہاں۔ پھر پوچھا کن دنوں میں کہا ماہ کے کسی بھی دن میں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۵، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۲، الفتح الربانی صفحہ ۲۰۸)

بعض ازواج مطہرات سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ میں ۳/ روزے رکھتے مہینہ کا پہلا دوشنبہ، بدھ، اور کوئی دن۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ میں ۳/ روزے رکھا کرتے تھے۔
(نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

آپ ایام بیض کا روزہ رکھتے اور امت کو بھی حکم دیتے

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ ایام بیض کے روزے

رکھیں یعنی ۱۳؍۱۴؍۱۵؍ چاند کی تاریخ۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۴، ترمذی، نسائی، صفحہ ۳۲۸، ابن حبان صفحہ)

عبدالملک بن المنہال نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کو رسول پاک ﷺ نے حکم دیا کہ ایام بیض کے روزہ رکھیں کہ یہ پورے ماہ کے روزے رکھنا ہے۔

انہیں کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ لیالی بیض ۱۳؍۱۴؍۱۵ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے کہ یہ گویا کہ صوم الدہر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے کسی نے روزہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ایام بیض کے روزے ہر ماہ میں ۳؍دن رکھو۔ (مجمع صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایام بیض کا روزہ ترک نہیں فرماتے نہ حضر میں اور نہ سفر میں۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۳۴، نسائی صفحہ)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایام بیض کے روزے کسی ماہ نہیں چھوڑتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۴۳۵)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایام بیض کے روزے کبھی سفر اور حضر میں نہیں چھوڑے۔
(زادالمعاد جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ قدیم)

آپ ہر ماہ کے تین روزوں کو کبھی نہ چھوڑتے

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ۴؍امور بالکل نہ چھوڑا کرتے تھے ① عاشورہ کا روزہ، ② ہر ماہ کے تین روزے ③ عشرہ ذی الحجہ کا روزہ ④ فجر سے قبل ۲ رکعت (سنت)۔ (نسائی صفحہ ۳۲۸)

خالد نے بعض ازواج مطہرات سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ ذی الحجہ کے ۹ دنوں کا، عاشورہ کا اور ہر ماہ کے تین روزے پیر کے دن کا اور دو جمعرات کے روزے نہ چھوڑا کرتے۔ (نسائی صفحہ ۳۲۹)

ہر ماہ کے تین روزوں کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے محبوب ابوالقاسم ﷺ نے ہر ماہ کے ۳؍روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۰۰، بخاری صفحہ ۲۶۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگ ماہ میں ۳؍روزے رکھا کریں۔ جو ایام بیض ہیں۔ ۱۳؍۱۴؍۱۵ تاریخ ہیں۔ (ترمذی، نسائی صفحہ ۳۲۸، ابن حبان)

اگر ہر ماہ میں تین روزے نہ رکھ سکے تو ایک ہی رکھ لیا کرے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے روزے کے متعلق پوچھا

تو فرمایا مہینہ میں ایک روزہ تو رکھ لو تم کو باقی کا بھی اجر ملے گا۔ (ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ روزہ جیسی افضل ترین عبادت سے کوئی ماہ خالی نہ جائے۔ اگر ۳ر نہ ہو سکے تو ایک ہی رکھ لے بالکل نفی اور محروی تو نہ ہوگی۔ کچھ تو روزہ کی برکت حاصل ہو جائے گی۔

آپ مہینہ کے کن تین دنوں میں روزہ رکھتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مہینہ کے ۳ر دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ مہینہ کی پہلی جمعرات اس کے بعد والا دوشنبہ پھر اس کے بعد والا دوشنبہ۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۱۴، نسائی)

حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ میں ۳ر روزے رکھا کرتے تھے دوشنبہ کا، جمعرات کا اور دوسرے ہفتہ کے پیر کا۔ (الفتح صفحہ ۲۱۴، ابوداؤد)

خزاعی کی بیوی نے بعض ازواج مطہرات سے روایت کی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ میں ۳ر روزے رکھتے پہلے دوشنبہ کا اور دو جمعرات کا۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۸۹، نسائی صفحہ، ابوداؤد صفحہ)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں ۳ر روزے رکھنا مستحب ہے۔ جس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پیر جمعرات جمعہ کو رکھے۔ اسی طرح بھی کہ دو جمعرات یا دوشنبہ کا روزہ دو مرتبہ یا ایک دوشنبہ اور ایک جمعہ یہ سب طریقے آپ سے ثابت اور مستحب ہیں۔ ابو صالح دمشقی نے آپ کے ہر ماہ ۳ر روزے کی تفصیل یوں ذکر کی ہے۔

① پیر جمعرات، پیر، ② پہلا دوشنبہ، پھر ماہ کی پہلی جمعرات، پھر اس کے بعد والی جمعرات ③ ہفتہ، اتوار، پیر، ④ منگل، بدھ، جمعرات، ⑤ ماہ کا پہلے ۳ر دن، ⑥ ایام بیض ۱۳/۱۴/۱۵ر چاند کی تاریخ، ⑦ کوئی سا بھی ۳ر دن۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۳۶)

ہر ماہ کے آغاز میں بھی ۳ر روزے رکھتے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر ماہ کے غرہ میں (شروع ماہ) روزے رکھا کرتے تھے اور بہت کم جمعہ کو بے روزہ ہوتے۔ (الفتح الربانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۵)

فَائِدَہ: راوی نے غرہ ماہ کے روزہ رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ عراقی نے اس کے متعلق کہا کہ اس سے مراد بالکل ماہ کا شروع بھی ہو سکتا ہے اور ایام بیض بھی۔ (بلوغ الامانی شرح فتح الربانی صفحہ ۲۱۵)

فَائِدَہ: راوی نے غرہ ماہ کے روزہ رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ عراقی نے اس کے متعلق کہا کہ اس سے مراد بالکل ماہ کا شروع بھی ہو سکتا ہے اور ایام بیض بھی۔ (بلوغ الامانی شرح فتح الربانی صفحہ ۲۱۵)

لیکن غرہ کا اطلاق شروع ماہ پر ہوتا ہے۔ اور ہلال اول شہر میں ہوتا ہے۔ اس لئے شروع ماہ کا مراد ہونا زیادہ راجح ہے۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۲۱۶)

ملا علی قاری اور علامہ مناوی نے بھی اول ماہ ہی مراد ذکر کیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ۱۲۲)

مطلب یہ ہے کہ ماہ کے ۳؍روزے کبھی شروع ماہ میں کبھی ایام بیض اور کبھی متفرق ایام دوشنبہ جمعرات وغیرہ میں رکھا کرتے تھے۔ علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ تاکہ ماہ کی ابتداء روزہ کی برکت سے ہو۔ (جمع الوسائل صفحہ۱۲۲)

شروع ماہ کا روزہ کس دن سے شروع فرماتے

حضرت عبداللہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ہر ماہ کے شروع چاند میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اس کی ابتداء جمعہ کے دن سے فرماتے۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ۳۰۳)

فَائِدَہ: کبھی آپ شروع ماہ کا روزہ دوشنبہ سے اور کبھی جمعہ سے اور کبھی دنوں سے فرماتے تھے۔

آپ مہینہ کے ۳؍دنوں کا روزہ کس ترتیب سے رکھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مہینہ میں ۳؍روزے رکھا کرتے تھے۔ مہینہ کی پہلی جمعرات، اس کے بعد والا دوشنبہ، پھر اس کے بعد والا دوشنبہ۔ (الفتح الربانی جلد۱۰ صفحہ۲۱۴، نسائی)

فَائِدَہ: یعنی پہلی جمعرات، پھر دوشنبہ یکے بعد دیگرے۔

خزاعی کی بیوی نے بعض ازواج مطہرات سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ہر ماہ میں ۳؍روزے رکھا کرتے تھے پہلے دوشنبہ کا، اور دو جمعرات کے۔ (مسند احمد جلد۶ صفحہ۲۸۹، نسائی، ابوداؤد)

اس میں ایک دوشنبہ اور دو جمعرات کا ذکر ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر ماہ میں ۳؍روزے رکھا کرتے تھے دوشنبہ کا، جمعرات کا، دوسرے ہفتہ کے دوشنبہ کا۔ (الفتح الربانی جلد۱۰، صفحہ۲۱۴، سنن کبریٰ صفحہ۲۹۵)

فَائِدَہ: اس میں اولاً دوشنبہ پھر جمعرات پھر دوشنبہ کا ذکر ہے۔ اس میں دوشنبہ فصل کے ساتھ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مہینہ میں ہفتہ کا اتوار کا اور دوشنبہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور آخر ماہ کے منگل بدھ جمعرات کا رکھا کرتے تھے۔ (ترمذی صفحہ، مشکوٰۃ صفحہ۱۸۰)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں کبھی مہینہ کے ۳؍روزے شروع کے ہفتہ اتوار، سوموار اور اگر آخر میں رکھتے تو منگل بدھ جمعرات کو رکھا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ گویا آپ نے پورا ہفتہ روزے سے گھیر لیا۔

علامہ طیبی نے بیان کیا کہ مسلسل نہیں رکھا تاکہ امت کے لئے مشقت کا باعث نہ ہو۔

(مرعاۃ المفاتیح جلد۷ صفحہ۸۷)

ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ہر ماہ میں ۳ روزے رکھوں پہلا دوشنبہ، جمعہ اور جمعرات۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۸۹، بحوالہ مرعاۃ المفاتیح جلد ۷ صفحہ ۸۸، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ مہینہ کے ۳ر روزے رکھو تو ۱۳ر۱۴ر۱۵ تاریخ کا رکھو۔ (ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ)

فائدہ: اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کے بھی ۱۳ر۱۴ر۱۵ر کے روزہ رکھنے کا ذکر ہے۔

اسی طرح اپنے اصحاب کو بھی ان تین دنوں میں رکھنے کا حکم دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بیشتر آپ ماہ کے تین روزے اس ترتیب سے رکھا کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ماہ کہ تین روزے کے علاوہ آپ ایام بیض کا اہتمام سے رکھا کرتے تھے۔ اس طرح ماہ میں چھ روزے ہوگئے۔

خیال رہے کہ ماہ کے چھ روزے حدیث عائشہ سے جو بحوالہ ترمذی مذکور ہے اس سے بھی ثابت ہے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کبھی کبھی آپ ماہ میں چھ روزے بھی رکھا کرتے تھے۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ہر ماہ تین روزے کی ترتیب کے متعلق اہل علم کے متعدد اقوال کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے اس میں نوں اقوال ہیں:

❶ ہر ماہ میں تین روزے مستحب ہیں بلا کسی ترتیب وتعیین کے بلکہ متعین کر کے رکھنا مکروہ ہے۔ مالکیہ کا یہی معروف مسلک ہے۔

❷ ہر ماہ کے ۱۳ر۱۴ر۱۵ر کو مستحب ہے، اکثر و بیشتر اہل علم کا یہی قول ہے۔ ابن حبیب (مالکیہ میں) اور امام احمد اور اسحٰق اور احناف اور ان کے اصحاب کا یہی مسلک ہے۔

❸ ۱۲ر۱۳ر۱۴ کو رکھنا مستحب ہے۔

❹ شروع ماہ کے تین دنوں میں رکھنا مستحب ہے حسن بصری اسی کے قائل ہیں۔

❺ سنیچر، اتوار، اور ماہ کے پہلے دوشنبہ کو پھر منگل پھر بدھ پھر جمعرات کو جو ماہ کا پہلا ہو رکھنا مسنون ہے۔

❻ ماہ کے آخری دنوں میں۔

❼ ماہ کے دو پیر اور جمعرات کو۔

❽ ماہ کا پہلا دن دسواں دن، اور بیسواں دن۔

❾ ماہ کا پہلا دن پھر گیارہواں پھر بیسواں۔ مالکیہ میں ابواسحٰق اسی کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۹۷)

ماہ شوال کے روزوں کے متعلق

شوال کے روزے سے جنت

حضرت عکرمہ بن خالد کی روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ کی زبان اقدس سے یہ نکلے الفاظ، کہ جس نے رمضان کا شوال اور بدھ و جمعرات کا روزہ رکھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(مسند احمد، جلد۱۰، صفحہ۲۱۹، مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۹۳)

شوال کے ۶/روزوں سے پورے سال کے روزوں کا ثواب

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے ۶/روزے رکھے اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (مسلم صفحہ۳۶۹، ابوداؤد صفحہ۳۳۰، ترمذی صفحہ۱۵۸، ابن ماجہ صفحہ۱۲۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ کے غلام) سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے عید کے بعد ۶/دنوں کے روزے رکھے اس نے تمام سال کے روزے رکھے کہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۲۳، نسائی، ترغیب صفحہ۱۱۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ شوال کے ۶/رزوے رکھ لینے سے دس/ماہ کا ثواب ملے گا۔ اور ادھر رمضان کے ایک ماہ کا ثواب اس ماہ کے روزے کا ملا۔ اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے لہٰذا اسے ۱۲/ماہ ایک سال کا ثواب ملے گا۔ جو ہمیشہ اس کا معمول رکھے گا اسے صوم الدہر ہمیشہ روزے کا ثواب ملے گا۔ (ابن حبان، ترغیب جلد۲ صفحہ۱۱۱)

ایسا ثواب گویا ماں نے آج ہی جنا ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال کے ۶/روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسا صاف ہو جائے گا جیسا کہ ان کی ماں نے آج جنا ہو۔ (طبرانی، ترغیب جلد۲ صفحہ۱۱۱)

بکثرت احادیث میں اس روزہ کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ حضرت جابر، ثوبان، ابوہریرہ، ابن عباس، سہل، براء، حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ امت کے صالحین عباد زہاد کا اس پر تعامل رہا ہے۔ ہر دور میں امت کے ایک طبقہ میں اس کا معمول رہا ہے، تھوڑا عمل اور زیادہ ثواب ہے۔ رمضان کے بعد عادت کی وجہ سے اس کا رکھنا بھی آسان رہتا ہے۔ خواہ عید کے بعد مسلسل رکھ

لے جو بہتر ہے یا الگ الگ رکھ لے۔ دونوں جائز ہے۔ علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ خواہ الگ الگ رکھے یا آخری شوال میں رکھے فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (شرح مسلم صفحہ۳۶۹)

ذی الحجہ کے روزوں کے متعلق

آپ عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتے

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ۴ر عمل کو کبھی نہیں چھوڑا۔ عاشورہ کا روزہ، عشرہ ذی الحجہ کا روزہ، ہر ماہ کے ۳ر روزے اور فجر سے قبل کی ۲ر رکعت۔

(نسائی صفحہ۳۲۳، مشکوٰۃ صفحہ۱۸۰، مسند احمد صفحہ۱۵۹)

فائدہ: عشرہ ذی الحجہ سے مراد ایک تاریخ سے ۹ر تاریخ بقرعید کے علاوہ مراد ہے۔ چونکہ دسویں دن تو روزہ رکھنا منع ہے۔ (شرح مسند احمد جلد۱۰ صفحہ۱۵۹)

ملا علی قاری نے بھی بیان کیا کہ ۹ر دن عشرہ سے مراد ہے۔ (مرقاۃ جلد۴ صفحہ۳۰۵)

ہنیدہ بن خالد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے ۹ر دنوں کا یوم عاشورا کا اور ہر ماہ میں ۳ر روزے رکھتے تھے۔ (بلوغ الامانی صفحہ۱۵۸، نسائی)

فائدہ: یعنی ایک تاریخ سے ۹ر تاریخ تک رکھتے تھے۔ (شرح مسند احمد صفحہ۱۵۸)

اسی کو عشر سے بھی بعض روایت میں ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ ذی الحجہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(کشف الغمہ صفحہ۲۰۷)

عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشرہ ذی الحجہ کے دنوں کی عبادت سے بڑھ کر کوئی عمل افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا جہاد بھی نہیں آپ نے فرمایا ہاں جہاد بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے عمل سے زیادہ کسی دن کا عمل محبوب نہیں۔

(سنن کبریٰ صفحہ۲۸۵، مسند طیالسی جلد۲ صفحہ۲۰۶، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے ذی الحجہ کے دس دنوں کے روزے رکھے اس کے

لئے عرفہ کے علاوہ پورے سال کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۷۹)

مسند ابی عوانہ میں ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کے ایک روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور اس کے ایک رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۳۰۵)

فَائِدَہ: عشرہ ذی الحجہ کی بڑی فضیلت ہے۔ سورۃ الفجر میں جو دس راتوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ جس سے ان راتوں کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ ہے۔ یہی قول حضرت ابن عباس مجاہد اور مسروق کا ہے۔

(القرطبی لجامع احکام القرآن جلد ۱۰ صفحہ ۴۱)

بعض لوگوں نے عرفہ کی وجہ سے اس عشرہ کو فضیلت دی ہے۔ (مرقاۃ)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ذی الحجہ کے ۹ / دنوں کے روزے رکھتے تھے۔ اور چونکہ اس عشرہ میں عبادت اور روزے کی فضیلت اور ثواب اور دنوں سے زائد ہے آپ فضیلت اور ثواب کے امور کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اس عشرہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

یا تو اس سے مراد حجۃ الوداع کا سال ہے کہ آپ سفر حج میں تھے اور سفر حج کے موقع پر ارکان حج کی ادائیگی کی وجہ سے روزہ رکھنا منع ہے۔ اسی وجہ سے عرفہ کے دن حاجیوں کو منع ہے۔ یا ایسا ہوا ہوگا کہ کسی سال آپ نے نہ رکھا ہوگا۔ علامہ نووی نے بیان کیا کہ کسی عارض، سفر یا مرض کی وجہ سے نہ رکھا ہوگا۔ (مسلم صفحہ ۳۷۲)

ملا علی قاری نے، مرقاۃ میں ذکر کیا جس راوی نے جیسا دیکھا ویسا ذکر کر دیا۔ (مرقاۃ صفحہ ۳۰۵)

امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وغیرہ نے عشرہ ذی الحجہ کو دیگر عشرہ پر فضیلت دی ہے۔ ابن حبان نے رمضان کے اخیر عشرہ اور ذی الحجہ دونوں کو فضیلت میں مساوی قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ صفحہ ۱۱)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ عشرہ ذی الحجہ میں روزہ رکھنا مستحب ہے خاص کر نویں دن عرفہ کا کہ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۷۲)

عرفہ کا روزہ

عرفہ کے روزہ کی فضیلت

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے عرفہ کے دن ۹ / ذی

الحجہ کا روزہ رکھا اس کے دو سال کے مسلسل گناہ معاف ہوں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگلے اور پچھلے گناہوں کا کفاہ (گناہوں کے معافی کا ذریعہ ہے)۔

(طحاوی صفحہ ۳۳۵، ابن خزیمہ صفحہ ۲۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرفہ کے روزہ کا ثواب دو سال کے روزے کے برابر سمجھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۲۳)

عرفہ کے روزہ سے دو سال کے گناہ معاف

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ اور جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۲، بزار صفحہ ۴۹۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اس کے لئے یہ دو سال کا کفارہ ہوگا۔ اور جو محرم کے ماہ کا ایک روزہ رکھے گا اس کو ایک دن کے بدلہ ۳۰/ دن کا ثواب ملے گا۔ (مجمع صفحہ ۱۹۳)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے دن کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا سال موجود اور سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مجمع صفحہ ۱۹۳)

فائدہ: عرفہ کے دن جو ذی الحجہ کی ۹/ تاریخ ہے روزہ رکھنا سنت اور باعث فضیلت ہے۔ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں۔ ہاں مگر حج کرنے والے کے لئے عرفات میں روزہ رکھنا سنت نہیں ہے۔ مکروہ اور ممنوع ہے۔ تاکہ قیام عرفات کے دوران دعا اذکار عبادت اور دیگر مناسک حج میں تعب اور تکان اور کمزوری سے نقصان نہ ہو۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۴۴۴)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ محدث طبری نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ اس وجہ سے نہیں رکھا تاکہ لوگوں کو اختیار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ رکھنے پر دعا و ذکر میں نقاہت معلوم ہونے لگے۔ بعضوں نے اس کی وجہ یہ بھی کہی کہ وہ جمعہ کے دن پڑ گیا تھا۔ اور آپ نے تنہا اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا۔ مزید یہ کہ حجاج کے لئے عید کا دن ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے۔ یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام منیٰ مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے۔ اس وجہ سے آپ نے نہیں رکھا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۹)

آپ نے حج کے دوران عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ حج کیا آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور حضرت عمر کے ساتھ کیا وہ بھی اسی طرح۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ نہیں رکھا۔ چنانچہ میں بھی نہیں رکھتا ہوں اور نہ حکم کرتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔

(ترمذی صفحہ ۱۵۸، نسائی، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۳۵، اتحاف جلد ۴ صفحہ ۲۲۴)

حضرت ام الفضل بنت حارث کہتی ہیں کہ لوگوں نے عرفہ کے دن آپ ﷺ کے روزہ (رکھنے اور نہ رکھنے) کے سلسلہ میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا روزے سے ہیں کسی نے کہا روزے سے نہیں ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے (پتہ چلانے کے لئے) ایک پیالہ دودھ کا بھیجا آپ اس وقت عرفات کے میدان میں اونٹ پر تھے۔ آپ نے پی لیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یوم عرفہ، یوم النحر، ایام تشریق، ہمارے مسلمانوں کی عید ہے۔ یہ دن کھانے پینے کا دن ہے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عرفات میں (حجاج کرام کو) عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۹۲، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: خیال رہے کہ حجاج کرام کے لئے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا ہی مستحب اور سنت ہے۔ حج کے دوران نہ آپ نے رکھا ہے کہ اور نہ خلفاء راشدین نے، اسی وجہ سے محدثین نے اس دن حجاج کے لئے نہ رکھنے کے استحباب پر باب قائم کیا ہے۔ (کذا فی ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)

جمہور علماء نے کہا اس دن حجاج کو عرفہ میں نہ روزہ رکھنا مستحب ہے۔ یحییٰ بن سعید نے تو نہ رکھنا واجب قرار دیا ہے۔ ابن قدامہ نے بیان کیا کہ بیشتر اہل علم تو نہ رکھنا ہی مستحب قرار دیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ذکر اور دعا میں نہ ہو تو وہ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکھا کرتے تھے۔

بعضوں نے آپ ﷺ کے روزہ نہ رکھنے کی وجہ کہتے ہوئے کہا کہ عرفہ کا دن جمعہ کا دن تھا۔ اور جمعہ کے دن تنہا روزہ رکھنا منع ہے۔ یا آپ سفر کی حالت میں تھے اور حالت سفر میں روزہ رکھنا بہتر نہیں ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اہل موقف کے لئے یہ عید کا دن ہے۔ عید کی طرح لوگوں کے اجتماع کا دن ہے اس لئے نہیں رکھا۔

(مرعاۃ المفاتیح جلد ۷ صفحہ ۵۲)

خیال رہے کہ حجاج کرام کے لئے عرفات میں یہ تعامل ہے کہ روزہ نہ رکھنے پر۔ اس لئے روزہ نہ رکھنا سنت متوارثہ ہے۔

احادیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن کے روزہ رکھنے کا ثواب دوگنا ہے بمقابلہ عاشورہ کے روزہ کے۔ یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ عرفہ کا روزہ شریعت محمدی سے متعلق ہے۔ اور عاشورہ کا روزہ شریعت موسوی سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ عرفہ کا روزہ افضل ہے، عاشورہ کے روزہ سے۔
(مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ جلد ۶ صفحہ ۶۱)

رجب کے روزے کے متعلق

آپ رجب کا روزہ رکھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ رجب اور شعبان کے سوا کسی ماہ کا پورا (یا اکثر) روزہ نہیں رکھا۔ (بیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۶۹، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۱۹، شرح مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رجب میں روزہ رکھتے تھے۔
(کشف الغمہ صفحہ ۲۰۸)

یا تو جس زمانہ میں آپ نے منع فرمایا اس زمانہ سے پہلے یا بعد میں رکھتے ہوں گے یا ایام بیض کے روزے مراد ہوں گے۔ یا آپ نے امت کے لئے منع کیا ہو اور آپ کو جائز ہو۔

روزۂ رجب کی فضیلت

عثمان بن مطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی رسول ہیں کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب بڑا مہینہ ہے۔ اللہ پاک اس میں نیکیاں بڑھا دیتے ہیں جس نے رجب میں ایک دن کا روزہ رکھا اس نے گویا ایک سال کا روزہ رکھا۔ (شرح مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳، مجمع الزوائد صفحہ ۴۴۵)

حضرت ابوذر کی روایت میں ہے کہ جس نے رجب کا روزہ رکھا اس نے ایک ماہ کا روزہ رکھا۔
(شرح مسند صفحہ ۱۹۳)

آپ نے رجب کے روزے سے منع بھی فرمایا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ (ابن ماجہ، جمع الفوائد صفحہ ۴۴۵)

زید بن اسلم نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجب میں روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تم

شعبان کا روزہ کیوں نہیں رکھتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۲)

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رجب میں روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ زبردستی پکڑ کر پلیٹ میں کھانے کے لئے بٹھا دیتے تھے۔

اور کہتے تھے کھاؤ جاہلیت کے دور میں اس مہینہ کی عظمت کی جاتی تھی۔ (کہ روزہ رکھا جاتا تھا) اب جاہلیت کے امور پر عمل نہیں)۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۲)

فَائِدَۃ: آپ کی آمد سے پہلے جاہلیت کے دور میں اس ماہ کی بہت تعظیم کی جاتی تھی اور روزہ رکھا جاتا تھا۔ اس جاہلیتی دور کی تعظیم کے پیش نظر آپ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ ہاں یوں کسی دن رکھ لے یا مہینہ کے ۳/ دن کی ترتیب سے رکھے تو منع نہیں ہے۔

رجب میں ۲۷/ تاریخ کا روزہ جو عوام میں مشہور ہے یہ بھی غلط ہے نہ اس کی کوئی فضیلت ہے نہ آپ سے اور نہ صحابہ تابعین کرام سے ثابت ہے، عوام میں اس کا ثواب ہزار روزہ سے مشہور ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں اس روزہ کا رکھنا بھی منع ہے۔ ثواب سمجھنا بھی درست نہیں۔

شعبان کے روزوں کے متعلق آپ کا معمول

آپ کو شعبان کا روزہ بہت محبوب تھا

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ اس ماہ شعبان میں دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں جس کثرت واہتمام سے رکھتے ہیں اور مہینوں میں نہیں تو آپ نے فرمایا رجب اور رمضان کے بیچ میں جو مہینہ ہے لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس مہینہ میں بندوں کے اعمال رب العالمین تک پہنچتے ہیں بس میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اوپر جائیں اور میں روزے سے ہوں۔

(ترغیب صفحہ ۱۱۶، نسائی، مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۹، فتح الباری صفحہ ۲۱۵)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے آپ کو شعبان کا روزہ رکھنا بہت محبوب تھا۔

(مسند احمد صفحہ ۱۹۸، ترغیب صفحہ ۱۱۶)

بسا اوقات پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھتے

نہیں دیکھا سوائے شعبان اور رمضان کے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ترغیب صفحہ ۱۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو شعبان کے علاوہ کسی ماہ کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا بلکہ پورے ماہ کے روزے رکھتے اور دوسرے ماہ کے تھوڑے۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ شعبان میں پورے ماہ کے روزے رکھتے تو میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو شعبان کے ماہ کے روزے تمام مہینوں میں بہت پسند ہیں۔ آپ نے فرمایا اس ماہ میں سال بھر کے مرنے والوں کا فیصلہ لکھا جاتا ہے۔ (یعنی کتنے لوگ لقمۂ اجل بنیں گے) میں چاہتا ہوں کہ میری موت ہو (لکھی جائے) اور میں روزے سے ہوں۔

(ترغیب صفحہ ۱۱۷، ابویعلی، عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۸۳، طحاوی صفحہ ۳۴۱، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ماہ شعبان اور ماہ رمضان کے روزے دونوں ملا دیتے تھے۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کو روزوں میں شعبان کا مہینہ بڑا پسند تھا کہ روزہ رکھتے ہوئے رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۹۲)

بسا اوقات اکثر دنوں کا روزہ رکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو سوائے رمضان کے کسی ماہ کا مکمل روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ اور میں نے شعبان کے ماہ کے علاوہ اکثر دنوں میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۹۳)

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔

(شرح مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ شعبان کے روزے بہت اہتمام اور کثرت سے رکھا کرتے تھے۔ بسا اوقات پورے ماہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور مسلسل آخر تک رکھتے جاتے کہ رمضان کے روزوں کے ساتھ مل جاتے۔ اور مسلسل دو ماہ کے روزے ہو جاتے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ اکثر ماہ کے روزے رکھا کرتے۔ دونوں معمول تھا۔ اس لئے روایتوں میں دونوں کا ذکر ہے۔ مگر آپ نے نصف شعبان کے بعد لوگوں کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ ضعف سے رمضان کے روزوں پر اثر نہ پڑے، اس سے معلوم ہوا کہ نفل سے فرض میں کوتاہی ہو تو نفل سے منع کیا جائے گا۔ تاکہ فرض اہتمام اور نشاط سے ادا ہو۔ اسی وجہ سے رات کی نماز سے صبح کی فرض نماز میں فرق پڑتا ہو تو رات کی نماز کو چھوڑ کر یا کم کر کے فرض کا اہتمام کیا جائے گا۔ امام غزالی نے بیان کیا

کہ دو ماہ کا مسلسل روزہ رکھنا جائز ہے آپ کے عمل کی وجہ سے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ آپ ماہ شعبان میں نفلی روزے دوسرے ماہ کے مقابلہ میں زائد رکھتے تھے۔ حافظ نے بیان کیا جن روایتوں میں کل ماہ روزہ رکھنے کا ذکر ہے اس سے اکثر یہ دن مراد لیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اکثر پر کل کا اطلاق ہوتا ہے۔ حافظ نے کہا کل والی روایت سے اکثر مراد ہے۔

حافظ ابن حجر نے اکثر روزہ رکھنے کی اس ماہ میں حکمت بیان کرتے ہوئے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

۱ یا تو اس ماہ کی تعظیم اور فضیلت کی وجہ سے۔

۲ یا سفر کی وجہ سے جو مہینہ کا نفلی روزہ چھوٹ جاتا اس کی تلافی میں اس ماہ کثرت سے رکھتے۔

۳ یا ازواج مطہرات اس ماہ میں قضا وغیرہ روزہ پورا کرتیں، آپ ان کی موافقت میں روزہ رکھتے جس سے اکثر یہ روزہ ہو جاتا۔

۴ یا چوں کہ آگے رمضان آجاتا اس میں نفلی روزہ نہیں رکھا جا سکتا اس کی تلافی میں شعبان میں اکثر روزہ رکھتے۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۱۵، شرح مسند احمد صفحہ ۲۰۰)

رمضان کے بعد افضل ترین روزہ شعبان کا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رمضان کے بعد کس ماہ کا روزہ افضل ہے۔ آپ نے فرمایا شعبان، عظمت رمضان کی وجہ سے ہے، آپ سے پوچھا کس ماہ میں صدقہ خیرات افضل ہے۔ فرمایا رمضان میں۔ (ترمذی صفحہ، ترغیب صفحہ ۱۱۷، شرح مسند احمد صفحہ ۲۰۰)

فائدہ: شعبان اور محرم یہ دو ماہ روزے کے لئے افضل ترین ہیں۔ اسی فضیلت کی وجہ سے آپ اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ علامہ شعرانی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ آپ اس ماہ میں بہت کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ (صفحہ ۲۰۸)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ آپ اس ماہ میں دیگر ماہ کے نفلی روزے جو سفر وغیرہ سے رہ جاتے تھے اس ماہ میں پورا فرماتے تھے۔

ازواج مطہرات بھی اسی ماہ میں دیگر روزوں کو پورا کرتیں تھیں۔

اسی ماہ میں بندوں کے اعمال خصوصی طور پر بارگاہ رب العالمین میں پیش کئے جاتے ہیں اور اسی ماہ میں موت وحیات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بھی آپ کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور امت کو بھی ترغیب ہے کہ وہ اس فضیلت کے پیش نظر اس ماہ کے اول میں کثرت سے روزہ رکھیں خصوصاً پندرہویں شعبان کو جس کی مستقل فضیلت ہے تاکہ روزہ کی حالت کی وجہ سے ان کے حق میں بہتر فیصلہ ہو سکے، ہاں مگر نصف شعبان گزر

جائے تو پھر روزہ نہ رکھے۔ بیہقی میں ہے کہ ''جب نصف رمضان گزر جائے تو روزہ چھوڑ دو'' (عمدۃ القاری صفحہ ۸۵) تاکہ رمضان قوت اور نشاط سے گزرے۔

پندرہویں شعبان کے روزے کے متعلق

آپ ۱۵ر شعبان کا روزہ رکھتے اور حکم دیتے

کثیر بن مروہ سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب عزوجل نصف شعبان کی رات اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ سوائے مشرک کے، اور آپ شعبان میں روزہ رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ رمضان آجاتا تھا اور آپ روزہ سے ہوتے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۸ صفحہ ۴۳۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب نصف شعبان کی رات آئے، تو اس رات میں عبادت کرو۔ اور اس کے دن میں روزہ رکھو کہ اس کی رات میں خدائے پاک عزوجل مغرب کے بعد آسمان دنیا کی طرف نزول فرما ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی رزق چاہنے والا کہ میں اسے رزق عطا کروں ہے کوئی پریشان حال کہ میں اسے عافیت دوں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵، ابن ماجہ صفحہ، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے، اس رات اللہ پاک قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال کے برابر اہل جہنم کو آزاد فرماتے ہیں۔ (اس قبیلہ میں بکریوں کی تعداد بہت تھی اس لئے آپ نے مثالاً بیان کیا) شرک اور کینہ پرور کی طرف رخ نہیں فرماتے۔ اور نہ رشتوں کو توڑنے والے کی طرف، اور نہ ازار لٹکانے والے کی طرف اور نہ والدین کے نافرمان کی طرف اور نہ دائمی شراب پینے والے کی طرف۔ (ترغیب صفحہ ۱۱۸، کشف الغمہ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: نصف شعبان کی رات میں عبادت و دعا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا مسنون ہے، چنانچہ آپ نے حکم بھی دیا ہے کہ رات کے بعد والے دن میں روزہ رکھو ادھر آپ ﷺ شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے بسا اوقات پورے ماہ کا روزہ رکھتے اس ماہ سے زیادہ کسی ماہ میں آپ روزہ نہیں رکھتے۔

چونکہ اس رات بندوں کے موت وحیات رزق وغیرہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ادھر فیصلے ہو رہے ہوں ادھر بندہ دعا و عبادت و روزے سے ہو تاکہ خداوند قدوس ان کے حق میں بہتر فیصلہ فرمائے۔

خیال رہے کہ اس رات اور دن میں سوائے عبادت، دعا، زیارت قبرستان اور روزے کے علاوہ کوئی تیسری

چیز سنت و شریعت سے ثابت نہیں۔ بعض علاقوں میں رائج ہے کہ اس رات میں مساجد اور گھروں میں خوب بتیاں جلاتے ہیں۔ حلوہ اور پلاؤ وغیرہ کا التزام کرتے ہیں۔ عمدہ اور نئے کپڑے پہنتے ہیں عورتیں اس رات میں نئی چوڑیاں پہنتی ہیں، پٹاخے چھوڑتے ہیں، یہ سب ممنوع اور رسم اور واہیات باتیں ہیں۔ ان کا دین اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں سب جہالت اور بے دینی کی باتیں ہیں۔ ایسے امور کا کرنا گناہ اور چھوڑنا واجب ہے، مگر افسوس امت اسی کو ثواب اور دین کا کام سمجھ کر کرتی ہے۔ مصلحین امت روکتی اور منع کرتی ہے تو ماشی نہیں۔

محرم کے روزے کے متعلق

آپ اشہر حرم کا روزہ رکھا کرتے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشہر حرم (محرم، رجب، ذیقعد، ذی الحجہ) کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۵)

رمضان المبارک کے بعد ماہ محرم کے روزے افضل ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے بعد افضل ترین روزہ ماہ محرم کا روزہ ہے اور افضل ترین فرض نماز کے بعد تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

اسی طرح حضرت جندب بن سفیان کی روایت ہے۔ (ترغیب صفحہ ۱۱۴، مجمع صفحہ ۲۵۵، ترغیب صفحہ ۱۱۴، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۱)

رمضان کے علاوہ کسی ماہ کا روزہ رکھے تو محرم کا رکھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور میں آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ رمضان کے بعد کس ماہ کا روزہ رکھنے کا حکم مجھے فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تجھے رمضان کے علاوہ روزہ رکھنا ہے تو ماہ محرم کا روزہ رکھو۔ یہ وہ ماہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ کو قبول کیا دوسری قوم کی توبہ کو قبول کرے گا۔ (ترغیب صفحہ ۱۱۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۴۱، مسند احمد صفحہ ۱۶۹)

فائدہ: امام غزالی نے بیان کیا کہ سال کی ابتداء چونکہ محرم سے ہوتی ہے اس لئے اس کی ابتداء روزے سے دوام برکت کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے ماہ محرم کے روزے کی فضیلت ہے۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۲۵۵)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ رمضان کے روزے کے بعد اشہر حرم کے روزے کی فضیلت ہے۔ اور اس میں افضل ترین روزہ محرم کے مہینے کا ہے۔ امام غزالی نے بیان کیا کہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ، ماہ محرم کا پہلا عشرہ اور پورا ماہ محرم روزے کا محل ہے۔ (شرح احیاء العلوم صفحہ ۲۵۵)

محرم کے ایک روزے کی فضیلت ۳۰ روزے کے برابر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہ محرم کا ایک روزہ رکھا اسے ایک دن کے بدلے ۳۰/دن کے روزے کا ثواب ملے گا۔

(مجمع جلد۴ صفحہ ۱۹۳، ترغیب صفحہ ۱۱۴، اتحاف صفحہ ۲۵۶، شرح مسند احمد صفحہ ۱۷۰)

ماہ محرم کے ۳/روزوں کی فضیلت ۶۰/سال کی عبادت کے برابر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو محرم کے ماہ میں ۳/روزے جمعرات، جمعہ سنیچر کا رکھے گا اسے ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (مجمع جلد۴ صفحہ ۱۹۳، شرح مسند احمد صفحہ ۱۹۳، طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت تو یہ ہے کہ اسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

(اتحاف السادہ جلد۴ صفحہ ۲۵۶)

فائدہ: شرح مسند احمد میں ہے کہ اس ماہ کی نسبت اللہ کی طرف ہے، کہ حدیث میں شہر اللہ کہا گیا ہے۔ اس ماہ میں روزہ تمام دیگر ماہ کے مقابلہ میں سوائے رمضان کے افضل ہے، اسی ماہ کا روزہ شعبان کے روزہ سے بھی افضل ہے۔ آپ اس ماہ میں کثرت سے روزہ کا اہتمام فرماتے تھے۔ (جلد۱۰ صفحہ ۱۷۱)

حضرت ابن عمر اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس ماہ میں روزہ رکھا کرتے تھے حضرت ابن عمر تو مکہ میں یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۴۲)

عاشورہ کے روزے کے متعلق

آپ عاشورہ محرم کا روزہ رکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے روزہ رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ پھر جب رمضان کا روزہ فرض ہوگیا تو فرماتے جو چاہے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری صفحہ ۲۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ تو آپ نے اس دن کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بہت خیر کا دن ہے۔

اسی دن بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات ملی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (شکراً) روزہ رکھا تو آپ نے فرمایا میں تم سے زیادہ اس کا مستحق ہوں۔ تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا۔ (بخاری صفحہ ۲۶۸)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کو یہود عید کا دن (خوشی

کی وجہ سے) مانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا تم اس دن روزہ رکھو (اس کی مخالفت میں)۔ (بخاری صفحہ ۲۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو روزہ رکھتے ہوئے پایا تو آپ نے فرمایا اس دن کس وجہ سے روزہ رکھتے ہو تو ان لوگوں نے جواب دیا۔ یہ بہت بڑا دن ہے۔ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات ملی۔ فرمایا اور اس کی قوم ڈوبی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکراً روزہ رکھا تو ہم بھی رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں پس آپ نے رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(مسلم صفحہ ۳۵۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مدینہ میں آ کر جمعہ عاشورہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آج عاشورہ کا دن ہے، اس دن کا روزہ اللہ پاک نے فرض نہیں کیا ہے۔ میں روزے سے ہوں، جو پسند کرے، آج کے دن روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے نہ رکھے۔ (مسلم صفحہ ۳۵۸، موطا امام مالک صفحہ ۹۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ (بزار صفحہ ۴۹۰)

عاشورہ کا روزہ اب واجب نہیں بلکہ جائز اور سنت ہے

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے روزہ کا حکم دیتے تھے اور اس کی ترغیب دیتے تھے۔ اور اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان کا روزہ فرض ہوگیا تو آپ نہ حکم فرماتے نہ منع فرماتے تھے اور نہ اس کا عہد و پیمان لیتے تھے۔ (مسلم صفحہ ۳۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل جاہلیت (اسلام کی آمد سے قبل لوگ) عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کے رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب رمضان کا روزہ فرض ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے۔ (اسے اختیار ہے)۔

(مسلم صفحہ ۳۵۸، موطا امام مالک صفحہ ۹۲)

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث ابن ہشام کو یہ کہنے بھیجا کہ وہ (لوگوں سے کہہ دیں اعلان کردیں) کہ کل یوم عاشورہ ہے خود بھی روزہ رکھیں اور اپنے اہل، گھر والوں کو بھی کہیں کہ وہ روزہ رکھیں۔ (کذافی ابن خزیمہ صفحہ ۲۸۶)

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھنا سنت ہے۔

(عمدۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸)

کس دن عاشورہ کا روزہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عاشورہ کا روزہ محرم کی دسویں تاریخ کو رکھا جائے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء صحابہ تابعین اور اس کے بعد تمام علماء کا مسلک اور قول ہے کہ وہ محرم کی دسویں تاریخ ہے۔ اور حضرت ابن عباس کی رائے ہے کہ وہ نویں تاریخ ہے، ابواللیث کی تفسیر میں ہے کہ وہ گیارہویں تاریخ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۷)

خیال رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں جو ہے کہ نویں کو روزہ رکھو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نویں کو عاشورہ ہے۔ عاشورہ کا مفہوم خود عشر کی ترجمانی کر رہا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ ۹ ر سے رکھو دس نو ہے ہی نہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عباس کی ایک دوسری روایت میں ہے، یہود کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن پہلے رکھو ایک دن بعد رکھو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس دو دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جس روایت میں نویں کو روزہ رکھنے کا حکم ہے اس کا مطلب ہے ۹ ر کا دس کے ساتھ رکھو۔ (عمدۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۷)

آپ رمضان اور عاشورہ کے روزے کا اہتمام فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاشورہ کے علاوہ کسی اور دن کا جس پر اس کو فضیلت حاصل ہے اور رمضان المبارک کے علاوہ کسی روزہ کا اہتمام کرتے نہیں دیکھا۔

(بخاری صفحہ ۲۶۹)

فائدہ: علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اور دنوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے روزے کا اہتمام خاص طور پر فرماتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ۴ ر چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے (ہمیشگی کے ساتھ ادا کرتے تھے) عاشورہ کا روزہ، عشرہ ذی الحجہ کا روزہ، ہر ماہ کے ۳ ر روزے، اور فجر کی ۲ رکعت سنت ہے۔

(زاد المعاد صفحہ)

عاشورہ کے روزے سے ایک سال کے گناہ معاف

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کے روزہ سے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کا روزہ ایک سال کے

گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۶۸، اتحاف السادہ جلد۴ صفحہ ۴۲۵، ترمذی صفحہ ۱۵۸، عمدۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ بعضوں نے ذکر کیا کہ عاشورہ کا روزہ صوم الدہر ہے۔ بعضوں نے کہا کہ عاشورہ کا روزہ آخرت کے سال کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸)

عاشورہ محرم کے روزہ کا مسنون طریقہ کیا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں فرمایا۔ اس دن روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

ایک دن پہلے اور (یا) ایک دن بعد رکھو (یعنی صرف دس کو تنہا یہود کی طرح نہ رکھو)۔

(بزار صفحہ ۴۹۳، سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۷)

حضرت داؤد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کے روزہ کا حکم دیتا۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس دن کی تو یہود و نصاریٰ بہت تعظیم کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں کا بھی روزہ رکھیں گے انشاء اللہ۔ پس آئندہ آیا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۲۸۷)

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ۹ر اور ۱۰ر کا روزہ رکھو۔ (رزین، عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ۹ر۱۰ر کا روزہ رکھو، یہود کی مشابہت مت اختیار کرو۔

(شرح احیاء جلد۴ صفحہ ۴۲۶، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۳۷)

فائدہ: علامہ عراقی نے بیان کیا کہ اس کے ساتھ نویں کا (یا گیارہویں کا) ملا لینا سنت مستحب ہے۔ چونکہ آپ نے فرمایا کہ سال آئندہ زندہ رہوں گا تو نویں کو ملا لوں گا۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۴۲۵)

ان تمام روایتوں کے پیش نظر عاشورہ کے روزہ میں مستحب یہ ہے کہ ۱۰ر تاریخ کے ساتھ خواہ ۹ر کو یا ۱۱ر کو ملا لے، تاکہ یہود کی مشابہت ختم ہو جائے۔ ۱۰ نہ مکروہ ہوگا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ عاشورہ میں دو دن کا روزہ مستحب ہے۔ محیط اور بدائع کے حوالہ سے ہے کہ ایک دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۷)

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک کہ میں اگلے سال ۹ر محرم کو روزہ رکھوں کا اس کا مطلب یہ ہے کہ دس کے ساتھ ۹ر کا بھی رکھوں گا چنانچہ ابن عباس کی اس روایت سے اس

کی تائید ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا، عاشورہ کا روزہ رکھو اور ایک دن قبل یا ایک دن بعد کا اس کے ساتھ ملا لو۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۳۳۸)

عاشورہ محرم کی فضیلت روایت و آثار میں

حضرت عثمان بن مطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن جودی پہاڑ پر کشتی نوح آ رکی تھی تو اس پر بطور شکرانہ حضرت نوح علیہ السلام نے اور ان کے اصحاب نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ وحشی جانوروں نے بھی اور اسی عاشورہ کے دن بنی اسرائیل کے لئے سمندر پھٹا (اور یہ پار ہو کر بچ گئے اور فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوئی) اسی عاشورہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کو اللہ نے قبول کیا۔ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ (مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے) اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۱)

عمر بن نفیل کی روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے جودی پہاڑ پر عاشورہ کے دن اترے تھے پس حضرت نوح علیہ السلام نے اور ان کے اصحاب نے شکراً روزہ رکھا، عاشورہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت یونس علیہ السلام اپنے شہر آئے، اسی دن بنی اسرائیل کے لئے سمندر پھٹا اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش ہوئی۔ (ابو الشیخ فی الثواب، کنز العمال صفحہ ۵۷۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے دس انعامات اور نوازشات سے دس حضرات انبیاء کرام کو نوازا ہے۔

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر شق کیا فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔
② حضرت نوح علیہ السلام پر کہ ان کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔
③ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔
④ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔
⑤ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا۔
⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن اٹھائے گئے۔
⑦ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
⑧ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

⑨ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔

⑩ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے گئے۔ اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ اسی دن داؤد علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت سے نوازا گیا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: پس معلوم ہوا عاشورہ کا دن اللہ پاک کے مخصوص انعام کا دن رہا ہے، اسی وجہ سے یہ برکت اور وسعت کا دن ہے۔

عاشورہ کا روزہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے رکھا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کا روزہ حضرات انبیاء کرام نے رکھا ہے پس تم روزہ رکھو۔ (ابن ابی شیبہ، کنز العمال صفحہ ۵۷۲، عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس نے صوم الدہر رکھا اسی طرح یہ بھی ہے کہ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس نے گویا آخرت کے اعتبار سے ہزار سال کا روزہ رکھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸)

عاشورہ کے دن اہل وعیال پر توسع سال بھر برکت کا باعث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن اہل وعیال پر توسع کیا تو اللہ پاک اس کی وجہ سے سارے سال اس پر توسع فرمائے گا۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۳ صفحہ ۳۶۶، مشکوٰۃ صفحہ، مجمع صفحہ ۱۹۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن اہل وعیال پر توسع کیا تو سارے سال اس پر توسع کیا جائے گا۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۱۹۲، بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۳۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے اہل وعیال پر عاشورہ کے دن توسع کیا اس پر تمام سال اللہ پاک توسع کرے گا۔

(بیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۶۶، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۱۶، جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۴۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے اور اپنے اہل وعیال پر عاشورہ کے دن توسع اختیار کرے گا تو اللہ پاک پورے سال اس پر توسع فرمائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ (کہ سالوں بھر خوشحالی اور برکت رہی)۔

(الاستذکار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۰)

متعدد روایتوں میں عاشورہ کے دن اہل و احباب پر توسع کی یہ برکت بتائی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے سال بھر وسعت اور برکت رہتی ہے اگر چہ یہ روایتیں ضعیف ہیں مگر تعدد طرق اور امت کے تعامل کی وجہ سے یہ حدیث حسن اور عمل کے درجہ میں ہوگئی۔ ویسے بھی فضائل کے باب میں ضعیف پر عمل کرنے کے جمہور قائل ہیں۔

لہٰذا اس دن حسب استطاعت بہتر کھانا گھر والوں کے لئے بنائے اور احباب و رفقاء کی دعوت کریں۔

خیال رہے کہ اسی دن روزہ کی بھی فضیلت ہے اور توسع کی بھی فضیلت ہے، اس لئے بہتر شکل یہ ہے کہ شام کو افطاری اور کھانے میں سہولت اختیار کرے اور اسی پر احباب و رفقاء کو بلائے کہ برکت عظیم کا سبب ہے یا پھر نویں دن کے بعد رات میں افطاری کھانے اور سحری میں توسع کرے۔

خیال رہے، کہ اس دن میں صرف دو ہی کام سنت اور شریعت سے ثابت ہیں روزہ اور توسع باقی اس کے علاوہ دیگر تمام امور بدعت رسم و رواج اور خلاف شرع امور میں داخل ہیں۔ جس سے بچنا واجب ہے۔

عاشورہ کے دن توسع کی حکمت ذکر کرتے ہوئے علامہ مناوی نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے طوفان نوح میں تمام انسانوں کو غرق فرما دیا تھا صرف وہ بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر ایمان کی بنیاد پر کشتی پر سوار تھے۔ یہ کشتی سے دنیا کی زمین پر عاشورہ کے دن اترے تھے۔ اور ان پر کھانے پینے اور زمین کی وسعت ہوئی تھی۔ اس دن توسع کا حکم ہوا تھا۔ پس اسی وجہ سے ہر سال اس دن توسع کا حکم دیا گیا۔

(فیض القدیر صفحہ ۲۳۶)

مطلب یہ ہے کہ کشتی پر جو ۶ / ماہ رہے تھے تو کہاں کھانے پینے کی فراوانی اور وسعت ہو سکتی تھی جب کشتی سے عاشورہ کے دن زمین پر آئے تھے تو اللہ نے بھی توسع اور برکت نازل فرمائی اور ان کو بھی توسع کا حکم ملا تا کہ اچھی طرح زندگی گزار سکیں اور اس دن سے دنیا کی نشأۃ ثانیہ ہوئی۔ تو کشتی کی پریشانی اور دنیا کی ابتداء کو دیکھ کے اللہ پاک نے توسع کا حکم دیا۔

اسی تاریخی یادگار اور عبرت و سبق حاصل کرنے کے سلسلے کو باقی رکھنے کے لئے بعد میں آنے والوں کو بھی اس دن توسع کا حکم ملا۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اہل علم نے اسے مجرب اور تجربہ سے بھی ثابت مانا ہے، **وذلك مجرب للبركة والتوسعة** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اسے تجربہ میں صحیح پایا۔ ابن عیینہ جو مشہور محدث ہیں انہوں نے کہا کہ میرا پچاس ساٹھ سالہ اس پر تجربہ ہے۔ ابن حبیب جو مالکیہ کے جلیل القدر امام ہیں انہوں نے اپنے شعری کلام میں اس کی وضاحت کی ہے۔

قال الرسول صلاة اللّٰه تشمله

فولا وجدناه عليه الحق والنورا

من مات فی لیل عاشوراء ذاسعة
یکن بعیشه فی الحول مجبورا

(فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

ارشاد الماثورة فی تحقیق حدیث التوسع بیوم عاشوره.

حدیث توسع علی العیال کی تحقیق اور اہل علم کی رائے

بعض حضرات نے حدیث توسع علی العیال یوم عاشورہ کی حدیث کو غیر ثابت مان کر اس کا انکار کیا ہے اسے ضعیف سے آگے بڑھا کر اسے منکر اور موضوع قرار دیا ہے۔ سو از روئے تحقیق یہ درست نہیں۔ سنداً ضعیف ہونے کے باوجود ضعف کی تلافی ہو کر قابل اخذ و عمل ہے۔ مزید ضعیف کے درجہ میں رہتے ہوئے باب الفضائل میں حسب قاعدہ مقررہ معتبر ہو جائے گی۔ الترغیب والترہیب میں علامہ منذری نے اور مشکوٰۃ المصابیح میں محدث تبریزی نے یہ حدیث توسع بیہقی کی شعب الایمان کے حوالے سے بیان کی ہے۔

مجمع الزوائد میں ابوبکر ہیثمی نے طبرانی کی الاوسط اور الکبیر کے حوالے سے اسے بیان کیا ہے اور اس کے ضعف کی نشاندہی کی ہے۔

جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے اسے طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی علامت لگائی ہے۔

محدث بیہقی نے یہ حدیث شعب الایمان میں حضرت جابر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

حدیث جابر:

"محمد بن منکدر عن حابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من وسع علی اهله یوم عاشوراء وسع اللّٰہ علی اهله طول سىة وقال البیهقی نعد ذالك هذا اسناد ضعیف فروی من وحه آخر."

حدیث عبداللہ:

"هیصم ىن شداخ عن الاعمش عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللّٰہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من وسع علی عیاله ىوم عاشوراء وسع اللّٰہ علیه فی سائر سنته، قال البیهقی تفرد به هیضم عن الاعمش بنحوه."

حدیث ابی سعید:

"عن ایوب بن سلیمان بن میناء عمن حدثه عن ابی سعید الحدری عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم نحوه.

وایوب بن سلیمان بن میناء عن رجل عن ابی سعید الحدری قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علبه وسلم من وسع علی اهله یوم عاشوراء وسع اللّٰه علیه سائر سمة."

حدیث ابی ہریرہ:

"یعلی بن حکیم عن سلیمانُ بن ابی عبداللّٰه عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من وسع علی عیاله واهله یوم عاشوراء وسع اللّٰه علیه سائر سنة. وقال البیهقی بعد ذالك. هده الاسانید وان كانت ضعیفة فهی اذا صم بعصها الی بعض اخذت قوة." (شعب الایمان جلد۳ صفحہ۳۶۶)

صاحب مشکوۃ المصابیح نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ذکر کیا ہے جس کی تخریج جامع میں کی ہے۔

اس میں حضرت سفیان ثوری کا اس حدیث پر اپنا تجربہ کہ اس پر عمل کرنے سے وسعت کے اسباب پیدا ہوتے ہیں ذکر کیا ہے۔ باقی کا حوالہ دیا ہے کہ مزید یہ روایت حضرت عبداللہ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ ابوسعید اور حضرت جابر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی مروی ہے جس کی تفصیل میں نے بیہقی کی شعب الایمان سے ذکر کی ہے۔

اس میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت دو طریق سے مروی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مزید بیہقی کے علاوہ محدث ابن عدی نے بھی ذکر کی ہے اس روایت کو عقیلی نے بھی ذکر کیا ہے۔

روایت ابو ہریرہ کی تحقیق:

اس کی سند میں یعلی بن حکم کے اور راوی ابو ہریرہ کے درمیان سلمان بن ابی عبداللہ ہے۔ یہی وہ راوی ہے جو متکلم فیہ ہے جس کی وجہ سے حدیث میں ضعف اور ابن جوزی کے نزدیک وضع کا حکم لگایا ہے۔

ابن جوزی نے اس روایت کو سلمان کی وجہ سے موضوع قرار دیا ہے۔

(کشف الخلفاء صفحہ۲۸۴، مقاصد حسنہ صفحہ۴۳۹، الدر المنتزہ صفحہ۱۷۴)

اس راوی کو ابن وجزی نے مجہول قرار دیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

اسی طرح عقیلی نے بھی اس راوی کو مجہول قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ صفحہ۳۶۴)

ابن جوزی کا یہ کلام کہاں تک درست اور صحیح ہے اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ایک دوسرے طریق سے بھی ثابت ہے جو صحیح ہے، حافظ ابوالفضل کے حوالے سے سخاوی نے مقاصد میں سیوطی نے درر میں علامہ عجلونی نے کشف الخفاء میں ذکر کیا ہے۔

حدیث ابی هریرة ورد من طرق صحح بعضها الحافظ ابوالفضل بن الناصر

روایت ابی سعید کی تحقیق:

اس کی تخریج مزید بیہقی کے علاوہ مسند اسحٰق راہویہ میں بھی ہے۔ اور اسی طریق سے ہے اس میں عمن حدثه اور عن رجل سے جہالت پیدا ہوتی ہے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا اگر اس طریق میں رجل مبہم نہ ہوتا تو یہ روایت پسندیدہ جید ہوتی۔ یعنی یہ طریق جید صحیح اور ضعف سے خالی ہوتا۔ یہ تو شعب الایمان کے سند پر کلام تھا۔

یہ حدیث طبرانی نے الکبیر میں بھی ابوسعید صحابی سے ذکر کیا ہے۔ جو دوسرے طریق سے ہے اور اس میں راوی مجہول نہیں ہے۔ محمد بن اسماعیل جعفری عن عبداللہ بن سلمہ ابویعلی عن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابی صعصعة عن ابیہ عن ابی سعید۔ گو اس کی سند میں رجل مبہم و مجہول نہیں مگر پھر بھی طبرانی کی یہ روایت جید نہیں ضعیف اور مجروح ہے۔

وجہ ضعف اور جرح

محمد بن اسماعیل جعفری ہے۔ یہ راوی متکلم فیہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ محمد ابن اسماعیل کو ابوحاتم اور اس کے شیخ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح ابوزرعہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ ابونعیم نے اسے متروک کہا ہے۔ اسی طرح اس کے شیخ عبداللہ بن سلمہ کو محدث عقیلی اور ابوزرعہ نے منکر کہا ہے۔ ایک قول میں ابوزرعہ نے اسے متروک کہا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح صفحہ ۳۶۳)

حدیث جابر۔ خود بیہقی نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ہذا اسناد ضعیف۔

بیہقی کے طریق کے علاوہ یہ دوسری سند و طریق سے مروی ہے جو صحیح سند ہے، جسے ابن عبدالبر مالکی نے استذکار میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبر مالکی نے کئی طریق سے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ابن عبدالبر مالکی نے روایت جابر کو اس طریق سے ذکر کیا ہے۔

"احمد بن قاسم محمد بن ابراهيم ومحمد بن حكم قالوا حدثنا محمد بن معاوية قال حدثنا الفضل بن حباب قال حدثنا هشام بن عبدالملك

الطيالسي قال حدثنا شعبة عن ابی الزبير عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من وسع على نفسه واهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنة. قال جابر جربناه ووجدناه كذالك." (جلد۱۰صفحہ۱۴۰)

یہی وہ طریق ہے جس کے متعلق تمام اصحاب تحقیق بیک زبان کہتے ہیں۔

"**وله طرق عن جابر على شرط مسلم آخر اخرجها ابن عبدالبر فی الاسنذكار من رواية ابی الزبير عنه وهی اصح طرقه.**" (موضوعات کبیر صفحہ۲۴۴)

علامہ عراقی نے اس طریق کے متعلق کہا علی شرط مسلم، مزید اس کی سند کے متعلق کہا ہذا اصح طرق الحدیث۔

(مرعاۃ جلد۶ صفحہ۳۶۳)

تمام اصحاب تحقیق نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ سیوطی الدرر میں لکھتے ہیں کہ:

"**وله طرق عن جابر على شرط مسلم اخرجها ابن عبدالبر فی الاستذكار من رواية ابی الزبير عند وهی اصح طرقه.**" (صفحہ۱۷۴)

اسی طرح علامہ سیوطی نے الموضوعات میں لکھا ہے، بالکل یہی عبارت علامہ سخاوی کی مقاصد حسنہ میں صفحہ۴۳۱ اور کشف الخفا میں ہے صفحہ۲۸۴۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ علامہ سخاوی، علامہ عجلونی، علامہ سیوطی وغیرہ اس حدیث جابر کے اس طریق کو معتبر و مستند مانتے ہیں۔ بس حدیث جابر کے دو طریق میں سے ایک طریق ضعیف اور ایک طریق صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ میں ایک طریق ضعیف اور دوسرا صحیح جس کی تصریح حافظ ابوالفضل عراقی نے بقول ابوالفضل بن ناصر کی ہے۔

ابن عبدالبر مالکی کی اس روایت میں جو راوی آ رہے ہیں ان کے ثقہ اور معتبر ہونے کی تصریح ارباب علم نے کی ہے۔ مرعاۃ میں ہے:

"**وشيوح ابن عبدالبر موثوقون و شيخهم محمد بن معاوية هو ابن الاحمر راوی السنن عن النسائی وثقه ابن حزم وغيره.**"

البتہ اس میں ایک راوی الفضل بن حباب ہیں انہوں نے ابن الاحمر سے ان کی کتابوں کے جلنے کے بعد سماع کیا ہے۔ صفحہ۳۶۳۔ بس یہاں ایک اصل ہے، راوی پر کلام اس کے سوء حفظ یا فسق اور دیگر کسی جرح کی وجہ سے نہیں ہے۔ پس راوی کے ثقہ اور سوء حفظ وغیرہ کی شکایت نہ ہونے کی وجہ سے روایت و راوی کی توثیق کی جائے گی۔

ابن عبدالبر مالکی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ جس

کی تفصیل یہ ہے:

"قاسم بن اصبغ عن بن وضاح قال حدثنا ابو محمد العابد عن بهلول بن راشد عن الليث بن سعد عن يحيٰ بن سعيد عن سعيد بن المسيب قال عمر بن الخطاب من وسع على اهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنة."

(الاستذکار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۰)

اس طریق کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں کوئی مجروح اور مطعون راوی نہیں چنانچہ مرعاۃ المفاتیح میں اس کی سند کے متعلق ہے:

"وقد ورد موقوفا على عمر اخرجه ابن عبدالبر بسند رجاله ثقات" (صفحہ ۲۶۳)

ہاں البتہ اس میں دو طریقہ سے کلام کیا ہے یہ روایت مرفوع نہیں موقوف ہے۔

سو اس سے کوئی حرج اور قدح نہیں۔آثار صحابہ حجت ہے، مزید اصل کلی ہے۔

صحابی کا قول غیر مدرک بالقیاس امور میں مرفوع کے حکم میں ہے اسی لئے اس کا نام مرفوع قولی حکمی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن میتب عن عمر ہے، اور ابن میتب کا سماع حضرت عمر سے مختلف فیہ ہے۔(مرعاۃ صفحہ ۲۶۳)

جس طرح اس حدیث عمر کو ابن عبدالبر نے موقوفا علی عمر ذکر کیا ہے اور تمام رواۃ ثقہ ہیں اسی طرح دارقطنی نے الافراد میں بھی حضرت عمر سے موقوفا ذکر کیا ہے۔جس کی سند جید ہے۔

مقاصد حسنہ میں علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

"رواه هو (ابن عمدالبر) والدار قطنى فى الافراد بسند جيد عن عمر موقوفا."

(جلد ۲ صفحہ ۴۳۱)

ملا علی قاری الدرر میں اس حدیث عمر جس کی تخریج دارقطنی اور ابن عبدالبر نے کی ہے لکھتے ہیں:

"وقد ورد ايضا من حديث ابن عمر احرجه الدارقطنى فى الافراد موقوفا على عمرو اخرجه ابن عبدالبر بسند جيد." (صفحہ ۱۷۴)

کشف الخفاء میں بھی علامہ عجلونی نے انہیں الفاظ سے دونوں حدیثوں کو جید قرار دیا ہے۔

"اخرجه الدارقطنى فى الافراد موقوفا على عمروُ احرجه ابن عبدالبر بسند جيد" (جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

بس معلوم ہوا کہ ارباب فن کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور جید ہے موقوف ہونا یا ابن میتب عن عمر ہونے

سے کوئی سقم اور خرابی نہیں پیدا ہوئی جس کی وجہ سے کلام کی گنجائش ہو۔

حدیث ابن عمر:

اس حدیث توسیع میں حضرت ابن عمر کی بھی ایک مرفوع روایت کا پتہ چلتا ہے جس کی تخریج بغدادی نے اور دارقطنی نے کی ہے۔

چنانچہ خطیب کے متعلق ہے "**وفی حدیث ابن عمر عندالخطیب.**" (مرعاۃ صفحہ۳۶۲)

اور دارقطنی کے متعلق ہے۔ "**وقد روی ایضا ھذا من حدبث ابن عمر عندالدار قطنی فی الافراد.** (مرقاۃ المفاتیح صفحہ۳۶۳)

ملا علی قاری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے "**وقد ورد ایضا من حدیث ابن عمر.**" (الدرر صفحہ۱۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کی موقوف روایت دو طریق سے ہے۔

ایک سعید بن میتب کے واسطے سے جس کی تخریج ابن عبدالبر نے کی ہے۔ (جلد۱۰ صفحہ۱۷۴)

ایک روایت ابن عمر کے واسطے سے ہے جس کی تخریج دارقطنی نے افراد میں کی ہے۔

خیال رہے کہ دارقطنی کی یہ روایت اصوب اور ارجح ہے ابن عبدالبر کی روایت سے کہ اس میں ابن میتب کی ملاقات اور سماع مختلف فیہ ہے۔ (کذافی مرعاۃ)

اور روایت ابن عمر میں اس کلام کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا اس باب میں حضرت ابن عمر عن عمر کی روایت موقوفاً اصح اور اصوب مافی الباب ہے۔ جو مرفوع حکمی ہونے کی وجہ سے قابل استناد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث کی تخریج ابن عدی اور بیہقی وغیرہ نے کی ہے اس کی سند میں مندرجہ ذیل راوی آ رہے ہیں حجاج بن نفیر، محمد بن ذکوان، سلمان بن ابی عبداللہ۔

یہ رواۃ ضعاف میں شامل ہیں اسی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ روایت ضعیف ہوگئی۔ اس کا جواب زین الدین عراقی نے دیا ہے جسے علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔ "**وفی اسناد لین.**"

مزید اس کا جواب علامہ مناوی نے دیا ہے محدث ابن حبان نے ان رواۃ کو ثقاۃ میں ذکر کیا ہے۔ "**لکن ابن حبان ذکرھم فی الثقات فالحدیث حسن علی رایہ.**" (فیض القدیر صفحہ۲۳۶)

بس ابن حبان کے نزدیک راوی کے ثقہ ہونے کی وجہ سے حدیث حسن ہے۔

دوسرے قاعدے تعدد طرق کی وجہ سے اس کے ضعف کی تلافی ہو جائے گی اور حدیث حسن ہو جائے گی۔

ابو ہریرہ کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن ابی عبداللہ ہے جس کی وجہ سے اس میں ضعف پیدا ہوا ہے۔

سو اس کے متعدد جوابات ہیں۔

❶ یہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں اور حضرت ابوہریرہ کے رواۃ میں سے ہیں، امام بخاری اور امام ابوحاتم نے بیان کیا کہ انہوں نے مہاجرین اور انصار کی صحبت پائی تھی۔

❷ ابوحاتم نے کہا ان کی حدیث معتبر ہے۔

❸ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

❹ شرح مشکوٰۃ مرقات میں ہے کہ سلمان ابن ابی داؤد، ابوداؤد کے رجال میں ہے حرم مدینہ کے سلسلے میں ان کی حدیث ہے۔ (صفحہ ۳۶۳)

ان جوابات کا حاصل یہ نکلا کہ حدیث ابی ہریرہ جس کی تخریج بیہقی طبرانی نے کی ہے صحیح یا حسن ہے اور ثابت قابل استدلال ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود کی تحقیق:

اس حدیث کی تخریج محدث رزین نے اور طبرانی نے کی ہے۔ طبرانی میں اس حدیث کی سند اس طرح ہے:

"عن عبدالوارث بن ابراهیم عن علی ابن ابی طالب البزار عم هیضم بن شداخ عن الاعمش عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعود."

اس میں امام اعمش کے شاگرد راوی ہیضم بن شداخ متکلم فیہ اور مجروح راوی ہیں۔ اسی وجہ سے ضعف پیدا ہو رہا ہے۔

حافظ ابن حجر اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

"اتفقوا علی ضعف الهیضم وعلی نفرد به." (فیض القدیر شرح جامع صغیر جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

ہیضم کے ضعف پر اتفاق ہے اور راوی اس روایت میں متفرد ہے۔

علامہ مناوی نے حافظ کے حوالہ سے اس راوی کے ضعیف ہونے کی علت بیان کی ہے مزید روایت کا تفرد جس کی وجہ سے روایت اور کمزور ہوگئی ہے۔ مقاصد حسنہ میں علامہ سخاوی نے بھی اس راوی ہیضم کے متعلق لکھا ہے۔

ہیضم بن شداخ راوی حدیث ابن مسعود انہ مجہول۔ (صفحہ ۴۳۱)

حدیث پاک پر صحت وضعف کے اعتبار سے اہل تحقیق کا کلام

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب توسع میں حضرت ابوہریرہ، ابن مسعود، ابوسعید، جابر، حضرت عمر اور

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی روایتیں ہیں۔ ان کی روایتوں میں صحت وسقم کے اعتبار سے جو کلام ہے اس کا بیان آچکا یہاں ارباب تحقیق کا کلام مختصر اور ممتاز طور پر بیان کیا جارہا ہے تاکہ ہر ایک پہلو الگ واضح ہوجائے اور روایت منقح ہوکر سامنے آجائے۔

① حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت پر کلام:

بیہقی کی شعب الایمان میں جس طریق سے اسی طرح دیگر جہاں کتب حدیث میں ہے وہاں یعلی بن حکیم کے درمیان سلمان بن ابی عبداللہ ہے۔ محقق ابن جوزی نے اسی راوی کی وجہ سے اسے موضوع قرار دے دیا۔ عقیلی نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔

❶ ابن جوزی کے رد اور وضع کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ابن جوزی متشددین اور سخت بے وجہ منقدین ہیں ان کا قول حد اعتدال سے خارج ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں۔

❷ راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے وضع کا حکم ہی درست نہیں موضوع اس وقت ہوتا ہے جب کہ راوی وضاعین، کذابین میں ہوں اور یہاں سلیمان بن ابی عبداللہ ایسے راوی ہیں جو مختلف فیہ تجہیل اور توثیق دونوں کی گئی ہے۔ بھلا ایسے راوی سے جس کی توثیق اور مدح بھی کی گئی ہو روایت موضوع ہوگی۔ یہ ابن جوزی کی سخت گیری ہے۔ اسی وجہ سے تو جمہور ان کے قول حد اعتدال سے خارج قرار دیتے ہوئے تسلیم نہیں کرتے رد کردیتے ہیں۔

❸ محقق زین الدین عراقی نے کہا کہ اس کی سند لین ہے۔ (فیض القدیر صفحہ ۲۳۶)

❹ ابوحاتم نے کہا ان کی حدیث معتبر ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۳۶۳)

❺ یہ راوی سنن ابوداؤد کے رجال میں ہیں حرم مدینہ کے سلسلے میں ان کی روایت آئی ہے۔ (مرعات)

❻ امام بخاری اور ابوحاتم نے ان کی منقبت میں بیان کیا کہ انہوں نے مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو پایا۔ (مرعات)

❼ ابن حبان نے ان کو ثقات یمن ذکر کیا ہے۔ اس جواب کو ملا علی قاری نے موضوعات میں، علامہ سخاوی نے مقاصد میں علامہ عجلونی نے کشف الخفا میں ذکر کرکے ابن جوزی پر رد کیا ہے۔

❽ یہ تو وہ طریق ہے جس کے راوی مختلف فیہ ہیں۔ اس کا ایک دوسرا طریق اور ایک دوسری سند بھی ہے جس میں سلیمان نہیں آرہے ہیں جسے حافظ ابوالفضل نے ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں علامہ عجلونی نے کشف الخفا میں ذکر کیا ہے۔

"لحديث ابى هريرة ورد من طرق صحح بعضها ابوالفضل من ناصر." (صفحہ ۲۸۴)

لہٰذا اس باب میں ابوہریرہ کی حدیث معتبر وقابل اخذ واستناد ہے۔ اور بلاشبہ ثابت ہے موضوع نہیں ہے۔

② حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث پر کلام:

اس پر ہیضم کی وجہ سے کلام ہوا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔ راوی کی جہالت سبب ضعف ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ دوسری روایت اور اس کے علاوہ دیگر طریق سے بھی مروی ہے اس کا اعتبار کرلیا جائے گا۔

اس کے ضعف کی تلافی طرق آخر سے روایت ہونے کی وجہ سے ہو جائے گی کہ اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے تعدد طرق سے ضعف کی تلافی دور ہو جاتی ہے۔

③ حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث صحت وضعف کے اعتبار سے:

اس حدیث کی تخریج ایوب بن میناء نے اصل سے کی ہے۔ اور اجلی سے ابوسعید خدری نے، گویا کہ صحابی سے روایت کرنے والے میں جہالت اور ابہام ہے کہ یہ کون ہے۔ اس سقم اور قدح کی تلافی کا وہی جواب ہے جو اوپر (۲) پر ابن مسعود کی روایت میں گزرا۔

مزید یہ کہ ایک بالکل دوسری سند میں ابوسعید سے روایت کرنے والے راوی کے نام کی تصریح ہے۔

"عبداللّٰہ بن عبدالرحمان ابی صعصعۃ عن ابیہ عن ابی سعید." (مرقاۃ المفاتیح)

مگر سند کے آغاز میں ایک راوی ضعیف ہے وہ محمد بن اسماعیل ہے۔ اس کے ضعف کی بھی تلافی تعدد طرق سے ہو جائے گی۔ جیسے خود بیہقی نے ان الفاظ میں ان احادیث کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

④ حدیث جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر صحت اور ضعف کے اعتبار سے کلام:

یہ روایت جابر بیہقی نے شعب الایمان میں تو بسند ضعیف آئی ہے لیکن جابر کی روایت کو ابن عبدالبر مالکی نے ایک سند سے بیان کیا ہے وہ صحیح اور جید علی شرط مسلم ہے۔ جیسا کہ کشف الخفا اور الدرر اور ملا علی قاری کی موضوعات میں ہے۔ پس یہ حدیث بھی قابل استناد اور صحیح اور بلاشبہ معتبر ہوگی۔

⑤ حدیث عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

یہ بطریق موقوف مروی ہے جس کی تخریج ابن عبدالبر مالکی نے استذکار میں کی ہے جو روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں مروی ہو۔ اس میں اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

موقوف صحابی کا قول امور غیر مدرک بالقیاس میں مرفوع کے حکم ہوتا ہے لہٰذا یہ مرفوع ہو کر قابل استناد ہو جائے گی۔ فلا حرج۔

⑥ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

اس روایت کا حوالہ مرعات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ خطیب بغدادی کے حوالہ سے صرف اس راوی کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ سند اور طریق کو نقل نہیں کیا ہے۔ جس سے اس کے متعلق کچھ کلام نہیں کیا جا سکتا۔

فائدہ: ان جوابات اور تفاصیل سے یہ بات اصولاً ثابت ہوگئی کہ حدیث توسع یوم عاشورہ صحیح حسن ضعیف تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔ اصولاً ضعیف سے اس کا درجہ حسن کو پہنچ گیا ہے۔ یہ روایت صحیح اور ثابت ہے موضوع نہیں۔

مزید امت کے عوام اور خواص کا اس پر عہد نبوت سے تعامل چلا آ رہا ہے۔ یہ تعامل اور جلیل القدر اصحاب علم کا تجربہ جربناہ اس کے معتبر اور صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا انکار متشدد اور حد اعتدال سے خارج ہونے کی بنا پر مردود ہے۔

ایک جماعت نے اسے موضوع کہا ہے ابن جوزی ابن تیمیہ ایک جماعت نے لایثبت کہا ہے زرکشی ابن رجب وغیرہ ایک جماعت نے اسے ضعیف ہی کہا ہے عقیلی وغیرہ ایک جماعت نے صحیح ثابت مانا ہے جیسے علامہ سیوطی زین الدین عراقی ابوالفضل بن الناصر ایک جماعت نے حسن قرار دیا ہے بیہقی ابن حبان صاحب مشکوٰۃ وغیرہ۔

وہ جلیل القدر ائمہ حضرات جنہوں نے مجرب کہا ہے

وہ حضرات جنہوں نے اس حدیث پر عاشورہ کے دن اہل وعیال پر توسع کیا اور اس توسع کی برکت سے سال بھر توسع کی برکت محسوس کی عملی تجربہ اور مشاہد بیان کیا بعض اصحاب تخریج نے اسے نقل کیا ہے۔ یہاں اس کی تصریح کی جاتی ہے۔ یہ بھی حدیث کے ثابت ہونے کی علامت ہے۔

❶ سفیان ثوری: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے آخر میں صاحب مشکوٰۃ نے سفیان (ثوری) کا قول نقل کیا ہے۔ **"اما قد جربناه فوجدناه كذلك."**

❷ حضرت جابر: ابن عبدالبر مالکی نے حضرت جابر کی روایت کے آخر میں بیان کیا: **"قال جابر جربناه فوجدناه كذلك."**

❸ ابن عبدالبر مالکی نے کہا اور حضرت ابوالزبیر نے بھی **جربناه فوجدناه كذلك** کہا۔

❹ اسی طرح شعبہ نے بھی کہا **جربناه كذلك**۔ (استذکار)

❺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ابن مسیّب کے شاگرد اور راوی یحییٰ بن سعید ہیں۔

انہوں نے بھی یہی کہا قد جربنا فوجدناه كذلك۔ (استذ کار صفحہ)

❻ ابن عیینہ ابن عبدالبر مالکی نے سفیان بن عیینہ کا قول قد جربناه فوجدناه كذلك نقل کیا ہے۔

مطلب بیشتر روایتوں میں ان کے راویوں نے جو حدیث پاک پر عمل کیا اور اس کی برکت سے سال بھر توسع کی برکت محسوس کی انہوں نے اپنا تجربہ شاگرو راوی سے بیان کیا۔ جنہوں نے ان کے قول کو سلسلہ وار بیان کر کے ہم تک پہنچایا۔

دیکھئے ۶/جلیل القدر راویوں کی روایت کے ذیل میں مجرب ہونے کا ذکر ہے۔ کیا یہ اثر غیر ثابت اور موضوع میں ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ علامہ مناوی منکرین پر رد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"قال المؤلف فهذا من هذا الامام الجليل يدل على ان للحديث اصلا."

(فیض القدیر للمناوی جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

علامہ سیوطی رداعلی المنکرین کہتے ہیں "كلا بل هو ثابت صحيح." (موضوعات کبیر صفحہ ۲۴۴)

اس حدیث پاک کی تحقیق میں ارباب علم کے مختلف نظریات

جاننا چاہئے کہ حدیث توسع کے سلسلے میں ائمہ تحقیق دو نظریات کے حامل ہوئے ہیں:

❶ ثابت اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

❷ انکار کرتے ہیں اور ثابت نہیں مانتے ہیں۔

❶ جمہور علماء اسے ثابت مانتے ہیں ان میں سے چند جلیل القدر ائمہ یہ ہیں۔

سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ، محدث طبرانی، ابن عبدالبر مالکی، ابن حبیب مالکی، محدث بیہقی، خطیب تبریزی، محدث دارقطنی، حافظ زین الدین عراقی، شمس الدین سخاوی، محدث ابن حبان، ابوالشیخ، حافظ ابوالفضل ابن الناصر، علامہ منذری، علامہ منادی، علامہ سیوطی، علامہ عجلونی وغیرہ رحمہم اللہ۔

ان میں سے بعض حضرات بلاشبہ صحیح ثابت مانتے ہیں۔ جیسے علامہ سیوطی کی موضوعات کبیر میں منکرین پر رد کرتے ہوئے كلا بل هو ثابت صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح علامہ زین الدین عراقی ابوالفضل بن الناصر، ایک جماعت نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ جن میں ابن حبان، محدث بیہقی، صاحب مشکوۃ علامہ سخاوی وغیرہ ہیں وقال السخاوی فی المقاصد الحسنة الی تحسين هذا الحديث۔ (مرعاۃ صفحہ ۳۶۴)

❷ جن لوگوں نے اس حدیث کو غیر ثابت کہا ہے ان میں سے بعض اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔ جیسے ابن جوزی، ابن تیمیہ، کچھ لوگ لایثبت کہتے ہیں جیسے علامہ زرکشی، ابن رجب علامہ مجدالدین فیروز آبادی تو یہ کہتے ہیں کہ اس عاشورہ کے باب کی ساری روایتیں خواہ روزہ کی فضیلت سے متعلق ہوں یا توسع علی العیال وغیرہ کے

متعلق ہوں سب قاتلان حسین کی گھڑی ہوئی روایتیں ہیں۔ علامہ مناوی ان کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قال المحد اللغوی ما یروی فی فصل صوم عاشوراء والصلاۃ به والصلاۃ فیه والانفاق والحضاب والادھان والاکتحال بدعة ابتدعھا قتلة الحسین."

(فیض القدیر للمناوی جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

علامہ مجد الدین کا قول جہاں تک صوم عاشوراء کے بارے میں ہے صراحۃً غلط اور مردود ہے صوم عاشوراء کی فضیلت ایک سال کے گناہ کا کفارہ متعدد صحاح وسنن میں بسند صحیح ثابت ہے جو معنی متواتر کے درجہ میں ہے۔

پھر ان میں سے بعضوں نے کہا کہ یہ محمد بن منتشر کا قول ہے حدیث نہیں ہے۔ جیسے۔ (الدرر صفحہ ۱۷۴)

قول محقق یہ ہے کہ ضعیف کی تلافی تعدد طرق سے ہو کر قابل اخذ واستناد ہو گئی ہے۔

"والتعمد عنی ما ذھب الیه البیھقی ان له طرقا یقوی بعضھا بعضا ان اسانید الضعیفة احدثت قوۃ بالتضامن." (مرعاۃ المفاتیح جلد ۶ صفحہ ۳۶۴)

حدیث توسع کے راویان صحابہ اور ان کی تخریجات

حدیث توسع بیوم عاشورا جن صحابہ کرام سے مروی ہے اور جن کی روایت کتب احادیث وغیرہ میں مل سکی ہیں یہ ہیں۔ ① حضرت ابوہریرہ ② حضرت عبداللہ بن مسعود ③ حضرت ابوسعید خدری ④ حضرت جابر ⑤ حضرت عمر ⑥ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

1. حضرت ابوہریرہ کی روایت کی تخریج بیہقی نے شعب الایمان میں طبرانی نے ابن عدی نے عقیلی نے نقل کی ہے۔
2. حضرت عبداللہ بن مسعود کے روایت کی تخریج رزین نے اپنی جامع میں، بیہقی نے شعب الایمان میں ابوالشیخ محدث نے فضائل میں۔
3. حدیث ابی سعید بیہقی نے شعب الایمان میں اسحاق راہویہ نے اپنی مسند میں طبرانی نے المعجم الاوسط میں۔
4. حدیث جابر۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عبدالبر مالکی نے الاستذکار میں۔
5. حدیث عمر۔ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں، دارقطنی نے الافراد میں۔
6. حدیث ابن عمر۔ خطیب بغدادی نے۔

فائدہ: پس ان تمام تحقیقات سے یہ بات محقق ہو کر ثابت ہو گئی کہ حدیث توسع بیوم عاشورہ ثابت ہے۔ اس پر عمل کرنا مشروع ہے۔

ہفتہ واری روزہ رکھنے کے متعلق آپ کا معمول مبارک

اکثر و بیشتر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر پیر اور دوشنبہ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۴، ترمذی صفحہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اہتمام سے پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۴، الفتح الربانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴، ترمذی صفحہ)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس دن خدائے پاک کے سامنے بندہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (طبرانی مجمع جلد ۳ صفحہ ۲۰۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ اور جمعرات کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے یا تو مستقل ان دنوں کا روزہ رکھا کرتے تھے یا ماہ کے ۳/ روزوں میں دوشنبہ اور جمعرات کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان دنوں میں خدا کے دربار میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو آپ یہ چاہتے کہ میرے اعمال کی پیشی روزے کی حالت میں ہو۔

پیر اور جمعرات کو کیوں روزہ رکھا کرتے تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے تو آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی آپ نے فرمایا پیر اور جمعرات کے دن اللہ پاک مسلمانوں کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے دو بغض رکھنے والوں کے، ان کو چھوڑ دیتے ہیں، یہاں تک کہ آپسی مصالحت کرلیں۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲۴، ابن خزیمہ صفحہ ۲۹۹)

ابوقتادہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر، دوشنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہوا اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (نسائی صفحہ)

ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن میری وفات ہوگی۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے اور فرماتے اس دن بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹، ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ہفتہ میں ۲/ مرتبہ اعمال پیش

کئے جاتے ہیں۔ دوشنبہ کو اور جمعرات کو۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۹۹)

پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنا آپ کو بہت محبوب اور پسند تھا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دربار میں دوشنبہ اور جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش کئے جائیں اور میں روزہ کی حالت میں ہوں۔ (شمائل صفحہ)

فائدہ: حدیث پاک میں ہے کہ ان دونوں دنوں کا روزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور پسند ہونے کی مختلف وجہیں حدیث پاک میں ذکر کی گئی ہیں۔ کسی حدیث میں ہے کہ اسی دن میری پیدائش ہوئی اسی دن میری وفات ہوگی۔ کسی روایت میں ہے کہ اسی دن مجھ پر وحی (ابتداءً) نازل ہوئی۔ کسی روایت میں ہے کہ اسی دن بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے اور کسی روایت میں ہے کہ اس دن اعمال دربار خداوندی میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان فضیلتوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے آپ روزہ رکھا کرتے تھے۔

خیال رہے کہ بندوں کے اعمال خدائے پاک کے حضور میں یومیہ ہفتہ واری اور سالانہ پیش کئے جاتے ہیں۔ ① روزانہ صبح وشام فجر اور عصر کے وقت پیش کئے جاتے ہیں۔ ② پھر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کو۔ ③ اور سالانہ شب برات میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ پیر اور جمعرات کو اعمال اجمالی اور شب برات میں تفصیلی پیش کئے جاتے ہیں۔
(جمع الوسائل صفحہ ۱۲۶)

محدثین کرام نے دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کے استحباب پر باب قائم کیا ہے۔ (کذا ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۸)

بدھ، جمعرات و جمعہ کے روزے کی فضیلت

جنت میں شیش محل ملے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بدھ جمعرات جمعہ کو روزہ رکھے گا اس کے لئے جنت میں ایسا گھر بنایا جائے گا جس کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آئے۔ یعنی شیش محل ملے گا۔ (ترغیب صفحہ ۱۲۶، الفتح صفحہ ۲۲۳، مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۲)

حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بدھ، جمعرات، جمعہ کا روزہ رکھے گا اس کے لئے جنت میں شیش محل بنایا جائے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۲، ترغیب صفحہ ۱۲۶)

جنت میں موتی زمرد یاقوت کا محل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جس نے بدھ جمعرات جمعہ کا روزہ رکھا اس کے لئے جنت میں ایسا محل بنایا جائے گا جو موتی، زمرد، اور یاقوت سے بنا ہوگا۔ اور اس کے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھا جائے گا۔

گناہ معاف جیسے آج ہی ماں نے جنا ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بدھ، جمعرات، جمعہ کا روزہ رکھا اور جو بھی (جمعہ کے دن جیسا کہ جمعہ کی دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے) کم و بیش ہو سکا صدقہ خیرات کیا اللہ پاک اس کے گناہ معاف کر دیں گے اور وہ گناہ سے اس طرح نکل جائے گا جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۲۲۳)

فائدہ: اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بدھ جمعرات جمعہ کے روزوں کو مستحب فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں روزے کا اور صدقہ خیرات کا جو بھی کم و بیش حکم دیتے تھے کہ اس کی بڑی فضیلت ہے۔

فائدہ: ان ۳/دنوں کے روزے کی بڑی فضیلت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے کے ۳/روزے جو رکھا کرتے تھے اس میں ان ۳/دنوں کو شامل فرما لیا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جمعہ کے بجائے جمعرات یا دوشنبہ کے ۲/۲ روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ اور کبھی جمعہ کو۔ دراصل مہینے کے ۳/روزے کی اس ترتیب سے رکھنے کی فضیلت ہے۔ اس فضیلت کے ساتھ صوم الدھر کی فضیلت کا ثواب الگ ملے گا۔

بدھ اور جمعرات کے روزے سے آزادی جہنم کا پروانہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا اس کے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۱۲۶، ابویعلی، مجمع جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: بدھ اور جمعرات کے روزے کی یہ فضیلت بہت بڑی ہے۔ کہ اس سے جہنم کی آزادی کا پروانہ مل جاتا ہے۔ ایک مؤمن کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے کہ وہ جہنم سے آزاد ہو جائے اور اس سے نجات پا جائے۔ اسی لئے وسعت ہو تو ان ایام میں روزہ رکھے۔ ایام بیض، یا مہینہ کے ۳/روزوں کو اس ترتیب سے رکھے کہ یہ ایام آجائیں تو ان فضیلتوں کا حامل ہوگا۔ خواہ ہفتہ کی ترتیب میں اس طرح رکھے۔ دونوں صحیح ہے۔

آپ سنیچر اور اتوار کا روزہ رکھتے تھے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کثرت سے ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۲، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مہینہ میں سنیچر، اتوار، اور پیر کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (ترمذی، بلوغ الامانی صفحہ ۲۲۱)

فائدہ: شرح مسند میں ہے کہ مہینہ میں ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ البتہ صرف ہفتہ کے دن کا رکھنا منع ہے۔ (شرح مسند احمد بلوغ الامانی جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰)

صوم داؤدی اور اس کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صوم داؤدی سے بہتر کوئی روزہ نہیں۔ جو صوم الدہر ہے۔ کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔ (بخاری صفحہ ۲۶۶، ابوداؤد صفحہ ۳۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ترین روزہ صوم داؤدی ہے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۵۶، ابوداؤد صفحہ ۳۳۲)

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو میرے متعلق یہ خبر پہنچی کہ میں مسلسل روزہ رکھتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھتا ہوں تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کیا تم کو میں نہیں خبر دے چکا ہوں تم روزہ رکھتے ہو اور ناغہ نہیں کرتے۔ اور راتوں کو نماز پڑھتے ہو۔ ایسا مت کرو۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے اہل بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی اور ہر دس دن میں صرف ایک روزہ رکھو تم کو نو دنوں کا ثواب ملے گا۔ (یعنی اس روزے کا ایک نیکی پر دس نیکی کے قاعدے سے) میں نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت وقوت پاتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول تو آپ نے فرمایا پھر صوم داؤدی رکھو۔ کہا صوم داؤدی کیسے رکھوں گا اے اللہ کے رسول! فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے۔ یعنی روزہ نہ رکھتے تھے۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۲۹۹)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو بہت طاقت اور روزہ کا شوق اور اس سے مناسبت ہو تو وہ ایک دن روزہ رکھے دوسرے دن ناغہ کرے۔ ہر دوسرے دن روزہ رکھے۔ مسلسل اور روزانہ روزہ رکھنا منع ہے۔

ایک دن ناغہ کر کے روزہ رکھنا حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت ہے۔ ہر روز روزہ رکھنے سے ایک عادت ہو

جائے گی جو روزہ کے حکمت اور مصلحت کے منافی ہے۔ اسی لئے آپ نے صائم الدہر کے لئے فرمایا نہ اس نے روزہ ہی رکھا (کہ بھوک کی عادت ہوگئی) اور نہ افطار ہی کیا۔ پس یہ صوم داؤدی گویا صوم الدہر ہے۔ اور صوم الدہر کا ثواب پانے والا ہے۔

جاڑے کے دنوں میں نفل روزہ رکھنے کی تاکید

حضرت عامر بن مسعود جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاڑے کے موسم کا روزہ بلا مشقت کے ثواب کا ذریعہ ہے۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۲۱۷، بیہقی صفحہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ روزہ کا عظیم ثواب جاڑے کے دنوں میں سہولت سے حاصل ہو جاتا ہے۔ موسم گرما میں دن بڑا ہوتا ہے سحری کے بعد ۱۵/۱۶ ار گھنٹہ بھوک کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ گرمی کی شدت سے پیاس کی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ منہ اور حلق خشک ہو جاتے ہیں کمزوری کا شدید احساس ہوتا ہے تعب اور مشقت کی وجہ سے دوسرا کام نہیں ہو پاتا ہے۔ بخلاف سردی میں دن بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ پیاس کی شدت نہیں برداشت کرنی پڑتی ہے۔ جلد غروب شمس ہو جاتا ہے اور افطار کا وقت آجاتا ہے۔ اور احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ اسی وجہ سے اس میں روزہ رکھنا سہل بھی اور ثواب بھی۔ چنانچہ شرح مسند میں ہے جاڑے میں روزہ زیادہ رکھے۔ (جلد ۹ صفحہ ۲۱۷)

رمضان اور کوئی واجب ہو تو اس کی قضا بھی موسم سرما میں رکھ لیا کرے عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی قضا روزے جاڑوں میں رکھا کریں۔ ان کو اس میں آسانی ہوگی۔

نفل روزہ عورت بلا شوہر کی اجازت کے نہ رکھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کی موجودگی میں عورت بلا اجازت کے روزہ نہ رکھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ نفل روزہ عورت بلا شوہر کی اجازت کے نہیں رکھ سکتی ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۶۱)

ہاں البتہ وہ اپنے فرض روزے کی قضا جو حیض و نفاس کی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں اس کی رکھ سکتی ہے۔ تاہم شوہر کی رعایت میں تاخیر کر سکتی ہے۔ مگر شعبان سے آگے نہیں۔ کہ پھر دوسرا رمضان آنے کی وجہ سے پریشانی ہوگی۔

علامہ نووی نے بیان کیا کہ جلد ہی قضا کا پورا کرنا مستحب ہے۔ اور بہتر ہے کہ قضاء مسلسل رکھے۔

(شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

میزبان کی اجازت کے بغیر مہمان روزہ نہ رکھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ پاک خوشحالی سے نوازے، وہ الحمد للہ کثرت سے پڑھے۔ اور جس سے گناہ زائد ہوا کرے وہ کثرت سے استغفار کرے۔ اور جسے رزق کی پریشانی ہو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اور جو کسی قوم (یا گھر) کا مہمان ہو بلا اجازت کے روزہ نہ رکھے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۴)

فائدہ: روزہ رکھنے کی صورت میں میزبان کو اکرام مہمان میں پریشانی ہوگی لہٰذا شروع سے ہی روزہ نہ رکھے۔

میزبان کے کہنے سے نفل روزہ توڑ سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک عورت آئی تو انہوں نے ان کو کھانا پیش کیا انہوں نے کہہ دیا میں تو روزے سے ہوں۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا رمضان کی قضا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا روزہ توڑ دو۔ (اور کھالو)۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۰۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے مسلمان بھائی کے پاس (مہمان ہوکر) جاؤ اور وہ تم سے روزہ توڑنے کو کہے تو روزہ توڑ دو۔ ہاں مگر یہ کہ رمضان کا روزہ ہو یا قضاء رمضان ہو یا نذر کا ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۰۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جس کے یہاں مہمان ہوا اس کی بغیر رضا اور اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے۔ کھانے میں اس کے ساتھ شریک ہونا اس کا حق ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا یہی معمول تھا۔ ہاں اگر فرض روزہ ہو جیسے رمضان کا یا واجب روزہ ہو تو نہ توڑے کہ آپ نے اس سے منع کیا ہے۔ خیال رہے کہ توڑ دینے کی صورت میں قضاء واجب ہوتی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۹۰)

آپ دعوت سے یا کھانے کے لئے بلانے پر روزہ نہ توڑتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے یہاں تشریف لے گئے انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا لے جاؤ گھی اپنے مشکیزے میں ڈالو اور کھجور اس کے تھیلے میں رکھو کہ میں روزے سے ہوں۔ (مختصر البخاری صفحہ ۲۶۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمانی کی وجہ سے روزہ نہیں توڑتے تھے اور بہتر بھی یہی ہے کہ اگر کہیں جائے اور وہاں کچھ کھانے پینے کی چیز پیش کریں تو گو نفلی روزہ ہو نہ توڑے بلکہ کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ جیسا کہ آپ نے حضرت ام سلیم کے یہاں کھانا پیش کرتے پر روزہ کا اظہار کرتے ہوئے معذرت پیش کر دی۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ روزہ دار ہوتے اور کہیں تشریف لے جاتے مہمان ہوتے تو روزہ رکھے رہتے اسے توڑتے نہیں۔ اسے مکمل فرماتے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ تم کو کوئی کھانے کی دعوت دے۔ کھانے کی طرف بلائے اور تم روزے سے ہو تو کہہ دو کہ میرا روزہ ہے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۵۴)

حدیث مذکورہ کی شرح میں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والے کے لئے مناسب نہیں کہ بغیر کسی عذر کے یا کسی سبب واجب کے روزہ توڑ دے۔ یہی مسلک امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اسی کی رعایت میں امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ ''من زار قوما فلم یفطر عندھم'' کہ روزہ دار کسی کے یہاں جائے تو روزہ نہ توڑے۔ (جلد ا صفحہ ۲۶۶)

یعنی کھانے پینے کی ضیافت سے متاثر ہوکر روزہ نہ توڑے بلکہ مکمل کرے۔ اگر توڑ دے گا تو قضا کرنی پڑے گی۔

گھر میں کھانے پینے کی سہولت نہ ہو تو روزہ رکھ لینا سنت ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ ہم نے کہا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا تو میرا روزہ ہے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۳۶۴، نسائی صفحہ ۳۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۲، ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو کھانا پسند تھا ایک دن آئے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے، میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا پھر میں روزہ سے ہوں۔ (طحاوی صفحہ ۳۲۶)

ام الدرداء کہتی ہیں کہ حضرت ابودرداء پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس کھانا ہے، میں کہتی کہ نہیں ہے۔ اس پر فرماتے کہ میرا روزہ ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسی طرح ابوطلحہ حضرت ابوہریرہ حضرت ابن عباس حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے۔ (کہ کھانا نہ رہنے پر دن کو روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لیا کرتے تھے)۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۵۷)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لاتے پوچھتے کچھ کھانا ہے، اگر کہا جاتا نہیں تو وہ روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ چاشت کے وقت۔ (دارقطنی صفحہ ۱۷۵، طحاوی جلد ا صفحہ ۳۳۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا پینا نہ ہو تو ایسی حالت میں روزے کا ارادہ کرے کہ چلو کھانا پینا تو ہے نہیں بھوکے رہنے میں کوئی ثواب نہیں، لاؤ روزہ رکھ لیں، تو روزہ رکھنے میں کوئی قباحت نہیں روزہ رکھنا سنت، آپ ﷺ سے ثابت ہے، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ اگر گھر میں

کھانا نہ ہوتا تو روزہ کا ارادہ فرما لیتے، اور ایسا بھی ہوا کہ کھانا آجانے پر کھا لیتے۔ (زادالمعاد صفحہ ۲۵۳)

پھر اگر روزہ مکمل کر لیا تو نفل روزے کا ثواب ملے گا اگر کھانا کہیں سے مل گیا خدائے پاک نے بھیج دیا۔ اگر یہ شخص کھانا چاہے تو کھا بھی سکتا ہے۔ مگر روزے کی نیت کے بعد اسے قضا کرنی پڑے گی۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفل روزے میں اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ تو نصف یوم (دن) سے قبل تک روزہ کی نیت کر سکتا ہے۔ نصف نہار شرعی کے بعد روزہ کی نیت نہیں کر سکتا ہے۔ صبح صادق سے لے کر غروب تک جتنا وقت ہوتا ہے اس کا آدھا کر لیجئے اسے نصف نہار شرعی کہتے ہیں۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۳۲۷) اس سے قبل نیت معتبر ہے۔ سہولت کے لئے سمجھ لیجئے ۱۱ بجے دن تک معتبر ہے۔ اسی طرح رمضان کا روزہ بھی نصف نہار شرعی سے قبل نیت کرنے سے ہو جائے گا۔ البتہ قضاء رمضان کا نہیں ہوگا۔ رات سے کرنی پڑے گی۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۲۶، شامی صفحہ ۳۷۷)

ممنوع روزوں کا بیان

عید بقرعید کے روزہ سے منع فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ عید کے دن اور بقرعید کے دن۔ (بخاری، مسلم)

ابوعبید کہتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے اولاً خطبہ سے قبل نماز پڑھی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ عید کا دن کہ روزہ توڑنے کا دن ہے اور قربانی کا دن تا کہ تم اپنی قربانی سے کھاؤ۔ (مسند احمد مرتب جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۶، بیہقی صفحہ)

فَائِدَہ: عید اور بقرعید کے دن اسلامی تہوار کا دن ہے۔ تہوار کا دن کھانے پینے اور کھلانے پلانے کا دن ہوتا ہے، اس دن روزہ رکھنا تہوار کے منافی ہے۔ اس لئے آپ نے منع کیا اور حرام قرار دیا۔ علامہ نووی نے بیان کیا کہ عید بقرعید کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت اور حرام ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ (شرح مسند جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۷)

ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال کے ۵/دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ عید کے دن، بقرعید کے دن، اور ۳/دن ایام تشریق میں۔ (دار قطنی صفحہ ۲۱۲)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ایام منیٰ میں (منیٰ کے قیام کے دنوں میں) اعلان کردوں کہ یہ دن (ایام تشریق) کھانے پینے کے ہیں ان دنوں میں روزہ نہیں ہے۔ (بلوغ الامانی مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ کو بھیجا کہ منیٰ میں گھوم کر اعلان کردیں کہ ان دنوں روزہ نہ رکھیں یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ کا دن ہے۔ (مسند احمد مرتب صفحہ ۴۰، دار قطنی صفحہ ۲۱۲)

ابومرہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے ان دونوں حضرات کو کھانا پیش کیا۔ اور کہا کھاؤ۔ اس نے کہا میں روزے سے ہوں تو اس پر حضرت عمرو بن العاص نے کہا کھاؤ یہ وہ دن ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ امام مالک نے فرمایا یعنی ایام تشریق میں۔ (مسند احمد مرتب جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۱)

فائدہ: بقرعید کے دن یعنی دسویں تاریخ کو تو روزہ رکھنا حرام ہے یعنی اس کے بعد ۱۱، ۱۲، ۱۳، تاریخ ان دنوں میں بھی روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ ان ۳؍دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

احناف کے یہاں ہر شخص کو خواہ حج کے دوران قران اور تمتع کا روزہ ہو ممنوع ہے۔ مراقی الفلاح اور اس کی شرح طحطاوی میں ہے کہ بقرعید کے بعد ۳؍دن روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ناجائز ہے یعنی عیدین کی طرح ایام تشریق کے روزہ کی حرمت بیان کی ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۲۵۱)

۳۰؍شعبان یوم الشک میں روزہ رکھنے سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶؍دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ شک کا دن کہ رمضان ہے یا نہیں (۳۰؍شعبان کو) عید کے دن، بقرعید کے دن۔ اور ایام تشریق ۱۱۔۱۲۔۱۳ ذی الحجہ کو۔ (دارقطنی صفحہ ۱۵۷)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے اس دن (۲۹؍شعبان کو روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ (طحاوی صفحہ ۳۵۶، ترمذی صفحہ، فتح القدیر صفحہ ۳۱۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن پہلے سے روزہ مت رکھو۔ تاوقتیکہ چاند نہ دیکھ لو۔ (ابوداؤد، نسائی، نیل الاوطار صفحہ ۱۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے یوم الشک میں روزہ رکھا اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۱۶)

فائدہ: یہ دن تردد اور شک کا ہے، کہ شاید چاند ہوگیا ہو تو روزہ فرض اور نہیں ہوا ہو تو نفل اس تردد کی شکل سے آپ نے منع فرمایا ہے لہٰذا اس دن عام لوگوں کو روزہ رکھنا منع ہے۔

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اس دن اگر شک ہو کہ شاید چاند کا ثبوت ہو جائے تو زوال تک انتظار کرے خبر معتبر آجائے تو فبہا ورنہ کھا پی لے روزہ نہ رکھے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۱۹، الشامی صفحہ ۳۸۳)

ہاں پہلے سے روزہ رکھتا ہو اور اس دن روزہ اس کا معمول اور عادت کے مطابق پڑ رہا ہو تو پھر اس میں کراہت اور ممانعت نہیں مثلاً پیر یا جمعرات کو نفل روزہ کا معمول تھا اور یوم الشک اسی دن پڑ رہا ہے تو روزہ رکھ لے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الشامیہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۱)

رمضان سے ایک دو یوم قبل روزہ رکھنا منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ہاں مگر یہ کہ وہ روزہ رکھتا آرہا ہو تو رکھ لے۔ (صفحہ ۲۵۶)

فَائِدَہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی شبہ اور احتمال کی وجہ سے ایک دو دن پہلے سے روزہ شروع کر دینا منع ہے۔ (مسند احمد مرتب بیہقی صفحہ ۲۵۶)

یا اس وجہ سے کہ رمضان ۲۹ دن کا ہو جائے گا تو پہلے سے روزہ رکھ لیں تاکہ وہ ایک ماہ ۳۰ دن پورے ہو جائے جیسا کہ بعض جاہلوں اور عورتوں کا ذہن ہوتا ہے کہ وہ ۲۹ر کے چاند پر ایسا کہتے ہیں حالانکہ ۲۹ر پر بھی ایک ماہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی اصلاح کرتے ہوئے آپ نے منع فرمایا۔

تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں مگر ایک دن پہلے یا بعد کا ملا کر رکھے۔ (بخاری صفحہ ۲۶۷، مسلم صفحہ، تلخیص صفحہ ۳۲۸، طحاوی صفحہ ۳۳۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جویریہ بنت حارث کے پاس تشریف لے گئے وہ جمعہ کے دن روزہ سے تھیں۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا کل روزے سے تھی کہا نہیں تھی۔ پھر پوچھا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر روزہ توڑ دو۔ (کہ جمعہ کا تنہا روزہ رکھنا ممنوع ہے)۔ (مسند احمد مرتب جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۶، طحاوی صفحہ ۳۳۹)

شرح مسند میں ہے کہ تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا جمہور نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ ابن منذر نے جمعہ کے روزہ کو مکروہ تحریمی کہا ہے مالکیہ نے تنہا رکھنے کو جائز قرار دیا ہے جس پر علامہ نووی نے رد کیا ہے۔

(بلوغ الامانی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۰)

جمعہ ہفتہ کی عید ہے اس لئے آپ روزہ سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ پس عید کا دن روزہ کا دن نہ بناؤ۔ ہاں مگر یہ کہ ایک دن پہلے یا بعد کا شامل کر لو۔

(مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۴، جمع الوسائل صفحہ ۱۲۴، بزار، حاکم صفحہ)

عامر اشعری کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ کا دن تمہارے لئے عید کا دن ہے اس دن روزہ مت رکھو۔ (مجمع الزوائد جلد، صفحہ ۲۰۲، شرح مسند احمد صفحہ ۱۴۹، فتح الباری صفحہ ۲۳۵)

فَائِدَہ: جمعہ کا دن ہفتہ کی عید ہے، جمعہ کا دن کھانے پینے اور جمعہ کی تیاری اور عبادت کا دن ہے۔ ملا علی قاری نے علامہ نووی کے حوالہ سے یہ حکمت بیان کی ہے کہ جمعہ کا دن دعا و عبادت کا دن ہے اس دن غسل و نظافت و طہارت حاصل کرنا اور جلد از جلد جامع مسجد جانا، خطبہ ذکر وغیرہ میں مشغول رہنے کا دن ہے، روزہ رکھنے سے ان امور میں تعب و مشقت اور کسل پیدا ہوگا۔ اسی وجہ سے منع ہے، جیسا کہ عرفہ کے دن حجاج کو روزہ رکھنا منع ہے۔

تا کہ عبادت و تیاری میں فتور اور پریشانی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے مشاغل اور اہتمام کی وجہ سے اور یہ کہ جمعہ کی عبادت و تیاری میں فتور اور پریشانی نہ ہو، منع کیا گیا ہے اور کوئی وجہ نہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ۱۲۳، شرح مسند احمد)

اسی طرح علامہ مناوی نے ذکر کیا ہے کہ جمعہ کی عبادت اور اعمال میں ضعف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ روزہ رکھنا ہو تو جمعرات کا روزہ رکھو جمعہ کا دن کھانے پینے اور عبادت کا دن ہے، ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ جمعہ کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے یا کبھی رکھ لے تو گنجائش ہے۔
(جمع الوسائل صفحہ۱۲۳، فتح جلد۴ صفحہ۲۳۵)

ہاں مہینہ کے ۳ روزے میں جمعہ بھی پڑتا ہو تو گنجائش ہے۔

روزہ کی ترتیب جمعہ کے دن آجائے تو رکھ سکتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ روزہ میں اس کا دن آجائے۔ (مسند احمد صفحہ۱۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جمعہ کے دن تم میں سے کوئی ہرگز مت روزہ رکھے ہاں مگر یہ کہ اس کے روزہ رکھنے کا دن آرہا ہو۔ (مسند احمد)

فائدہ: جمعہ کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔ مگر ان لوگوں کے لئے جائز ہے جن کے روزہ رکھنے کی ترتیب جمعہ کے دن پڑ رہی ہو۔ مثلاً ایام بیض کا روزہ ۳/ رکھ رہا ہو اور اس میں جمعہ کا دن شروع میں یا آخر میں آرہا ہو۔ یا روزہ رکھتا آرہا ہو اور اس میں جمعہ بھی پڑ رہا ہو تو درست ہے۔ یا یہ کہ وہ ہر ماہ ہر ہفتہ ایک روزہ رکھتا ہے اس ہفتہ کے ایک دن روزہ رکھنے کی ترتیب میں کبھی بدھ کبھی جمعرات کبھی جمعہ پڑے تو یہ بھی درست ہے۔

آپ جمعہ کا روزہ آگے پیچھے ملا کر رکھتے تھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا روزہ کم چھوڑا کرتے تھے۔
(تلخیص الکبیر صفحہ۲۲۸، شرح مسند احمد صفحہ۱۵۰)

فائدہ: ملا علی قاری اور مناوی نے بیان کیا کہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کے ساتھ رکھنا مراد ہے۔

ابن قیم نے بیان کیا کہ آپ خاص صرف جمعہ کا نہیں رکھا کرتے تھے اور اس سے منع بھی فرماتے تھے۔
(زاد المعاد صفحہ)

حضرت ابن حجر نے بیان کیا کہ جمعرات کے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ۲۲۹)

شرح شمائل میں ہے کہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمعہ کا روزہ منع نہ ہو۔ اور امت کے لئے ہو۔ جیسے کہ صوم وصال۔ (جمع الوسائل صفحہ۱۲۳)

یا آپ ممانعت سے پہلے رکھ لیا کرتے ہوں، پھر ممانعت کے بعد چھوڑ دیا۔

آپ جمعہ کا تنہا روزہ نہیں رکھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تنہا جمعہ کا روزہ نہیں رکھا ہے۔
(شرح مسند جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ملا کر رکھا ہے یا ایام بیض کی ترتیب میں رکھا ہے۔

ہفتہ، سنیچر کے روزے سے منع فرمایا کرتے

عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنیچر کے دن روزہ مت رکھو ہاں مگر یہ کہ جو روزہ فرض کیا گیا ہو۔ (رمضان کا روزہ) اگر کھانے کو کچھ نہ پاؤ سوائے انگور کی شاخ یا کسی درخت کی لکڑی تب بھی اسے چبالو (مگر روزہ نہ رکھو)۔ (مسند احمد مرتب صفحہ ۱۴۸، سنن کبریٰ، حاکم)

حضرت صماد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیچر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ سوائے فرض روزہ کے۔ اگر کھانے کو کچھ نہ ملے سوائے شاخ انگور یا کسی درخت کی ٹہنی تب بھی اسے چبالے۔ (مگر روزہ نہ رکھے)۔ (ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۱۵۷، طحاوی صفحہ ۳۳۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سنیچر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں ایک دن آگے پیچھے کامل کر ہو تو مکروہ نہیں کہ آپ نے اتوار کے ساتھ رکھا ہے۔ اعلاء السنن میں ہے کہ تنہا روزہ رکھنا مکروہ ہے، اور ملا کر رکھنا جائز ہے۔ درمختار کے حوالے سے ہے کہ صرف ہفتہ کا ارادہ مکروہ ہے طیبی شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ (اعلا)

شرح مسند احمد میں ہے امام مالک کے علاوہ ائمہ ثلاثہ اس کی کراہت اور ممانعت کے قائل ہیں۔ (صفحہ ۱۵۲)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ منع تنہا رکھنے کی صورت میں ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۹۲)

سنیچر کا روزہ آپ اتوار کے ساتھ رکھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر اور اتوار کا روزہ رکھتے تھے۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۰، ابوداؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر اور اتوار کا اکثر روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دن مشرکین کی عید کا دن ہے میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔ (کہ وہ عید کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے ہیں ہم رکھیں گے)۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۰، صحیح ابن خزیمہ)

فَائِدَہ: سنیچر تو یہود کے لئے اور اتوار نصاریٰ کے لئے عید کا دن ہے، چنانچہ آپ یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں روزہ رکھا کرتے تھے شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ دونوں دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ایک دن صرف سنیچر کا نہیں کہ منع ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد۷ صفحہ۹۶)

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ دونوں کو ملا کر رکھنا مستحب ہے۔ تاکہ دونوں فریق کی مخالفت ہو۔

(مرقات جلد۴ صفحہ۳۰۴)

صوم الدہر مسلسل ہر دن روزہ رکھنے سے منع فرماتے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ہمیشہ مسلسل روزہ (بلا ناغہ کے) رکھا اس کا روزہ ہی نہیں۔ (بخاری صفحہ، ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۷۸)

حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس پینے کی چیز لائی گئی لوگوں میں اسے گھمایا گیا۔ (مجلس میں تقسیم کی گئی) اس میں ایک آدمی روزہ دار تھا۔ جب اس تک پہنچی تو اسے کہا گیا لو تم پیو۔ تو اس کے متعلق آپ سے کہا گیا اے اللہ کے رسول کبھی یہ افطار نہیں کرتا (ہمیشہ روزہ رکھتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے صوم الدہر ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا (یعنی اس کو روزہ کا ثواب نہیں) کہ روزہ کی مشقت کا احساس عادت کی وجہ سے نہ ہوا۔ (مسند احمد صفحہ۱۵۳، مجمع صفحہ)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ ﷺ سے پوچھا جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے وہ کیسا ہے آپ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا۔ (بلکہ بھوک کی عادت ہوگئی)۔ (مسلم جلد۱ صفحہ۳۶۷، ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہمیشہ جس نے روزہ رکھا اس پر جہنم کی تنگی ہوگی اور ہاتھ باندھ کر اشارہ کیا۔ (فتح الباری صفحہ۲۲۲)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر ملی کہ فلاں شخص ہمیشہ صائم الدہر رہتا ہے تو آپ نے بلایا اور اسے درہ مارا، اور فرمایا کھا! اے دہری (یعنی روزہ توڑ دو)۔ (فتح الباری صفحہ۲۲۲)

فَائِدَہ: آپ ﷺ سے متعدد احادیث میں صوم الدہر ہمیشہ مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ خود اس کی وجہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی جان کا اس پر حق ہے، بیوی اور اہل و عیال کا حق ہے۔ پھر ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ سے عادت نہ کھانے کی ہو جاتی ہے۔ پھر معمولی مشقت اور تعب کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ گویا بھوک کی عادت ہوگئی ایسا روزہ مقصد روزہ کے خلاف ہے۔ اسی کو آپ نے منع فرمایا گویا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا جب شریعت میں روزہ اس کا معتبر نہیں تو ثواب کیسا۔ اسی وجہ سے اسے مکروہ اور ممنوع قرار دیا ہے۔

حافظ نے بیان کیا کہ بعض حضرات ان لوگوں کے لئے جائز قرار دیتے ہیں جن کو قوت اور صحت ہو اور کوئی

حق فوت نہ ہو پاتا ہو۔ (فتح الباری صفحہ ۲۲۲)

بیشتر علماء عید و بقر عید کو چھوڑ کر جائز قرار دیتے ہیں کہ صحابہ تابعین کی ایک جماعت نے اس پر عمل کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی اس پر عمل ہے۔

رجب کے روزے سے منع فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے روزہ سے منع فرمایا۔

(ابن ماجہ صفحہ، جمع الفوائد صفحہ ۴۴۵)

فائدہ: آپ نے رجب میں روزہ سے اس وجہ سے منع فرمایا کہ کفار اس ماہ کی تعظیم کرتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اس مشابہت کفار سے آپ نے منع فرمایا۔ یا کسی غلط واہی عقیدہ کی وجہ سے آپ نے منع فرمایا ہوگا۔

چنانچہ ہند و پاک میں بھی اس ماہ کے ۲۷ویں روزہ کو روزہ معراج سمجھ کر رکھتے ہیں اور اس کا ثواب ایک ہزار سمجھتے ہیں جو غلط اور واہیات ہے۔ چنانچہ یہ روزہ رکھنا اور یہ ثواب سمجھنا جہالت ہے اور منع ہے۔

شرح مسند میں ہے کہ رجب میں روزہ رکھنا مستحب نہیں ہے اور اس کی فضیلت میں جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ واہی ہے۔ (صفحہ ۱۹۴)

شاید اس سے مراد ۲۷/رجب کے متعلق جو عوام میں مشہور ہے وہ مراد ہو۔

آخری نصف شعبان کے روزے سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان گزر جائے تو روزہ سے رک جاؤ یہاں تک کہ رمضان آجائے۔ (طحاوی صفحہ ۳۴۰، بیہقی صفحہ، مسند احمد صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان ابن عدی، مسند احمد، وغیرہ میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت منقول ہے۔ گو بعض علماء نے اسے ضعیف کہا مگر ابن حبان وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا۔ تاہم متعدد طرق کی وجہ سے اور اصحاب سنن کی تخریج کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہے۔

شرح مرقات میں ملا علی قاری نے ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ امت پر شفقت کے پیش نظر کہ اس سے رمضان المبارک کے روزہ کے منشا نہ جاتا رہے۔ اور ضعف و نقاہت پیدا ہو جائے۔ قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا کہ جس طرح عرفہ کا روزہ حجاج کرام کو ضعف اور تعب کی وجہ سے منع ہے اسی طرح رمضان کے فرض میں شعبان کے روزہ سے تعب اور ضعف نہ پیدا ہو جائے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا جسے اس کی وجہ سے کمی کو ضعف و نقاہت نہ ہو تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔ (شرح مسند احمد صفحہ ۲۰۱)

امام طحاوی نے بھی اس کی حکمت اور وجہ یہ بیان کیا ہے کہ رمضان کے قرب کی وجہ سے شعبان کا روزہ رکھنا کمزوری اور فرض کی کوتاہی کا سبب نہ بن جائے۔ منع ہے۔ **بقرب رمضان یدحله به ضعف یمنعه من صوم رمضان۔** (طحاوی صفحہ ۳۴۲)

اسی وجہ سے کہ آپ ﷺ کو ضعف نہیں ہوتا پورے شعبان کا روزہ رکھتے تھے اور کثرت سے رکھتے تھے۔ پس آپ میں اور امت میں قوت وضعف کے فرق کی وجہ سے حکم الگ الگ ہوگیا۔

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں سخت گرمی کے زمانے میں تھے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے آدمی اپنے سر پر ہاتھ (سایہ کے لئے) رکھتا تھا۔ اور ہم میں سے کوئی روزہ سے نہیں تھا۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۱، مسلم صفحہ ۳۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان سے رمضان میں سفر کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم لوگ فتح مکہ کے موقع پر رمضان میں نکلے تھے۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھ رہے تھے۔ اور ہم لوگ بھی روزہ رکھ رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر رمضان المبارک میں نکلے تھے تو روزہ رکھ رہے تھے یہاں تک کہ مقام کدید میں پہنچ گئے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا ہے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

فائدہ: اگر سفر شرعی ہو یعنی قریب ۷۰ کلو میٹر کا تو روزہ رمضان کا اس حالت میں واجب نہیں اجازت ہے کہ بحالت سفر نہ رکھے۔ بلکہ گھر آکر قیام کی حالت میں رکھے۔ حسب سہولت اختیار ہے۔ رکھنا بہتر ہے۔ تاکہ رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

اور کبھی آپ حسب موقع وحال روزہ نہیں بھی رکھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۵۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان میں سفر کیا تو آپ نے روزہ رکھا

ایک مرتبہ آپ نے رمضان میں سفر کیا تو روزہ نہیں رکھا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے موقعہ پر سفر کیا۔ تو (شروع سفر میں) روزہ رکھا یہاں تک کہ مقام عسفان آ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا جس میں پینے کی چیز تھی (پانی یا دودھ) آپ نے اسے دن میں (سب کے سامنے) پیا تا کہ لوگ دیکھیں (کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں) پھر آپ نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۵۶)

فائدہ: سفر شرعی میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ کبھی آپ نے اس اجازت اور رخصت پر بھی عمل کیا ہے۔

سفری روزے میں دقت و پریشانی ہو تو نہ رکھنا بہتر ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ ایک آدمی کو دیکھا لوگ اس پر بھیڑ لگائے ہوئے تھے۔ اور اس پر لوگ سایہ کئے ہوئے تھے۔ (غالباً روزہ کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا ہوگا) آپ نے پوچھا کیا بات ہے، لوگوں نے کہا روزہ رکھے ہوئے تھا تو آپ نے فرمایا کوئی ثواب نہیں کہ سفر میں روزہ رکھو۔ (مسلم صفحہ ۳۵۶، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۴۲، طحاوی صفحہ ۳۳۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان المبارک میں نکلے۔ یہاں تک کہ مقام کراع غمیم تک پہنچ گئے پس لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا۔ آپ کو خبر پہنچی کہ لوگوں پر روزہ بہت مشکل اور پریشانی کا باعث بن گیا ہے لوگ انتظار میں ہیں کہ آپ نے کیا کیا ہے۔ (روزہ رکھا ہے یا نہیں) تو آپ نے پانی کا پیالہ عصر کے بعد منگوایا اور پی لیا۔ لوگ دیکھ رہے تھے پس لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اس کے بعد بھی روزہ رکھنے والے گناہگار ہیں۔ (طحاوی صفحہ ۳۳۱)

فائدہ: شرعی سفر میں مشقت اور پریشانی خواہ جسمانی ہو یا ذہنی ہو اس کی رعایت کرتے ہوئے شریعت نے اجازت دی ہے کہ روزہ نہ رکھے رخصت سے فائدہ اٹھائے لہٰذا اگر سفر بامشقت ہو پیدل ہو زمانہ گرمی کا ہو یا روزہ ناقابل برداشت ہو رکھنے سے بلاوجہ پریشانی ہو جائے یا سفر جہاد ہو تو نہ رکھنا ہی اچھا ہے۔ ایسے ہی موقعہ پر کہ رکھے اور پریشان ہو جائے آپ نے فرمایا روزہ رکھنا اچھی بات اور ثواب کا کام نہیں ہے۔

سفر میں قوت و طاقت ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگوں نے سفر کیا۔ تو ہم میں سے کچھ روزہ دار تھے اور کچھ بے روزہ دار تھے۔ کسی روزہ دار نے روزہ نہ رکھنے والے پر اور کسی بے روزہ والے نے روزہ رکھنے والے پر ملامت کیا۔ اور سب سمجھ رہے تھے کہ جسے قوت اور طاقت ہوئی اس نے روزہ رکھا

سو یہ بھی اچھا اور بہتر کام کیا۔ اور جو کمزور تھے اس نے روزہ نہ رکھا سو ان لوگوں نے بھی اچھا کیا اور بہتر کیا۔
(ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۰، مسلم صفحہ ۳۵۶)

حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم سفر میں روزہ رکھنے کی قوت پاتے ہیں تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج تو نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ پاک کی جانب سے رخصت ہے، جو اس رخصت کو حاصل کرے وہ بھی اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے سو یہ بھی اچھا ہے کوئی حرج نہیں۔ (مسلم صفحہ ۳۵۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر افطار کرو (روزہ نہ رکھو) تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر روزہ رکھو تو یہ بہتر ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا رمضان کے سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے فرمایا روزہ رکھنا افضل ہے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۳۳۲)

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۳۳۴)

عروہ ابن زبیر نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر و حضر دونوں میں روزہ رکھا کرتی تھیں۔
(طحاوی جلد ا صفحہ ۳۳۴)

فائدہ: بہت زیادہ پریشانی نہ ہو اور ضرر نہ ہو رمضان کی فضیلت کے پیش نظر سفر میں رکھنا بہتر ہے بسا اوقات بعد کے ارادے سے ٹلتا رہتا ہے۔ اور تاخیر ہوتی جاتی ہے غفلت و کسل میں پڑ جاتا ہے۔

بسا اوقات ٹالتے ٹالتے دنیا سے چل بستا ہے، کبھی مہلک طویل مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے اس لئے سفر وقت پر زیادہ مشقت نہ ہو تو ادا کرلے اس کا ثواب بھی کہیں زائد ہے۔

رفقاء اور مصاحبین کی خدمت کی وجہ سے سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول پاک ﷺ کے ساتھ مرالظہران میں تھے کھانا لایا گیا۔ آپ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا آؤ قریب ہو جاؤ اور کھانا کھاؤ انہوں نے کہا ہم روزہ دار ہیں آپ نے فرمایا اپنے ساتھیوں کی خدمت کرو۔ اپنے ساتھیوں کے لئے سفر کرو۔ آؤ کھاؤ۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: مطلب یہ تھا کہ اپنے رفقاء اور ساتھیوں کی خدمت اور ان کی اعانت کے لئے روزہ نہ رکھو تاکہ طاقت اور قوت حاصل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ رفقاء کی خدمت کے لئے روزہ نہ رکھنا اور رخصت پر عمل کرنا اور خدمت کرنا روزہ سے زیادہ باعث ثواب ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے روزہ

نہیں رکھا اور ساتھیوں کی خدمت میں فرمایا یہ لوگ ثواب لوٹ لے گئے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۱، مسلم صفحہ ۲۵۶)

روزہ کے متعلق چند اہم مسائل

❊ رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینی کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے۔

❊ صرف روزہ سوچ لینا یا کہہ دینا کافی ہے۔ رمضان کی قید ضروری نہیں ہے۔ (علم الفقہ صفحہ ۱۹)

❊ صبح صادق سے لے کر نصف نہار شرعی تک اگر کچھ کھایا پیا نہیں تو روزے کا ارادہ کیا جا سکتا ہے۔

❊ سحری کا کھانا بھی نیت اور ارادے کے قائم مقام ہے۔ (علم الفقہ صفحہ ۱۸، بحر الرائق صفحہ ۱۸)

❊ اگر گزشتہ رمضان کا روزہ باقی رہ گیا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا۔ تو اب اس رمضان میں اسی رمضان کا روزہ ہوگا۔ پچھلا قضا اس رمضان میں نہ ہوگا۔ رمضان کے بعد رکھے۔

❊ روزہ کی نیت کرتے وقت اگر انشاء اللہ کہہ دیا تو کچھ مضر نہیں، (یعنی نیت معتبر ہو جائے گی)۔

(علم الفقہ جلد ۳ صفحہ ۱۹)

❊ شعبان کی ۲۹ ر تاریخ کو روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہوا تو رمضان کا روزہ ہوگا اگر نہیں ثابت ہوا تو نفل ہو جائے گا۔ یہ ممنوع ہے ۳۰ ر کا روزہ رکھنا منع اور مکروہ ہے۔ (حدیث پاک، شامی)

فاسد ہونے اور نہ ہونے کے متعلق چند مسائل

❊ بیوی سے ملنے خواہ بھول کر ہی سہی کہ روزہ کا بالکل خیال نہ رہا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

❊ اگر بھولے سے کھا پی لیا تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ ہاں جیسے خیال آئے ویسے فوراً ہاتھ سمیٹ لے منہ کا لقمہ باہر پھینک دے۔

❊ کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا۔ روزہ فاسد ہو گیا قضاء کرنی پڑے گی۔

❊ کسی کے منہ میں بارش کا قطرہ چلا گیا برف کا ٹکڑا اولہ چلا گیا روزہ فاسد ہو گیا۔ (علم الفقہ صفحہ ۲۳)

❊ حقنہ لینے سے اور ناس جو ایک سفوف ہے جس سے چھینک آتی ہے۔ لینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

(علم الفقہ صفحہ ۲۴)

❊ کسی کے منہ میں آنسو یا پسینے کے اس قدر قطرے چلے گئے کہ جن کا مزہ یعنی نمکیت تمام منہ بھر میں محسوس ہوئی اور وہ اسے پی گیا۔ تو فاسد ہو گیا۔ (علم الفقہ صفحہ ۲۵)

❊ دانتوں میں گوشت کا ریشہ (یا کھانے کا کوئی ریزہ) اٹکا ہوا تھا اسے خلال کرنے سے نکال کر کھا لیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا اور کھا لیا۔ اگر یہ چنے سے کم مقدار کا تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور اگر چنے کے برابر یا اس

سے بڑا تھا تو روزہ فاسد ہوگا۔ (شامی صفحہ)

* تھوک منہ کا نگل لیا۔ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ خواہ زیادہ کیوں نہ ہو۔ (طحطاوی صفحہ)
* اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی۔ تو اس کا کچھ حرج نہیں۔ روزہ ہوگیا۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۱۱)
* ناک کی ریزش اتنے زور سے سڑکا کہ حلق میں چلا گیا تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (طحطاوی صفحہ)
* اگر زبان سے کوئی شئے چکھ کر تھوک دیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔
* منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۱۴)
* اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ ہے۔ البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے مجبوری اور ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (بہشتی زیور صفحہ۱۲)

کوئلہ یا منجن اگر حلق میں اتر جائے تو اس سے روزہ جاتا رہے گا۔ (بہشتی زیور صفحہ۱۳)

* آپ ہی آپ قے ہوگئی تو روزہ نہیں گیا۔ چاہے تھوڑی سی قے ہوئی ہو یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور بھر منہ قے ہوئی تو روزہ جاتا رہا۔ (ورنہ نہیں)۔ (شامی)
* تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹا لیتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی)
* منہ میں پان دبا کر سو گیا صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۱۲)
* کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اس گمان پر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا۔ قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔ لیکن پھر بھی کچھ کھائے پئے نہیں۔ روزہ داروں کی طرح رہے۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۱۵)
* سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا۔ (یا معلوم ہوا کہ سورج ابھی غروب ہوا ہے) تو اس کی قضا کرے۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۱۵)
* کسی نے بولے سے کچھ کھا لیا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے قصداً کھا لیا۔ تو قضا واجب ہے۔
* رمضان کے مہینہ میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں، سارے دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ (طحطاوی جلد۱ صفحہ۳۹۵)

* کوئی کنکری یا مٹی کھائی، تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضا واجب ہوگی۔
* اگر حلق میں مکھی یا دھواں یا غبار بلا ارادہ اور قصد کے چلا جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ اگر قصداً ارادے سے ایسا کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
* اگر پھول یا خوشبو عطر سونگھا تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (علم الفقہ جلد۳ صفحہ۳۳)
* عورت روزہ سے تھی حیض آ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔ (علم الفقہ جلد۳ صفحہ۴۱)
* سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ تیل یا سرمہ کا اثر حلق میں محسوس ہو۔ مثلاً سرمہ کی سیاہی تھوک میں نکلے۔ (علم الفقہ جلد۳ صفحہ۳۱)
* (کسی قسم کا) انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ۱۰۹)
* مرض پائریا کی وجہ سے منہ میں خون یا پیپ کے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ صفحہ۱۰۹)
* ڈکار کا پانی منہ میں آجائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ۴۷۷)

جن وجہوں اور صورتوں سے روزہ رکھ کر توڑ دینا جائز ہے

* اچانک ایسا بیمار پڑ گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن آئے گی۔ (جان جانے کا خطرہ ہوگا) یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے جیسے دفعۃً پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بیتاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ کھایا تو دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر ایسی پیاس لگی کہ ہلاکت کا ڈر ہے تو بھی روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔
* حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔ (ہندیہ صفحہ)
* کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ گئی۔ اور اتنی بے تابی ہوگئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے، لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگا۔ (شامی)

جن صورتوں میں روزہ نہ رکھنا درست ہے

* اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھا ہوگا یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب اچھا جائے تو اس کی قضاء رکھ لے لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دیندار طبیب (ڈاکٹر حکیم) کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان کرے گا تب چھوڑنا چاہئے۔

❁ اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا (مسلمان ہے) شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں۔ فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

❁ اگر بیماری سے اچھا ہوگیا۔ لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جائے گا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

❁ مسافر کے لئے گنجائش ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھے گھر میں آکر اسے قضاء رکھنی پڑے گی۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان میں کسی دشمن دین سے لڑنا پڑے گا۔ اگر روزہ رکھے گا تو لڑائی میں نقصان آئے گا اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

نفل روزے سے متعلق چند اہم مسائل

❁ صبح صادق سے لے کر نصف نہار شرعی تک اگر کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ کی نیت کی جا سکتی ہے۔

❁ نصف نہار شرعی۔ صبح صادق اور غروب شمس کے درمیان ٹھیک بیچ کا وقت نصف نہار شرعی ہے۔ مثلاً ۴؍ بجے صبح صادق ہے اور ۶؍ بجے غروب ہے، تو یہ ۱۴؍ گھنٹے ہوئے، صبح صادق سے ۷؍ گھنٹے تک نصف شرعی ہے۔ تو گیارہ بجے نصف شرعی ہوا۔ نصف نہار شرعی متعین نہیں ہے ہر دن کے اعتبار سے الگ الگ ہے۔ جس دن کے روزہ کا مسئلہ ہوگا اسی دن کا اعتبار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ صفحہ)

❁ کسی نے رات کو نفل روزے کا ارادہ کیا صبح صادق سے قبل ارادہ بدل گیا تو کوئی حرج نہیں۔

❁ گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہیں، صبح سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا تو روزہ کی نیت اور روزہ رکھ سکتا ہے۔

❁ نفل کا روزہ رکھ لینے کی وجہ سے اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

❁ نفل کا روزہ رکھا، رات میں نیت کر لی پھر اسی حال اور نیت پر صبح ہوگئی تو کچھ کھانا پینا یعنی توڑنا درست نہیں اگر توڑے گا تو قضاء رکھنی ہوگی۔

❁ نفل روزہ مہمان کی رعایت میں یا اس کے ساتھ کھانے کی وجہ سے یا اس کے کہنے سے توڑ سکتا ہے۔ مگر قضاء واجب ہوگی۔

❁ کچھ کھانے کو نہیں تھا روزہ کا ارادہ کر لیا اور رکھ لیا پھر کھانا آگیا اور بھوک کی وجہ سے کھا لیا تو قضاء کرنی پڑے گی۔

❁ عورت کو شوہر کی اجازت سے نفل روزہ رکھنا ہوگا بلا اجازت منع ہے۔

❁ رمضان المبارک، عید، بقرعید، ایام تشریق ۱۱؍۱۲؍۱۳؍ ذی الحجہ کے علاوہ تمام دنوں کا روزہ نفلی ہے ان ایام میں نفلی روزہ رکھ سکتا ہے۔

فدیہ کے متعلق چند مسائل

* جس کو اتنا بوڑھاپا ہوگیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ دے، یا صبح شام پیٹ بھر کر اس کو کھلا دے تب بھی درست ہے۔
* پھر اگر کبھی طاقت آئی یا بیماری سے اچھی ہوگی تو سب روزے قضاء رکھنے پڑیں گے۔
* جوان شخص بیمار ہے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو یہ بعد میں قضا روزہ رکھے گا۔ اس کو فدیہ دینا درست نہیں۔
* بیماری یا علاج کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا تو اس کو فدیہ ادا کرنا درست نہ ہوگا بلکہ صحت ہونے کے بعد قضاء رکھنی پڑے گی۔
* عورت حمل کی وجہ سے یا بچہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکی تو یہ بعد میں قضاء رکھے گی فدیہ ادا کرنا صحیح نہ ہوگا۔
* کوئی شخص بیمار تھا روزہ نہیں رکھ سکا۔ اندیشہ ہے کہ شاید مرض سے صحت حاصل نہ ہو اور اسی میں انتقال ہو جائے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کردے یا ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔
* کسی کے ذمہ کئی روزے کی قضاء تھی (ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملا) مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کا فدیہ دے دینا۔ اس کے مال میں اس کا ولی فدیہ دیدے۔ کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکلا تو دینا واجب ہوگا۔ اگر سب کا فدیہ نہ نکل سکے تو جس قدر نکلے دے دیا جائے۔ (بہشتی زیور جلد۳ صفحہ۲۰)
* اگر کسی کے ذمہ روزے تھے ادا نہ کر سکا کہ موت آگئی اور فدیہ ادا کرنے کو کہہ بھی نہیں گیا ولی اور وارثین نے اپنی جانب سے اپنے مال سے فدیہ ادا کر دیا تو شاید امید ہے کہ فدیہ قبول ہو جائے اور مواخذہ سے بری ہو جائے۔
* خیال رہے کہ بغیر وصیت کئے مرنے والے کے مال سے فدیہ ادا کرنا درست نہیں، ہاں اپنے مال سے جس کا وہ مالک ہے یا ہو چکا ہے اس کی جانب سے ادا کر سکتا ہے۔
* خیال رہے کہ ولی مردے کی جانب سے فدیہ تو ادا کر سکتا ہے اگر اس کی جانب سے روزہ رکھے گا تو معتبر نہ ہوگا۔
* اگر متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دیا تو یہ بھی صحیح ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ صفحہ۱۹۹، شامی)

فدیہ کی مقدار

* فدیہ میں ہر ایک روزہ کا فدیہ ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں یا آٹا نکالنا ہے۔ قیمت میں نصف صاع گیہوں کا اعتبار کیا جائے گا۔
* خواہ ایک روزے کے بدلے نصف صاع دیدے یا اس کی قیمت دیدے۔
* خواہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔
* اگر پانچ روزوں کا فدیہ مثلاً ادا کرنا ہے خواہ ایک مسکین دغریب کو پانچ دن کھلائے یا پانچ مسکین کو ایک دن کھلائے تو دونوں درست ہے۔
* اگر ایک ہی مسکین کو ۵/دن کا اکٹھے ایک دن دے دیا تو یہ درست نہیں ہے۔
* ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔
* اگر ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دے دیا تو درست نہیں۔ (بہشتی زیور جلد ۳ صفحہ ۱۶)
* اگر ایک فقیر کو نصف صاع کی مقدار سے کم دیا تو یہ بھی درست نہیں۔ (بہشتی زیور جلد ۳ صفحہ ۱۶)
* ایک دن کے روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے جس کا وزن کلو کے اعتبار سے ایک کلو ساڑھے چھ سو گرام ہے۔ اگر قیمت ادا کرے گا تو بازاری قیمت جو عام ہے اسی کا اعتبار ہوگا۔

چند متفرق مسائل

* اگر دن میں روزہ رکھنے کے بعد کسی وجہ سے فاسد ہو گیا ان پر واجب ہے کہ جس قدر دن باقی ہو اس میں کھانے پینے جماع وغیرہ سے اجتناب کریں اور اپنے کو روزہ داروں کے مشابہ بنائیں۔ (علم الفقہ جلد ۳ صفحہ ۴۰)
* عورت کا حیض یا نفاس نصف دن کے بعد بند ہو جائے (یعنی حائضہ یا نفساء پاک ہوگئی) یا نابالغ نصف دن کے بعد بالغ ہو گیا یا کوئی کافر غیر مسلم ایمان لے آیا۔
* کوئی مریض نصف نہار کے بعد صحت یاب ہو گیا تو ان سب لوگوں کو باقی دن نفل روزہ داروں کی طرح کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرنا مستحب ہے اور اس دن کی قضاء ان پر ضروری ہوگی سوائے نابالغ اور کافر کے۔ (علم الفقہ جلد ۳ صفحہ ۴۱)
* اگر نابالغ لڑکے یا لڑکیاں روزہ رکھ کر کسی وجہ سے توڑ ڈالیں تو ان پر قضاء واجب نہیں ہاں البتہ نماز فاسد کر ڈالیں تو ان کو دوبارہ پڑھنے کا حکم ہے۔ (شامی)
* جنون (مکمل طور پر پاگل ہونے) کی وجہ سے جو روزے چھوٹ گئے ان کی نہ قضاء ہوگی نہ ان روزوں کا

فدیہ دینا ہوگا۔ ہاں اگر دن دن صحیح ہو جاتا ہو تو اس دن کی قضا کرنی ہوگی۔ (علم الفقہ جلد ۴ صفحہ ۳۹)

❁ مسافر اگر کسی مقام پر کچھ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے گا گو پندرہ دن سے کم ہی سہی تو اسے روزہ نہ رکھنا مکروہ ہوگا۔ (علم الفقہ جلد ۴ صفحہ ۳۵)

❁ روزہ دار کے لئے روزے کی حالت میں مبالغہ سے کلی کرنا اور ناک میں مبالغہ سے پانی پہنچانا منع ہے۔ کہیں حلق میں پانی جا کر ٹوٹ نہ جائے۔ (رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۹۸، طحطاوی علی المراقی)

❁ افطاری کی وجہ سے مغرب کی نماز میں پانچ سات منٹ تاخیر کی گنجائش ہے۔ (فتاوٰی رحیمیہ جلد ۲ صفحہ ۳۷)

تمر بفضل اللّٰہ وعونہ جمادی الاولٰی ١٤٢٤ھ

مزید تفصیل کے لئے فقہی کتابیں دیکھئے یا محقق عالم سے رجوع کیجئے۔

اس کے بعد دسویں جلد میں موت میت جنازہ اور برزخ کے متعلق آپ کے پاکیزہ تعلیمات اور شمائل دیکھئے۔

آیاتِ حفاظت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ○ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ○ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ○ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ○ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ○ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ○ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ○ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ○ اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ○ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ○ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ○ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ○ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ○ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ○ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ○ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ○ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ○ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ○ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ○